دلی کے بائیس ۲۲ خواجہ
(دہلی کے بائیس ۲۲ اولیائے کرام کا تذکرہ)
حضرت خواجہ
قطب الدین بختیار کاکی
رحمۃ اللہ علیہ
حضرت
نظام الدین اولیاء
رحمۃ اللہ علیہ
حضرت
نصیر الدین چراغ دہلی
رحمۃ اللہ علیہ
حضرت
خواجہ امیر خسرو
رحمۃ اللہ علیہ
حضرت
خواجہ باقی باللہ
رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ
کلیم اللہ شاہ جہان آبادی
رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ
عبدالحق محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ
ڈاکٹر ظہور الحسن شارب

(دہلی کے بائیس ۲۲ اولیائے کرام کا تذکرہ)

○

اِس کتاب میں ان بائیس حضرات بابرکات کے حالات درج کیے گئے ہیں، جن کو بجاطور پر قطبِ زماں و مرشدِ دوراں کہا جاسکتا ہے اِسی باعث دہلی کو بائیس ۲۲ خواجہ کی چوکھٹ" کہا جاتا ہے۔ اِس سلطنت کی بُنیاد جن اصولوں پر رکھی گئی تھی، وہ اُصول انسانیت کی فلاح کے ضامن ہیں

○

ڈاکٹر ظہور الحسن شارب

○

زاویہ پبلشرز
C-8 دربار مارکیٹ ○ لاہور
Voice: 042-7248857 Mobile: 0300-9467047
Email : zaviupublishers@yahoo.com

2010ء

باراول.................................1000

ہدیہ.................................170

زیرِ اہتمام........نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
کتاب گھر، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5552929
مکتبہ بابا فرید، چوک چٹی قبر، پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ قادریہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی	0213-4944672
مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد، کراچی	0213-4219324
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی	0213-2216464
مکتبہ ضیائیہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ، راولپنڈی	051-5534669
مکتبہ سخی سلطان، حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ	055-4237699
علامہ فضل حق پبلیکیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور	0300-4798782
کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، بوہڑ گیٹ ملتان	061-4545486
رائل بک کمپنی، کمیٹی چوک، اقبال روڈ، راولپنڈی	051-5541452

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدّین حسن چشتیؒ

کی بارگاہ میں یہ چند اوراق بصد عجز و نیاز پیش کرتا ہوں

"گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف"

شارب

یا محمدؐ!

فخرِ عالم مددے دلبرِ داور مددے
یا محمدؐ بمنِ عاصی و مضطر مددے

نورِ اول مددے مرسلِ آخر مددے
صاحبِ جود و عطا سید و سرور مددے

رہبرِ کل مددے محسنِ اکبر مددے
ابرِ رحمت مددے شافعِ محشر مددے

تشنہ کام آمدہ ام بر درت اے بندہ نواز
بحرِ رحمت مددے ساقیِ کوثر مددے

از غم و رنج و الم گشتہ پریشاں شارب
بہرِ حسنینؓ و پئے زہراؓ و حیدرؓ مددے

حسنِ یکتائے رسولؐ

رونقِ بزمِ محبت روئے زیبائے رسولؐ
زینتِ ایوانِ وحدت حسنِ یکتائے رسولؐ

حشر تک جائے نہ میرے سر سے سودائے رسولؐ
بعد مُردن بھی رہے دل میں تولائے رسولؐ

صورتِ بے صورتی کا راز ظاہر ہو گیا
جب منقش ہو گیا دل پر سراپائے رسولؐ

میری دُنیائے محبت ہو گئی رشکِ جناں
آگیا جس دم خیالِ روئے زیبائے رسولؐ

عرش سے تا فرش بارش ہو رہی ہے نُور کی
دونوں عالم میں دُرخشاں ہے تجلائے رسولؐ

ہو گئے سرشار جامِ عشق سے سب تشنہ کام
جب مئے توحید لے کر بزم میں آئے رسولؐ

آرزو ہے شارب خستہ کی اے پروردگار
جلوہ گر دل میں رہے اس کے سراپائے رسولؐ

فہرست مضامین

دیباچہ

دہلی کو دارالاولیاء، اور بیت الفقراء ہونے کا فخر حاصل ہے۔
ہزاروں مشہور و معروف، صاحب نسبت اور صاحب اجازت اہل اللہ اس شہر میں بخواب نوشیں استراحت فرما رہے ہیں۔

اس کتاب میں ان بائیس حضرات بابرکات کے حالات درج کئے گئے ہیں جن کو بجا طور پر قطب زماں و مرشد دوراں کہا جاسکتا ہے اسی باعث دہلی کو "بائیس خواجہ کی چوکھٹ" کہا جاتا ہے۔

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے بفرمان اپنے پیر و مرشد خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ دہلی میں سکونت اختیار فرمائی۔ آپ نے جس روحانی سلطنت کی بنیاد دہلی میں رکھی اس کے آثار آج تک نمایاں ہیں۔ زمین، زماں، زمانہ اور حالات و واقعات اس سلطنت کو مٹا نہ سکے۔

اس سلطنت کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی گئی تھی، وہ اصول انسانیت کی فلاح کا ضامن ہیں۔

ان بزرگوں کو ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ ان میں سے کوئی "قطب الاقطاب" کوئی "محبوبِ الٰہی" کوئی "چراغ دہلی" کوئی "متوکل" کوئی "باقی باللہ" کوئی "فنافی اللہ" کوئی "محب النبی" کوئی "مخدوم" اور کوئی "علامہ" کہلایا۔

ان حضرات سے وہ سلسلے جاری ہوئے جو آج ہندوستان، پاکستان اور دور دراز ممالک کے شہروں، قصبوں اور گاؤں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اس کتاب میں میں نے نہایت اختصار کے ساتھ ان بائیس بزرگان کے حالاتِ طیبات، غرائب واقعات و حکایات، نادر اسرافات و تصرفات، ترکِ لذات، مراقبات و مشاہدات اور اوراد و وظائف و معمولات، کلماتِ طیبات و تعلیمات، کشف و کرامات اور مجاہدات و عبادات قلم بند کئے ہیں۔

یہ کتاب اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے۔

اگر یہ کتاب ان بائیس بزرگان نے قبول فرمائی تو میرے لئے باعثِ فخر ہوگا۔

ظہور الحسن شارب
شارب انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک لٹریچر، شارب ہاؤس

باب ۱

حقائق کا آئینہ

بزرگانِ دین نے اپنی گفتار اور اپنے کردار سے ایک معیاری زندگی کا جو نمونہ پیش کیا
کم کھانا، کم بولنا، کم سونا اور لوگوں سے کم میل جول رکھنا اُن کا طریقۂ کار تھا۔

عشقِ الٰہی میں وہ ایسے سرمست و سرشار رہتے تھے کہ ان کو اپنی ہستی کا پتہ نہ تھا۔ تسلیم و رضا،
توکل و قناعت، امید و بیم، محبت و اخوت، خلوص و خدمت، فقر و فاقہ، ایثار و استقامت
ان کا شعار تھا۔

وہ اپنے درد اور اپنے درمان، اپنی دُعا اور اپنی دوا، اپنے سوز اور اپنے ساز، اپنی زندگی
اور اپنی موت، اپنی فتح او[illegible] شکست کو خدا کی طرف منسوب کرتے تھے۔ وہ عشقِ الٰہی کے اسیر
تھے، دین کے نصیر تھے، وہ روشن ضمیر تھے، بے کسوں کے دستگیر تھے، کامل پیر تھے۔ وہ دُرِ
بیش بہا و بے نظیر تھے۔

طالبوں کی طلب جب اُن کو ان حضرات کے میخانے میں لاتی وہ ان کو تائب کر کے
آلائشِ دنیا سے پاک و صاف کر دیتے تھے۔

وہ جبر و تشدد کو ناروا سمجھتے تھے۔ محبت اور خلوص کے دل نشین ہتھیاروں سے غیروں کو اپنا کرتے تھے۔

وہ امیرِ شریعت تھے، جویائے حقیقت تھے، صاحبِ نسبت، صاحبِ اجازت تھے، شمعِ شبستانِ ہدایت تھے۔ چراغِ دودمانِ ولایت تھے۔

علمِ باطن اور علمِ ظاہر میں کامل تھے۔

مخلوق سے بے نیاز تھے، قومی اور نسلی امتیازات سے پاک و صاف تھے۔ مذہبی تعصبات سے آزاد تھے۔

وہ اہلِ صفا تھے، ولیٔ خدا تھے، عالمِ باعمل تھے، صاحبِ جود و کرم تھے۔

وہ شمس و قمر میں، جان و جگر میں، لعل و گہر میں، شام و سحر میں، برگ و شجر میں، آتشِ نمرود میں، گلزارِ ابراہیم میں خدا کا جلوہ کارفرما دیکھتے تھے۔

اُن کی زندگی نکاتِ طریقت کا دفینہ تھی، حقیقت و معرفت کا آئینہ تھی، وصول الی اللہ کا زینہ تھی، معرفتِ الٰہیہ کا سرچشمہ تھی۔

غرض اُنہوں نے اپنی روحانی طاقت، اپنے کردار اور اپنی گفتار، اپنے ایثار اور اپنے خلوص اور رواداری سے ایک نئے سماج کی تشکیل کی۔

اَلَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَلَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ ۝ پ ۱۳ - رعد ۲۰ ع

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کے ساتھ جو عہد کر لیتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں اور اپنے اقرار کو نہیں توڑتے۔

حصّہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۲

قطب الاقطاب

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ قطبِ آفاق ہیں۔ شیخ علی الاطلاق ہیں۔ قطب المشائخ بالاتفاق ہیں۔

آپ قبلۂ اہلِ یقین ہیں۔ قدوۂ واصلین ہیں۔ مطلعِ انوار ربِ العالمین ہیں۔ سند الواصلین ہیں۔ دلیل السالکین ہیں۔

آپ خاندانِ چشت کے چشم و چراغ ہیں۔

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجریؒ کے دلبر ہیں۔ بابا فریدالدین گنج شکر کے رہبر ہیں۔

حضرت نظام الدین اولیاؒ، حضرت علاء الدین صابرؒ، حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ اور حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کے روحانی پیشوا ہیں۔

آپ اپنے وطن کو چھوڑ کر ہندوستان تشریف لائے اور خواجہ غریب نواز کی خدمت اور صحبت کو اپنے لئے باعث برکت سمجھا۔ اس صحبت اور خدمت کا

آپ کو یہ صلہ ملا کہ آپ کو خواجہ غریب نواز کے جانشین، خلیفۂ اکبر اور سجادہ نشین ہونے کا فخر حاصل ہے۔ خواجہ غریب نواز نے دہلی کی ولایت آپ کے سپرد فرمائی۔

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجریؒ نے نور معرفت اور حق و صداقت کی جو شمع اجمیر میں روشن کی، اس شمع کو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے نہ تو تند و تیز ہواؤں سے بجھنے دیا اور نہ اس کی روشنی کو کم ہونے دیا۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور ان کے جانشینان نے اس شمع کی روشنی کو برقرار رکھا۔ یہ شمع آج بھی پوری تابانی کے ساتھ روشن ہے۔ اس شمع کے پروانے ہر شہر اور ہر گاؤں میں ملیں گے۔

خواجگانِ چشت کو ہندوستان میں جو مقبولیت حاصل ہوئی اس پر چشتیہ خاندان کے افراد جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ خواجگانِ چشت نے اپنی گفتار اور کردار سے ایک ایسا انقلاب پیدا کیا کہ جس کا اثر ہندوستانی تہذیب و تمدن، افکار و خیالات علم و ادب، شعر و شاعری، غرض زندگی کے ہر شعبہ پر ایسا گہرا پڑا کہ اس کے آثار اور خد و خال آج بھی نمایاں ہیں۔

قرابت داریاں

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ساداتِ حسینی سے ہیں۔ آپ سیدنا حضرت امام حسینؓ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔

نسب نامہ پدری

آپ کے شجرۂ نسب میں کافی اختلاف ہے[1]۔ آپ کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے[2]۔

---

[1] اختلاف کی تفصیلات "جواہر فریدی"، "سیر الاقطاب"، "خزینۃ الاصفیاء" "مناقب المحبوبین" اور "مراۃ الانساب" میں درج ہیں۔ [2] مراۃ الانساب۔

خواجہ قطب الدین بن سید موسیٰ بن کمال الدین بن سید احمد بن سید محمد بن سید احمد بن اسحاق حسن بن سید معروف بن سید احمد بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید عبداللہ جعفر معروف بن علی بن علی النقی بن سیدنا نقی الجواد ابو جعفر بن سیدنا علی رضا بن سیدنا موسیٰ کاظم بن سیدنا جعفر صادق بن سیدنا ابو جعفر بن سیدنا محمد باقر بن سیدنا علی اوسط امام زین العابدین بن سیدنا امام حسین بن سیدنا امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

آپ کا شجرۂ نسب بموجب "سیر الاقطاب" ذیل میں دیا جاتا ہے۔[۱]

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بن سید موسیٰ بن سید احمد بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید اسحاق حسین بن سید المعروف بن سید احمد چشتی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید جعفر بن امیر المومنین حضرت امام محمد نقی الجواد بن امیر المومنین حضرت امام علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن امیر المومنین امام الاولیاء سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

ولادتِ شریف آپ کی ولادت مبارک مژدۂ جانفزا ہے۔ امن وامان کا پیغام ہے۔ روحانی انبساط کا پیش خیمہ ہے۔ مخلوق کے لئے باعثِ برکت ہے۔ جب آپ شکمِ مادر ہی میں تھے اسی وقت سے آپ کی بزرگی اور عظمت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے ——— آپ کی والدۂ محترمہ فرماتی ہیں کہ:

"دورانِ حمل جب میں تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے اٹھتی تو ہے

---

[۱] سیر الاقطاب۔

شکم میں سے ذکر (اللہ اللہ) کی آواز سننے میں آتی۔ یہ آواز
ایک ساعت تک رہتی تھی"

آدھی رات کے وقت آپ اس عالم فانی میں جلوہ گر ہوئے۔ نور نے
آپ کے سارے گھر کو روشن کر دیا۔ نور کی اس روشنی سے آپ کی والدۂ محترمہ کو
خیال ہوا کہ سورج نکل آیا ہے۔ آپ کی والدۂ محترمہ حیران تھیں۔ آپ کی والدۂ محترمہ
نے دیکھا کہ حضرت قطب صاحب کا سر مبارک سجدے میں ہے اور آپ زبان
فیض ترجمان سے اللہ اللہ فرما رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت قطب صاحب نے
سر سجدے سے اٹھایا۔ وہ نور کم ہوتا گیا۔

غیب سے آواز آئی :

ایں نور کہ دیدی سرے بود از اسرار الٰہی کہ اکنوں در دِل
فرزندت نہادیم[1]

ترجمہ : یہ نور جو تو نے دیکھا ہے، اسرار الٰہی میں سے ایک سر ہے۔
جس کو اب ہم نے تیرے فرزند کے دِل میں متمکن کر دیا ہے۔

آپ کی جائے پیدائش اوش ہے۔ اس اوش کو بغداد کے مضافات میں بتایا
گیا ہے[2]۔ اس اوش کو فارس میں بھی بتایا گیا ہے[3]۔ بعض نے اوش کو قصباتِ ماوراء النہر میں
لکھا ہے[4] اور بعض نے ولایتِ فرغانہ میں توابعِ اندجان لکھا ہے[5]۔ شہزادہ دارا شکوہ
نے آپ کی جائے پیدائش اوش ولایت فرغانہ میں توابع اندجان لکھا ہے:

"۔۔۔۔ و مولد و اصل ایشاں از اوش فرغانہ است و آں قصبہ

---

[1] سیر الاقطاب۔ [2] صولتِ افغانی صفحہ ۶۹۳۔ [3] مرقعۂ خواجگان صفحہ ۲۶۔ [4] سیر العارفین
[5] مسالک السالکین۔

ایست از توابع اندجان ....“[1]

ترجمہ : اور جائے پیدائش اور خاندانی تعلق اوش فرغانہ (ولایت فرغانہ میں) سے ہے۔ اور وہ قصبہ ہے توابع اندجان ....“

سنہ ولادت آپ کی تاریخ پیدائش کے متعلق کافی اختلاف ہے[2]۔ آپ کا سنہ ولادت ۵۶۹ سنہ ہجری ہے۔

نام نامی آپ کا اسم گرامی قطب الدین ہے بعض کا خیال ہے کہ آپ کا نام بختیار ہے اور قطب الدین قدرت کا عطا کردہ خطاب ہے[3]۔

دراصل آپ کے بختیار کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے پیر و مرشد خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ آپ کو بختیار کہہ کر پکارتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ بختیار کہلانے لگے[4]۔

آپ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ سے بیعت ہیں۔ چونکہ آپ خاندان چشت میں بیعت ہیں، اس لئے آپ بھی چشتی کہلاتے ہیں۔

خطاب آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ نے آپ کو قطب الاقطاب کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

لقب آپ کا لقب کاکی ہے۔

آپ کے کاکی کہلانے کے چند وجوہات ہیں۔ جب قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے دہلی میں رہنا شروع کیا تو آپ نے ظاہری اسباب سے قطع تعلق کرلیا۔ آپ مع متعلقین نہایت عسرت سے گزارہ کرتے

---

[1] سفینۃ الاولیاء۔ از شہزادہ دارا شکوہ ص۹۳ [2] صولت افغانی میں آپ کا سنہ ولادت ۵۰۰ ہجری درج ہے۔
[3] سیر الاقطاب۔ [4] مرآۃ الاسرار۔ روضۃ الاقطاب ص۲۰۔

تھے۔ حضرت قطب صاحب عالم استغراق میں رہتے تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ خورد و نوش کا انتظام فرماتی تھیں۔ ایک بقال جس کا نام شرف الدین تھا، آپ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ حضرت قطب صاحب کی اہلیہ محترمہ اس بقال کی بیوی سے قرض لے کر گزارہ کرتی تھیں اور کچھ آنے پر اس کا قرضہ ادا کر دیتی تھیں۔ یہ سلسلہ چلتا رہا ــــ ایک دن اس بقال کی بیوی نے آپ کو طعنہ دیا اور کہا "اگر وہ قرض نہ دے تو ان کا کام کیسے چلے۔ یہ بات حضرت قطب صاحب کی اہلیۂ محترمہ کو ناگوار ہوئی۔ آپ نے اس سے قرض لینا بند کر دیا۔ جب یہ بات حضرت قطب صاحب کے علم میں آئی تو آپ نے ہدایت فرمائی کہ قرض نہ لیا جائے، بلکہ ضرورت کے وقت بقدر ضرورت بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر حجرہ کی طاق سے روٹیاں اٹھالی جایا کریں۔ آپ کی اہلیۂ محترمہ ایسا ہی کرتیں۔ ایک دن آپ نے بقال کی بیوی کو اس بات سے آگاہ کر دیا۔ اس دن سے کاک نکلنا بند ہو گئے۔[1]

داراشکوہ آپ کے کاکی کہلانے کی وجہ کے متعلق لکھتے ہیں[2]:

"۔۔۔ و کاکی ازاں جہت گویند کہ چوں در دہلی متوطن شدہ اند و فتوح از کس قبول نمی فرمودند و خود ہمیشہ مستغرق می بودند و بر فرزندانِ ایشاں عسرت می گذشت و آنہا داز زن بقالی کہ در ہم سایۂ ایشاں بود بعد از فاقہا جزوی قرض نمودہ اوقات گذاری خود می نمودند۔

روزے زن آں بقال گفت اگر من در ہمسائگی شما نمی بودم کار شما بہلاکت می رسید۔ ایں سخن بطبیعت ایشاں گراں آمد۔ عہد کردند

---

[1] سیر العارفین۔ [2] سفینۃ الاولیاء، ص ۹۵، ۹۴

کہ از وقرض بگیرند۔ روزی ایں قضیہ را بالغرض بخواجہ رسانیدند فرمودند کہ ہرگز من از کسے قرض نمی گیرم و در وقت حاجت بطاقی کہ در حجرۂ ماست دست اندا ختہ بقدر حاجت نان پختہ بردارند و صرف خود کنند و بہر کہ خواہند بدہند۔ بعد ازاں ہرگاہ کہ می خواستند ازاں طاق می گرفتند و ایں نان را کاک می گویند۔"

ترجمہ:۔ . . . . اور کاکی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب دہلی میں سکونت اختیار کی، آپ فتوحات کسی سے قبول نہ فرماتے تھے اور ہمیشہ استغراق میں رہتے تھے، اور آپ کے لڑکوں (متعلقین) کی عسرت سے گذر اوقات ہوتی تھی۔ وہ ایک بقال کی بیوی سے کہ وہ ان کے پڑوس میں رہتی تھی، فاقہ ہونے پہ کچھ قرض لے لیتے تھے، اور اس سے اپنا وقت گزارتے تھے۔

ایک روز اس بقال کی بیوی نے کہا، اگر میں تمہارے پڑوس میں نہ ہوتی تو تمہارا بہت ہی بُرا حال ہوا ہوتا۔ یہ بات ان کو ناگوار گذری۔ انہوں نے عہد کیا کہ اس سے قرض نہ لیں گے۔ ایک دن یہ واقعہ خواجہ (خواجہ قطب صاحب) کے گوش گذار ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں کبھی کسی سے قرض نہیں لیتا ہوں۔ ضرورت کے وقت اس طاق میں سے جو ہمارے حجرے میں ہے ہاتھ ڈال کر ضرورت کے مطابق پکی ہوئی روٹیاں نکال لیں اور خود صرف کریں، اور جس کو چاہیں دیں۔ اس کے بعد جب چاہتے اس طاق سے نان نکال لیتے۔ ان نانوں کو کاک کہتے ہیں۔"

آپ کو کاکی کہنے کی ایک دوسری وجہ بھی بتائی جاتی ہے۔ ایک دن حضرت امیر خسرو نے حضرت نظام الدین اولیاؒ سے دریافت کیا کہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدینؒ کو کاکی کیوں کہتے ہیں۔

سلطان المشائخ نے جواب دیا:

"ایک دن آپ مع احباب حوض شمسی پر تشریف فرما تھے۔ ہوا سرد چل رہی تھی۔ یاروں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت کاکھانے گرم ملتے تو خوب ہوتا۔ آپ یہ سن کر پانی میں تشریف لے گئے، اور کاکھانے گرم پانی سے نکال کر یاروں کو عطا فرمانے لگے۔ اس روز سے آپ کاکی مشہور ہوئے"۔[1]

ابتدائی زندگی آپ اپنے والدین کے سایۂ عاطفت میں پرورش پا رہے تھے کہ آپ کے والد اور والدہ آپ پر نازاں تھے۔ گھر کی برکت کو وہ اپنے شیر خوار بچے سے منسوب کرتے تھے۔

زندگی کا پہلا صدمہ ابھی حضرت قطب صاحب کی عمر مبارک ڈیڑھ سال کی تھی کہ والد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔

آپ کی پرورش اب آپ کی پرورش کا پورا بار آپ کی والدہ محترمہ پر تھا۔ انہوں نے آپ کی تعلیم و تربیت کو ایک مقدس فریضہ سمجھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم والدہ کی آغوش میں ہوئی۔

بسم اللہ خوانی ۱۱۷۷ء/۵۷۳ ہجری

جب حضرت قطب صاحب کی عمر چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی تو آپ کی والدہ کو آپ کی بسم اللہ خوانی کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اتفاق سے ان ہی ایام میں حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ اوش میں مقیم تھے۔ آپ سیر و سیاحت کرتے ہوئے اوش

---

[1] روضۃ الاقطاب ص۱۸۔

آئے ہوئے تھے۔ آپ کی برگزیدگی کا شہرہ سارے اوش میں تھا۔ حضرت قطب صاحب کی والدۂ ماجدہ نے حضرت خواجہ غریب نواز کا اوش میں قیام اپنے اور اپنے لڑکے حضرت قطب صاحب کے لئے فال نیک سمجھا۔ آپ نے طے کیا کہ خواجہ غریب نواز جیسے جلیل القدر بزرگ سے وہ اپنے لڑکے کی بسم اللہ پڑھوائیں گی۔ آپ نے حضرت قطب صاحب کو خواجہ غریب نواز کی خدمت بابرکت میں بسم اللہ خوانی کی غرض سے بھیجا۔

خواجہ غریب نواز نے حضرت قطب صاحب کی تختی لکھنا چاہی۔ غیب سے آواز آئی کہ:

"اے خواجہ! ابھی لکھنے میں توقف کرو۔ قاضی حمیدالدین ناگوری آتا ہے۔ وہ ہمارے قطب کی تختی لکھے گا اور تعلیم دے گا۔"

یہ آواز سن کر خواجہ غریب نواز رک گئے۔

اتنے میں قاضی حمیدالدین ناگوری آ گئے۔ خواجہ غریب نواز نے تختی ان کو دے دی۔ قاضی حمیدالدین ناگوری نے حضرت قطب صاحب سے دریافت کیا کہ:

"تختی پر کیا لکھیں؟"

حضرت قطب صاحب نے جواب دیا۔

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط

قاضی حمیدالدین ناگوری یہ سن کر سخت متحیر ہوئے۔ آپ نے دریافت کیا!

یہ تو پندرھویں سیپارہ میں ہے۔ تم نے قرآن مجید کس سے پڑھا۔

حضرت قطب صاحب نے جواب دیا۔

"میری والدۂ ماجدہ کو پندرہ سیپارے یاد ہیں۔ وہ میں نے شکم مادر میں حق تعالےٰ کی تعلیم سے یاد کر لئے۔"

یہ سُن کر قاضی صاحب نے تختی پر لکھا :

سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً ۔ اِلٰی آخِرِ السُّوْرَۃ

آپ نے حضرت قطب صاحب کو چار دن میں قرآن شریف یاد کرادیا۔

مکتب میں داخلہ

جب حضرت قطب صاحب کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کی والدۂ محترمہ نے آپ کو مکتب میں داخل کرانا چاہا۔ یہ ایک خوشی کا موقع تھا۔ اس خوشی میں آپ کی والدہ محترمہ نے دعوت کی، کچھ مٹھائی اور کچھ روپیہ دے کر حضرت قطب صاحب کو ایک خادم کے ہمراہ محلّے کے مکتب میں بھیجا۔ جب آپ خادم کے ساتھ محلّے کے مکتب میں جارہے تھے تو راستے میں آپ کو ایک بزرگ ملے۔ ان بزرگ نے خادم سے دریافت فرمایا :

"اس سعیدِ ازلی کو کہاں لئے جاتے ہو؟"

خادم نے جواب دیا :

"محلّے کے معلّم کے پاس لئے جارہا ہوں"

یہ سُن کر اُن بزرگ نے زور دیتے ہوئے کہا :

"اس کو مولانا ابا حفص کے پاس لے جانا چاہئے کہ وہ کامل ہیں اور اس لڑکے کی تعلیم ان سے علاقہ رکھتی ہے"

اِن بزرگ کی رائے کے موافق آپ بجائے محلّے کے معلّم کے مولانا ابا حفص کی خدمت میں پہنچے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو ان بزرگ نے مولانا ابا حفص سے کہا :

"اس بچّے کی تعلیم اچھی طرح سے کرو کہ اس سے بہت کام لینے ہیں ــــــ"

حضرت قطب صاحب کو مولانا ابا حفص کے پاس سپرد کر کے وہ بزرگ چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد مولانا ابا حفص نے خادم سے پوچھا!

"کیا تو جانتا ہے یہ بزرگ کون تھے؟"

خادم نے جواب دیا:

"مجھے معلوم نہیں۔"

مولانا ابا حفص نے بتایا!

"یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔"[1]

تلاشِ حق قطب الاقطاب حضرت خواجہ صاحب نے تلاش حق کے جذبے سے متاثر ہو کر اپنے وطن کو چھوڑا۔ آپ ایک شہر میں پہنچے، اس شہر میں کچھ دن قیام کیا، آبادی سے کچھ فاصلہ پر ایک مسجد تھی۔ مسجد کے صحن میں ایک اونچا مینارہ تھا۔

حضرت قطب صاحب کو ایک ایسی دُعا معلوم تھی کہ اگر اس دُعا کو پچھلی رات میں بعد ادائے دوگانہ مینارہ پر پڑھا جائے تو دعا کے پڑھنے والے کو حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہو، آپ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، دوگانہ ادا کیا۔ پھر وہ دُعا پڑھی۔ مینارہ سے نیچے اُترے اور حضرت خضر علیہ السلام کا انتظار کرنے لگے۔ مسجد میں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ آپ مسجد سے باہر آ گئے۔ ایک بزرگ کو دیکھا۔ ان بزرگ نے حضرت قطب صاحب سے دریافت کیا۔

"تو اس سنسان میدان میں تن تنہا کیا کر رہا ہے؟"

حضرت قطب صاحب نے حضرت خضرؑ سے ملنے کا شوق اور آپ سے ملنے کے لئے دُعا پڑھنے کا حال بتایا۔

یہ سُن کر اُن بزرگ نے پوچھا:

---

[1] فرشتہ جلد دوم (حالاتِ قطب صاحب) صولتِ افغانی صہ ۶۳۹ سیر العارفین صہ۱۔

"کیا تو دنیا چاہتا ہے!"

حضرت قطب صاحب نے جواب دیا:

"نہیں!"

پھر ان بزرگ نے دریافت کیا:

"کیا تو کسی کا قرض دار ہے؟"

حضرت قطب صاحب نے جواب دیا:

"نہیں!"

ان بزرگ نے زور دیتے ہوئے کہا:

"پھر تو خضر کو کیوں تلاش کرتا ہے۔۔۔ تو خود شل تیرے سرگرداں ہے۔ چنانچہ اس شہر میں ایک بزرگ حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہیں۔ اس نے ان سے (حضرت خضرؑ سے) ملنے کی سات بار خواہش کی مگر میسر نہ ہوئی۔"

گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک اور بزرگ مسجد سے باہر آئے اور پہلے بزرگ کے قریب کھڑے ہو گئے۔ ان بزرگ نے حضرت قطب صاحب کا ہاتھ پکڑا اور پہلے بزرگ سے کہنے لگے:

"یہ نہ دنیا چاہتا ہے نہ کسی کا قرض دار ہے، یہ تو صرف آپ کی ملاقات کا متمنی ہے۔"

قطب صاحب نے جب یہ سُنا تو آپ کو خوشی ہوئی۔ آپ سمجھ گئے کہ پہلے بزرگ حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور دوسرے بزرگ رجال الغیب میں سے ہیں۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں بزرگ غائب ہو گئے۔[1]

---

[1] سیر العارفین۔ سیر الاولیاء۔

بیعت ۱۱۸۶ء/ ۵۸۲ھ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ مرید ہونا چاہتے تھے۔ حضرت شیخ محمود اصفہانی ایک درویش کامل تھے۔ حضرت قطب صاحب کو آپ سے گہرا تعلق اور عقیدت تھی، قطب صاحب ان سے بیعت کرنا چاہتے تھے لیکن ہوتا تو وہ ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے ـــــ ان ہی دنوں میں خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری بسلسلۂ سیر و سیاحت اصفہان پہنچے۔ حضرت قطب صاحب کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ غریب نواز اصفہان میں تشریف فرما ہیں تو آپ کو اُن سے ملنے کی خواہش ہوئی آپ اُن کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے حضرت خواجہ غریب نواز اُس وقت دوتائی[1] اوڑھے ہوئے تھے۔ وہ دوتائی آپ نے حضرت قطب صاحب کو مرحمت فرمائی[2] دوتائی دینے کے معنی یہ ہوئے کہ خواجہ غریب نواز نے حضرت قطب صاحب کو شرفِ مریدی بخشا۔ حضرت قطب صاحب کو خواجہ غریب نواز کی جدائی گوارا نہ تھی، آپ ان کے ہمراہ رہنے لگے۔ سفر میں بھی خواجہ غریب نواز کے ہمراہ رہتے[3]

پیر و مرشد کے ساتھ سفر خواجہ غریب نواز نے رختِ سفر باندھا۔ آپ اصفہان سے خانۂ کعبہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے قطب صاحب آپ کے ہمراہ تھے ـــــ اس سفر کے حالات کے متعلق حضرت قطب صاحب فرماتے ہیں کہ:

"جب دُعاگو (قطب صاحب) خواجہ معین الدینؒ کے ساتھ

---

[1] دوتہی۔ [2] سیر العارفین ص۔ [3] معین الہند از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب ص۶۱

کعبہ کے سفر میں تھا۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد روانہ ہو کر ہم
ایک شہر میں پہنچے۔ یہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی ــــ یہ
صومعہ کے اندر معتکف تھے۔ ایک خار میں شل سوکھی لکڑی کے
اپنی آنکھیں ہوا میں کھولے عالم حیرت میں کھڑے تھے۔ ایک ماہ
تک ہم ان کے پاس رہے۔ اس عرصہ میں وہ صرف ایک مرتبہ
عالمِ صحو میں آئے۔ ہم نے اٹھ کر سلام کیا۔"
انہوں نے جواب دیا اور فرمایا:
"اے عزیز! تمہیں میرے اس حال سے صدمہ ہوا، مگر تمہارے
اس ملال سے مکافات میں بخشش ہوگی۔ کیوں کہ اہلِ صفا فرماتے
ہیں کہ جو درویش کی خدمت کرتا ہے وہ مقبول ہوتا ہے۔"
الغرض انہوں نے بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ ہم بیٹھ گئے، پھر
فرمانے لگے:
"میں شیخ محمد اسلم طوسی کا فرزند ہوں۔ تیس سال سے عالم تحیّر
میں مستغرق ہوں، نہ مجھے دن کی خبر ہے، نہ رات کی؛ خدائے تعالیٰ
تمہاری وجہ سے آج مجھے عالم صحو میں لایا ہے۔ تمہیں دوبارہ آنے
سے تکلیف ہوگی۔ مگر یہ بات اس فقیر کی یاد رکھنا کہ جب تم نے
طریقت میں قدم رکھا ہے تو ہوائے نفس سے دنیا کی طرف متوجہ
نہ ہونا۔ خلقت سے عزلت رکھنا۔ جو کچھ ملے اسے صرف کر دینا۔
اس میں سے کچھ نہ بچانا۔ کیوں کہ ذخیرہ جمع کرنا شومی ہے۔ سوائے
حق تعالیٰ کے مشغول نہ ہونا تاکہ خستہ نہ ہو۔"
وہ بزرگ یہ نصیحت کر کے پھر عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔

حرمین شریف کی زیارت ۱۱۸۷ء/۵۸۳ھ حضرت قطب صاحب ۵۸۳ھ میں خواجہ غریب نواز کے ساتھ مکہ معظمہ پہنچے۔ زیارتِ کعبہ سے مشرف ہوئے۔

بغداد میں آمد ۱۱۸۹ء/۵۸۵ھ مدینہ منورہ سے خواجہ غریب نواز مع حضرت قطب صاحب بغداد شریف پہنچے۔ بغداد پہنچ کر آپ نے وہاں کچھ دن آرام کیا۔

خلافت حضرت قطب صاحب کی بیعتِ خلافت سے مشرف ہونے کی تفصیل حسب ذیل ہے:[1]

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی نے چالیس روز متواتر سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع ارواحِ مشائخین کرام خواب میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا:

"اے معین الدین! قطب الدین خدا کا دوست ہے۔ اس کو خلافت دے اور خرقۂ گلیم پہنا۔"

ایک دن خواجہ غریب نواز نے فرمایا:

"آج رات میں نے حضرت ذوالجلال قادر باکمال کو خواب میں دیکھا۔ وہاں بھی یہ حکم ہوا کہ:

اے معین الدین! قطب الدین بختیار کاکی کو درویشی کا خرقہ اور خلافت عطا کر۔ کیوں کہ قطب الدین ہمارا دوست اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھی دوست ہے۔ ہم نے اسے برگزیدہ بندہ بنا دیا

---

[1] سیر الاقطاب ص۱۳۵۔ سبع سنابل ص۲۳۰، ۲۲۱۔ سیر العارفین ص۱۲۰، ۱۲۰۔

ہے اور اس کا نام اپنے دوستوں میں درج کیا ہے۔"

پس خواجہ غریب نواز نے ۵۸۵ ہجری میں حضرت قطب صاحب کو خواجہ ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں بیعتِ خلافت سے مشرف فرمایا۔

اس موقع پر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ داؤد کرمانی، شیخ برہان الدین محمد چشتی اور شیخ تاج الدین محمد اصفہانی موجود تھے۔

شجرۂ طریقت حضرت قطب صاحب کا شجرۂ طریقت حسب ذیل ہے:[1] قطب الدین وہ مومن، خواجہ معین الدین حسن سنجری وہ مومن خواجہ عثمان ہارونی چشتی وہ مومن حضرت حاجی شریف زندنی وہ مومن حضرت قطب الدین مودود چشتی وہ مومن حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی وہ مومن حضرت خواجہ ابو محمد چشتی وہ مومن حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی وہ مومن حضرت خواجہ ابو اسحاق چشتی وہ مومن حضرت خواجہ ممشاد علوی دینوری وہ مومن حضرت شیخ امین الدین ہبیرۃ البصری وہ مومن حضرت سدید الدین حذیفۃ المرعشی وہ مومن حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی وہ مومن حضرت ابو الفضیل بن عیاض وہ مومن خواجہ عبدالواحد بن زید وہ مومن حضرت خواجہ حسن بصری وہ مومن امام الاولیاء سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

بغداد سے روانگی آخرکار خواجہ غریب نواز نے کوچ کیا۔ آپ ۵۸۶ھ مطابق ۱۱۹۰ء بغداد سے روانہ ہوتے۔ حضرت قطب صاحب اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ غریب نواز کے ہمراہ تھے۔ بغداد سے روانہ ہو کر خواجہ غریب نواز مع حضرت قطب صاحب چشت میں رونق افروز ہوئے، بعدازاں خواجہ غریب نواز مع حضرت قطب صاحب ہرات پہنچے۔[2]

---

[1] سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۱۹۷، سیر الاقطاب۔
[2] سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۱۹۶۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول صفحہ ۱۵۸۔

ہرات سے خواجہ غریب نواز اور حضرت قطب صاحب سبزہ وار میں رونق افروز ہوئے[1]

سبزہ وار میں کچھ دن قیام کر کے حضرت قطب صاحب بہ ہمراہی خواجہ غریب نواز لاہور پہنچے۔ لاہور سے آپ اور خواجہ غریب نواز سمانا ہوتے ہوئے دہلی سے گذرے۔ دہلی سے روانہ ہو کر خواجہ غریب نواز اور حضرت قطب صاحب اجمیر پہنچے۔ اس سفر کے متعلق حضرت قطب صاحب فرماتے ہیں کہ[2]

"لاہور سے روانہ ہو کر ۵۸۷ھ میں دو ماہ سفر میں رہنے کے بعد وارد اجمیر ہوئے۔۔۔۔"

بابا فرید الدین گنج شکر کی باریابی

کچھ دن اجمیر میں قیام کرنے کے بعد خواجہ غریب نواز غزنیں تشریف لے گئے۔ آپ کے مریدین و معتقدین بھی آپ کے ہمراہ ہو لئے۔ حضرت خواجہ قطب صاحب کو اپنی والدہ محترمہ سے رخصت ہوئے کافی عرصہ ہو گیا تھا۔ آپ اوش تشریف لے گئے۔ جب خواجہ غریب نواز واپس اجمیر تشریف لے آئے تو حضرت قطب صاحب بھی ہندوستان روانہ ہوئے آپ ۱۱۹۴ء/۵۹۰ھ میں ملتان میں رونق افروز ہوئے۔

ان دنوں ملتان علم و فنون کا مرکز تھا۔ بڑے بڑے عالم یہاں رہتے تھے۔ لوگ دور دراز سے تحصیل علم کی غرض سے ملتان آتے تھے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر تلاش علم میں ملتان آئے۔ آپ نے مولانا منہاج الدین ترمذی کی مسجد میں قیام کیا۔

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ہند۔ [2] دلیل العارفین از حضرت قطب صاحب۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ بابا فریدالدین گنج شکرؒ قبلہ رو بیٹھے کتاب پڑھ رہے تھے۔ اس کتاب کا نام "نافع" تھا۔ حضرت قطب صاحب جب ملتان میں رونق افروز ہوئے تو آپ اسی مسجد میں گئے، جہاں بابا فریدالدین گنج شکر مطالعہ میں مشغول تھے، جوں ہی حضرت بابا صاحب نے حضرت قطب صاحب کو دیکھا آپ بے چین ہو گئے۔ حضرت قطب صاحب کے روئے مبارک پر جو آپ کی نظر پڑی تو آپ ایک والہانہ جذبے سے متاثر ہو کر بے اختیار کھڑے ہو گئے۔ آداب بجالانے، تعظیم کے اظہار کے بعد بابا صاحب ایک طرف مؤدبانہ بیٹھ گئے۔

حضرت قطب صاحب نے دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کیا۔ پھر بابا صاحب کی طرف مخاطب ہوئے:

آپ نے بابا صاحب سے دریافت فرمایا:

"تم کیا پڑھتے ہو؟"

بابا صاحب نے مؤدبانہ جواب دیا:

"کتاب نافع پڑھتا ہوں"

یہ جواب سن کر حضرت قطب صاحب نے زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا:

"جانتے ہو کہ نافع سے تمہیں نفع ہوگا"

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے نہایت عاجزی سے عرض کیا:

"مجھے تو حضرت کی سعادت قدم بوسی نافع ہوگی"

یہ کہہ کر حضرت بابا صاحب والہانہ انداز میں اٹھے اور حضرت قطب صاحب کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔

حضرت قطب صاحب کی نظر کیمیا اثر اپنا کام کر چکی تھی۔ حضرت بابا صاحب کو اب حضرت قطب صاحب کی جدائی گوارا نہ تھی۔ ہر وقت حضرت قطب صاحب

کی صحبت میں رہنے لگے۔ آپ کو حضرت قطب صاحب سے بے پناہ عقیدت ہو گئی۔

ملتان میں کچھ دن قیام فرما کر حضرت قطب صاحب دہلی روانہ ہو گئے۔ حضرت بابا صاحب نے بھی آپ کے ہمراہ دہلی جانا چاہا۔ لیکن حضرت قطب صاحب نے حضرت بابا فرید گنج شکر کی تکمیل تعلیم پر زور دیا۔ حضرت بابا صاحب تین منزل تک حضرت قطب صاحب کے ہمراہ آئے۔ وہاں سے رخصت ہو کر ملتان تشریف لے گئے۔ ملتان سے بلخ و بخارا تشریف لے گئے[1] آپ حضرت قطب صاحب سے ملنے کو بے چین تھے۔ دہلی پہنچ کر حضرت قطب صاحب کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

حضرت بابا صاحب کا بیعت ہونا ۵۹۰ھ

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ پہلی ہی مجلس میں قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے[2] حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے بوقت بیعت حضرت بابا صاحب کی عمر پندرہ سال بتائی ہے[3]

حضرت بابا صاحب کا دہلی میں قیام

بابا صاحب کا دہلی میں کچھ عرصہ قیام رہا۔ اپنے پیر و مرشد حضرت قطب صاحب کا حکم پا کر آپ قندھار روانہ ہو گئے۔ وہاں آپ نے علم ظاہری حاصل کرنے میں انتہائی محنت کی۔ وہاں سے آپ بعد تحصیل علم ظاہری عراق، خراسان، ماوراء النہر، مکہ معظمہ و مدینہ منورہ ہوتے ہوئے اور مشائخین عظام سے ملتے اور روحانی فیوض حاصل کرتے ہوئے اپنے پیر و مرشد حضرت قطب صاحب کی خدمت بابرکت

---

[1] راحت القلوب [2] اقتباس الانوار اور سیر الاولیاء میں آپ کے بیعت سے مشرف ہونے کا سال ۵۹۰ھ درج ہے
[3] سیر الاولیاء صفحہ: ۶۱،۶۰، سیر الاقطاب صفحہ: ۱۶۴، روضۃ الاقطاب صفحہ: ۵۹

میں حاضر ہوئے۔

حضرت قطب صاحب کو بابا صاحب کی آمد سے بے حد خوشی ہوئی۔ بابا صاحب غزنی دروازہ کے قریب ایک حجرہ میں رہنے لگے۔ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت قطب صاحب کے فرمان کے مطابق عبادات، ریاضات اور مجاہدات میں لگے رہتے۔ اس زمانے میں آپ نے سخت سے سخت ریاضتیں کیں۔ آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں روزانہ حاضر نہیں ہوتے تھے بلکہ دو ہفتہ کے بعد اپنے پیر و مرشد کے جمالِ پُرانوار سے مشرف ہوتے تھے۔[1]

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ ابھی ریاضات و مجاہدات میں مشغول تھے کہ اجمیر سے حضرت خواجہ غریب نواز دہلی تشریف لائے اور حضرت قطب صاحب کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ خواجہ غریب نواز کا دہلی میں قیام دہلی والوں کے لئے باعثِ برکت تھا۔ اب روحانی فیض کا چشمہ ان سے قریب تھا۔ عرفان کی بارش ہو رہی تھی۔ ہر قسم کی دولت تقسیم ہو رہی تھی۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ اپنا دامنِ مُراد بھر لے۔ ہر ایک کی قیمت تھی اور اُس کا دامن تھا۔

حضرت قطب صاحب کے حصے میں وہ نعمت آئی کہ جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ حضرت قطب صاحب نے اپنے مُریدوں کو خواجہ غریب نواز کے حضور میں پیش کیا۔ ہر ایک اپنی قابلیت اور استطاعت کے مطابق خواجہ غریب نواز سے فیض یاب ہوا۔ جب خواجہ غریب نواز جی بھر کے عرفان کی دولت لُٹا چکے تو آپ نے خود ہی حضرت قطب صاحب سے دریافت فرمایا:

"تمہارے مریدوں میں سے کیا کوئی نعمت پانے سے رہ گیا ہے؟"

---

[1] سالک السالکین۔ فرشتہ

قطب صاحب نے عرض کیا :

"مسعود (بابا فریدالدین گنج شکرؒ) رہ گیا ہے۔ وہ چلّہ میں بیٹھا ہے۔"

یہ سن کر خواجہ غریب نواز کھڑے ہو گئے اور قطب صاحب سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا :

"آؤ، اسے دیکھیں۔"

حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور حضرت قطب صاحب اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ چلّہ میں بیٹھے ہوتے تھے۔ وہاں پہنچ کر چلّہ کا دروازہ کھولا وہاں بابا صاحب بیٹھے ہوتے تھے۔ آپ اتنے کم زور ہو گئے تھے کہ خواجہ غریب نوازؒ اور حضرت قطب صاحب کی تعظیم کے واسطے کھڑے نہ ہو سکے۔ با چشم پُر آب سرِ نیاز زمین پر رکھ دیا۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کا یہ حال دیکھ کر خواجہ غریب نواز نے حضرت قطب صاحب سے فرمایا :

"اے قطب! کب تک اس بے چارے کو مجاہدہ میں گھلاؤ گے۔ آؤ اسے کچھ عطا کریں۔"

یہ کہہ کر خواجہ غریب نواز نے حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کا داہنا ہاتھ پکڑا حضرت قطب صاحب نے بایاں بازو پکڑا۔ اس طرح ہر دو بزرگوں نے بابا صاحب کو کھڑا کیا۔ خواجہ غریب نواز نے آسمان کی طرف منہ کر کے بارگاہِ ایزدی میں بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے واسطے دعا فرمائی۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے عرض کیا :

"خدایا! ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویش کے مرتبہ پہ پہنچا۔"

غیب سے ندا آئی :

"ہم نے فرید کو قبول کیا۔ یہ وحیدِ عصر ہوگا۔"

حضرت خواجہ غریب نواز نے پھر حضرت قطب صاحب کو اس امر کی تاکید کی اور ہدایت فرمائی کہ:

"اسمِ اعظم جو خواجگانِ چشت میں سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے اسے تلقین کرو۔"

اس اسمِ اعظم کی برکت سے، حضرت بابا صاحب خدا رسیدہ ہو گئے۔ آپ پر علمِ لدنی کا انکشاف ہوا، اور حجابات کے پردے اٹھ گئے۔

خواجہ غریب نواز نے بابا صاحب کو خلعت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت بابا صاحب کا خلافت سے سرفراز ہونا

حضرت قطب صاحب نے حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کو دستار، شال، اور خلافت کے دیگر لوازمات سے نوازا۔

بابا صاحب کے متعلق پیش گوئی

اس موقع پر خواجہ غریب نواز نے حضرت بابا صاحب کے متعلق پیش گوئی فرمائی

آپ نے حضرت قطب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:

"قطب! بڑے شہباز کو دام میں لائے ــــــ اس کا آشیانہ سدرۃ المنتہیٰ ہوگا۔"

اس محفل میں صوفیائے کرام، پیرانِ عظام اور مشائخین والا احترام موجود تھے قاضی حمیدالدین ناگوری، مولانا علی کرمانی، سید نورالدین غزنوی، مولانا مبارک، شیخ نظام الدین ابوالموائد، مولانا شمس الدین ترک، خواجہ محمد مونیہ دوز اور دیگر اصحاب موجود تھے۔

ایک شاعر نے جو اس مبارک موقع پر موجود تھا، فی البدیہہ حسبِ ذیل اشعار پڑھے

بخششِ کونین از شیخین شد درباب تو | بادشاہی یافتن از بادشاہانِ جہاں
مملکت دنیا و دیں گشتہ مسلم بر ترا | عالم کُن گشتہ اقطاعِ تو اے شاہِ جہاں

سفرِ اوش اور واپسی حضرت قطب صاحب اپنی والدۂ محترمہ سے ملنے کے لئے بے چین تھے۔ آپ ۶۰۲ھ میں اپنی والدۂ محترمہ کی قدم بوسی کی غرض سے اوش تشریف لے گئے۔[1]

اوش سے آپ بغداد تشریف لے گئے۔ وہاں آپ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور شیخ احد الدین کرمانی سے ملے۔ ان کے علاوہ اور بھی دیگر شائخین کبار سے ملے۔[2]

بغداد میں آپ کو حضرت جلال الدین تبریزی سے معلوم ہوا کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ خراسان سے ہندوستان تشریف لے گئے ہیں اور دہلی میں قیام ہے۔

ملتان میں آمد ۱۲۱۴ء/۶۱۱ھ جب حضرت قطب صاحب کو یہ خبر ملی تو آپ اپنے پیر و مرشد کی قدمبوسی کے شوق میں ہندوستان روانہ ہو گئے۔ شیخ جلال الدین تبریزی آپ کے ساتھ ہولئے۔ آپ مع شیخ جلال الدین تبریزی ملتان میں رونق افروز ہوتے۔ یہ زمانہ سلطان شمس الدین التمش کا تھا۔ قباچہ بیگ ملتان کا حاکم تھا۔ ملتان میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رشد وہدایت فرما رہے تھے۔

قباچہ بیگ کی درخواست ۱۲۱۴ء/۶۱۱ھ حضرت قطب صاحب نے دہلی کا قصد کیا۔

---

[1] سالک السالکین جلد دوم [2] سالک السالکین جلد دوم۔ فرشتہ جلد دوم۔

قباچہ بیگ آپ کو ملتان میں روکنا چاہتا تھا۔ اس نے بصد عاجزی حضرت قطب صاحب سے عرض کیا کہ حضور ملتان میں سکونت اختیار فرمائیں۔

حضرت قطب صاحب نے اس کی یہ درخواست منظور نہ کی، آپ نے فرمایا:

"یہ مقام عالمِ غیب سے شیخ بہاالدین زکریا کے ذمہ لکھا گیا ہے۔
علاوہ ازیں میں اپنے پیر و مرشد خواجہ معین الدینؒ کی اجازت کے بغیر کہیں بھی سکونت پذیر نہیں ہو سکتا۔"[1]

روانگی ۱۲۱۴ء/۶۱۱ھ حضرت قطب صاحب دہلی روانہ ہو گئے۔ ملتان سے آپ لاہور پہنچے، اور لاہور سے آپ دہلی میں رونق افروز ہوئے۔ شیخ جلال الدین تبریزی یہاں سے واپس غزنی تشریف لے گئے۔

ملتان میں حضرت قطب صاحب سے لوگ بیعت کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت قطب صاحب نے اس وجہ سے منع فرمایا کہ ملتان کو حضرت شیخ بہاالدین زکریا ملتانی کی ولایت سے علاقہ ہے۔

حضرت قطب صاحب جب ملتان سے روانہ ہوئے تو کچھ لوگ آپ کے ہمراہ ہو لئے۔ آپ نے ان لوگوں کو ملتان کی حدود سے باہر بمقام ہانسی شرف بیعت سے نوازا۔[2]

حضرت قاضی حمید الدینؒ ناگوری کا خواب

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری نے اسی زمانہ میں ایک خواب دیکھا:
آفتاب جہاں تاب نے دہلی میں آکر مملکت کو روشن کر دیا ہے اور

---

[1] فرشتہ جلد دوم۔ [2] سالک السالکین جلد دوم۔

وہ ان کے گھر میں آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرے گھر میں رہوں گا۔

جب اس خواب کی تعبیر لی تو معلوم ہوا کہ

آفتاب سے مراد ولی کامل ہے جو دہلی میں رونق افروز ہوگا اور قاضی صاحب کے گھر میں سکونت پذیر ہوگا۔[1]

دہلی میں آمد حضرت قطب صاحب نے دہلی پہنچ کر کیلوکڑی میں قیام فرمایا۔ آپ کی جائے قیام کافی فاصلہ پر تھی۔ لوگوں کو اور خود بادشاہ کو وہاں آنے جانے میں کافی وقت لگتا تھا۔

سلطان کی درخواست سلطان شمس الدین التمش نے حضرت خواجہ قطب صاحب سے عرض کیا، کہ اگر آں حضرت بجائے کیلوکڑی کے شہر دلی میں رہنے لگیں تو وہ خود اور لوگ دور دراز سے آنے جانے کی تکلیف سے بچ جائیں گے۔ سلطنت کے کام میں بھی کوئی ہرج نہ ہوگا، اور لوگوں کو بھی سہولت پہنچے گی۔

حضرت قطب صاحب نے ازراہِ عنایت وکرم سلطان شمس الدین التمش کی درخواست منظور فرمائی۔ آپ کیلوکڑی سے شہر دلی تشریف لے آئے پہلے ایک نابینائی کے یہاں قیام فرمایا۔ یہ نابینائی حضرت قطب صاحب سے عقیدت رکھتا تھا۔

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری پھر آپ کو اپنے گھر لے آئے۔ کچھ دن بعد آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ پھر آپ نے مسجد اعز الدین کے قریب رہنا سہنا شروع کر دیا۔

دوسری درخواست حضرت جمال الدین محمد بسطامی[2] دہلی میں شیخ الاسلام کے جلیل عہدہ پر فائز تھے۔ اُن کے انتقال کے بعد سلطان

---

[1] سیر الاقطاب صفحہ ۱۵۰۔ سیر العارفین صفحہ ۱۴۔ [2] سالک السالکین۔

شمس الدین التمش کی خواہش تھی کہ حضرت قطب صاحب یہ عہدہ قبول فرمالیں۔ جب سلطان التمش نے حضرت قطب صاحب سے اس امر کی درخواست کی تو آپ نے عہدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ سلطان التمش نے آخر کار شیخ نجم الدین صغریٰ کا اس عہدہ پر تقرر کیا۔[1]

آپ کا معروضہ

حضرت قطب صاحب کو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ کی قدم بوسی کا بے حد اشتیاق تھا۔ آپ نے حضرت خواجہ غریب نواز کی خدمت میں ایک درخواست اجمیر بھیجی۔ اس درخواست میں آپ نے شوقِ قدم بوسی کا اظہار کیا اور خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے جواب دیا:

"اگرچہ در ظاہر بُعد است اما در باطن قرب است ہمانجا باید بود۔۔۔۔"

ترجمہ: اگرچہ ظاہر میں دُوری ہے، لیکن روحانی طور پر قریب ہو۔ وہیں رہو۔"

خواجہ غریب نواز کی دہلی میں آمد ۱۲۱۴ء/۶۱۱ھ

حضرت خواجہ غریب نواز نے حضرت قطب صاحب کو دہلی آنے سے منع فرما دیا تھا۔ آپ بہ نفسِ نفیس دہلی تشریف لے گئے۔ آپ نے حضرت قطب صاحب کی خانقاہ میں قیام فرما کر حضرت قطب صاحب کی عزت افزائی فرمائی۔ دہلی میں کچھ دن قیام فرما کر اور عرفان کی دولت لٹا کر

---

[1] سالک السالکین، [2] سفینۃ الاولیاء، صفحہ ۹۵، سالک السالکین جلد دوم صفحہ ۲۹۹، خزینۃ الاصفیاء جلد اول صفحہ ۲۶۹۔

خواجہ غریب نواز اجمیر واپس تشریف لے آئے۔

دوسری مرتبہ ۱۲۲۴ء ۶۲۱ھ اس مرتبہ حضرت خواجہ غریب نواز بغیر اطلاع دہلی میں رونق افروز ہوتے[1]

حضرت قطب صاحب کو سخت تعجب ہوا۔

اس مرتبہ حضرت خواجہ غریب نواز ایک کسان کی سفارش اور اپنے فرزند حضرت خواجہ فخرالدین کے لئے موضع ماندن کی معافی کی غرض سے دہلی تشریف لے گئے تھے۔

حضرت قطب صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ سلطان شمس الدین التمش کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے کسان کا معاملہ کسان کے حق میں طے کرا دیا۔ خواجہ غریب نواز کو نہیں جانے دیا۔ آپ نے موضع ماندن کی معافی کا فرمان غریب نواز کے فرزند حضرت خواجہ فخرالدین کے حق میں حاصل کیا۔

بے رخی شیخ نجم الدین صغریٰ دہلی میں شیخ الاسلام تھے۔ خواجہ غریب نواز کے ان سے دیرینہ تعلقات تھے۔ خراسان میں ملاقات ہو چکی تھی۔

خواجہ غریب نواز سے دہلی میں سب ملنے آئے لیکن نجم الدین صغریٰ نہ آئے خواجہ غریب نواز کو تعجب ہوا کہ وہ کیوں نہ آئے۔ آپ خود ہی ان سے ملنے اُن کے مکان پر تشریف لے گئے۔

اس وقت شیخ نجم الدین صغریٰ ایک صوفہ تعمیر کرا رہے تھے۔ انہوں نے خواجہ غریب نواز کی طرف سے بے رخی برتی۔ اس بے رخی کے برتاؤ سے خواجہ غریب نواز کو رنج ہوا۔

---

[1] تفصیل "معین الہند" صفحہ ۱۰۴، ۱۰۷ میں درج ہے۔

آپ نے شیخ نجم الدین صغریٰ سے فرمایا:

"اے نجم الدین! ایسی کیا تجھ پر بلا آئی کہ شیخ الاسلامی کے نشے میں انسانیت سے درگزرا، اور راہ و رسم دیرینہ اور وضع داری قدیم کو یک بارگی ترک کیا۔"

شیخ نجم الدین صغریٰ یہ سن کر شرمندہ ہوئے۔ آپ نے خواجہ غریب نواز کے قدموں پر سر رکھا۔ معذرت کے خواہاں ہوئے اور عرض کیا:

آپ سے رشک وحسد

"میں پہلے جیسے آپ کا مخلص تھا، ویسا ہی اب ہوں، مگر قطب الدین کاکی نے میری منزلت برباد کر دی ہے۔ جب سے وہ آپ کا مرید یہاں آیا ہے تمام مخلوق اس کی طرف رجوع ہے، میں برائے نام شیخ الاسلام ہوں، کوئی میری پرسش نہیں کرتا۔"

دراصل شیخ نجم الدین صغریٰ کو خواجہ غریب نواز سے شکایت تھی کہ [1]

"تو خلیفہ خود را دراں جا گذاشتی کہ ہمہ مردم شہر دہلی بر درش چنداں ہجوم دارند کہ کسے مرا بیک برگ سبزے ہم یاد نمی کنند۔"

ترجمہ: آپ نے اپنے خلیفہ کو اس جگہ چھوڑ دیا ہے۔ دہلی کی ساری مخلوق اس کے در پر جمع رہتی ہے اور مجھ کو ایک سبز پتے سے بھی کوئی یاد نہیں کرتا۔ کوئی میری پرسش نہیں کرتا۔

---

[1] سیر الاقطاب (فارسی) ص ۱۵۷

اجمیر کو روانگی

یہ سُن کر خواجہ غریب نواز مسکرائے ۔ آپ نے شیخ نجم الدین صغریٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :

"تو خاطر جمع رکھو۔ میں اس بار گراں کو جو تیرے دل پر ہے، اپنے ہمراہ اجمیر لے جاؤں گا۔"

دہلی سے روانگی کے وقت حضرت خواجہ غریب نواز نے حضرت قطب صاحبؒ سے فرمایا :[1]

"بابا قطب الدین تو ہمراہ ہم بیا کہ بعضے مردماں ایں جا از تو ناراض اند۔"

ترجمہ : بابا قطب الدین تم بھی میرے ہمراہ آؤ (چلو) کیوں کہ بعض لوگ تم سے یہاں خفا ہیں۔

خواجہ غریب نواز نے دہلی سے اجمیر کو روانہ ہوتے وقت حضرت قطب صاحبؒ کو اپنے ہمراہ لیا پس حضرت قطب صاحب بر کاب سعادت اپنے پیر و مرشد روانہ ہوئے۔ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ لوگ آپ کے پیچھے ہو لئے۔ حضرت قطب صاحب دہلی میں اس قدر ہر دل عزیز تھے کہ آپ کی جُدائی کسی کو گوارا نہ تھی۔ سلطان شمس الدین التمش کو جب یہ خبر ملی تو وہ خواجہ غریب نواز کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ سے عرض کیا :

"حضور! قطب صاحب کو اجمیر نہ لے جائیں یہیں رہنے دیں۔"

خواجہ غریب نواز کو لوگوں کی دل شکنی پسند نہ تھی۔ جب آپ نے دیکھا کہ دہلی کے لوگ حضرت قطب صاحب کے جانے سے رنجیدہ ہیں تو آپ نے حضرت

---

[1] سیر الاقطاب (فارسی) صـ ۱۵۷

قطب صاحب سے فرمایا :

"بابا قطب! تم یہیں رہو۔ تمہارے جانے سے اہلِ شہر پریشان و بے قرار ہیں، میں نہیں چاہتا کہ اتنے لوگوں کے دلوں کو تمہاری آتشِ جدائی سے کباب کروں۔ میں نے اس شہر کو تمہاری حمایت میں چھوڑا"

حسبِ فرمان پیرو مرشد حضرت قطب صاحب واپس آگئے، اور دہلی میں رہنے لگے۔

شوقِ قدم بوسی کچھ مدت دہلی میں قیام فرمانے کے بعد حضرت قطب صاحب اپنے پیرو مرشد کی قدم بوسی کے لئے بے چین ہوئے۔ آپ نے ایک عریضہ اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔

آپ کے پیرو مرشد کا جواب آیا کہ[1] :

"ما نیز می خواستیم تا آں فرزند ارجمند را بطلبم دریں اثنا مراسلہ رسید۔ می باید کہ زود بیائید کہ ایں ملاقات آخر لیست در دنیا"

ترجمہ : میں بھی چاہتا تھا کہ فرزند ارجمند کو بلاؤں کہ اسی اثنا میں مراسلہ ملا۔ تم کو چاہیے کہ جلد آؤ کہ یہ ملاقات اس دُنیا میں آخری ہے۔

پیرو مُرشد کی خدمت حضرت قطب صاحب یہ جواب ملتے ہی اجمیر شریف روانہ ہوگئے۔ اجمیر پہنچ کر آپ اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ خدمت بابرکت میں رہنے لگے۔

---

[1] سیر الاقطاب (فارسی) ص۱۵۸

آخری مجلس کے حالات حضرت قطب صاحب نے اس طرح تحریر فرماتے ہیں:[1]

"..... چوں خواجہ ایں تمام کرد بگریست۔ فرمود کہ اے درویش! مارا کہ ایں جا آوردہ اند مدفن ما ایں جا خواہد بود۔ میان چند روز ما سفر خواہیم کرد۔"

ترجمہ: ..... حضرت خواجہ یہ فرما کر رونے لگے۔ فرمایا کہ اے درویش اس سرزمین میں جو مجھے پہنچایا گیا ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ یہیں میری قبر بنے گی۔ چند دنوں میں ہم سفر کریں گے۔

تبرکات کی سپردگی

اسی مجلس میں حضرت خواجہ غریب نواز نے احکام نافذ فرمائے۔ حضرت قطب صاحب تحریر فرماتے ہیں:[2]

"شیخ علی سنجری حاضر بود اورا فرمان شد کہ مثال بنویس۔ بر دست شیخ قطب الدین بختیار کاکی بابدہ تا در دہلی رود کہ خلافت اورا دادیم کہ دہلی مقام اوست۔

بعد ازاں مثال تمام شد۔ بر دست دعاگو داد۔ روئے بر زمین آوردم۔ فرمان شد کہ نزدیک بیا۔ نزدیک ترشدم۔ دستار باکلاہ بر سر من بدست خود نہاد، عصائے شیخ عثمان ہارونی رح ورداء در بر دعاگو کرد و مصلحت و مصلا نیز داد۔

فرمود ایں امانتے است از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ از خواجگان چشت بمارسیدہ است من ترا دادم۔ باید کہ چنانچہ از ایشاں ما بجا آوردیم شما نیز حق ایں بجا آرید۔ تا فردائے قیامت

---

[1] دلیل العارفین [2] دلیل العارفین۔

میان خواجگان مارا شرمندہ نگردانی۔

ترجمہ: شیخ علی سنجری حاضر تھے۔ ان کو حکم دیا کہ فرمان لکھا جائے اور ہمارے شیخ قطب الدین بختیار کاکی کو دیا جائے تاکہ وہ دہلی جائیں۔ ہم ان کو خلافت دیتے ہیں، اور دہلی ان کے قیام کے لئے تجویز کرتے ہیں۔

پھر جب فرمان مکمل ہو گیا۔ دعاگو (قطب صاحب) کو عطا فرمایا۔ میں آداب بجالایا۔ حکم ہوا کہ نزدیک آ۔ میں اور نزدیک ہو گیا۔ دستار اور کلاہ اپنے دست مبارک سے میرے سر پر رکھا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا عصا اور خرقہ عنایت فرمایا۔ قرآن مجید اور مصلا بھی عنایت فرمایا۔ ارشاد فرمایا فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس امانت ہے جو خواجگان چشت کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے، میں تم کو یہ سونپ رہا ہوں۔ تم کو لازم ہے کہ جس طرح ہم نے ان چیزوں کو اپنے پاس رکھا ہے، تم بھی اسی طرح رکھو گے، تاکہ کل قیامت کے دن خواجگان کے سامنے مجھے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

حضرت قطب صاحب فرماتے ہیں[1] کہ اس کے بعد

"دعاگو سر بر زمین آورد۔ دوگانہ نماز گزارد۔

فرمود، برو۔ بخدا سپردم و ترا بمنزل گاہ عزت رسانیدم۔"

ترجمہ: دعاگو (قطب صاحب) پھر آداب بجالایا۔ دو رکعت

---

[1] دلیل العارفین۔

نمازِ شکرانہ ادا کی۔

ارشاد ہوا، جاؤ۔ میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا، اور مقامِ عزت اور بزرگی پر فائز کیا۔

پیرومرشد کی نصیحت حضرت قطب صاحب کے پیرومرشد خواجہ غریب نواز نے آپ کو نصیحت فرمائی کہ چار باتیں بڑی خوبی کی ہیں۔ ان پر عمل کرنا باعثِ خیر و برکت ہے۔ ان چاروں باتوں میں سے :

پہلی بات تو ایسی درویشی ہے کہ جس سے تونگری ظاہر ہو۔

دوسری بات بھوکوں کا پیٹ بھرنا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ غم کی حالت میں خوشی کا اظہار کرے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر کوئی دشمنی سے پیش آئے تو جواب میں دوستی کا مظاہرہ کرے۔

پیرومرشد کی دعا اس آخری مجلس کا واقعہ ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے حضرت قطب صاحب سے فرمایا :

"آؤ"

حضرت قطب صاحب آگے بڑھے۔ قدم بوس ہوئے۔ خواجہ غریب نواز نے فاتحہ خیر پڑھ کر فرمایا :[1]

"رفتے نہ خراشی۔ مرد شدہ بباش"

ترجمہ : رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ مرد بن کر رہو۔

اجمیر سے واپسی حضرت قطب صاحب اپنے پیرومرشد سے رخصت ہو کر دہلی واپس تشریف لائے اور دہلی میں سکونت اختیار کر کے

---

[1] دلیل العارفین۔

بقیہ عمر وہیں گذاری۔

عظیم صدمہ

آپ کی روانگی کے بیس دن بعد آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی واصل بحق ہوتے۔

آپ کا خواب

جس دن آپ کو اپنے پیر و مرشد کی وفات شریف کی خبر موصول ہوئی آپ حالت غم و رنج میں مصلے پر نماز پڑھ کر لیٹ رہے۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد کو خواب میں دیکھا، آپ قدم بوس ہوئے کیفیت حال دریافت کی۔ ارشاد ہوا کہ[1]

"خدا وند تعالےٰ نے رحمت خاص سے نوازا اور فرشتوں اور ساکنانِ عرش کے نزدیک جگہ دی۔ میں یہیں رہتا ہوں"

ازواج و اولاد

آپ کی پہلی شادی آپ کے وطن اوش میں ہوئی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کا عقد ایک خاتون کے ساتھ کر دیا۔ تین روز بعد حضرت قطب صاحب نے بیوی کو طلاق دے دی۔ اس شادی سے آپ کے اوراد میں فرق آیا اور یہ بات آپ کو گوارا نہ ہوئی۔

حضرت قطب صاحب کا ورد تھا کہ رات کو سوتے وقت تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے جو درود شریف آپ پڑھتے تھے وہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَسَلِّمْ

شادی کے بعد آپ تین شب درود شریف نہ پڑھ سکے۔

تیسرے دن آپ کے ایک مرید نے جن کا نام رئیس احمد تھا، خواب دیکھا کہ

---

[1] دلیل العارفین صفحہ ۵۶۔

ایک عالی شان محل ہے، خلقت کا ہجوم ہے، اور ایک شخص جس کی صورت نورانی ہے، محل میں بلا تکلف آجا رہے ہیں۔ لوگوں کا پیغام لے کر محل میں جاتے ہیں، اور پیغام کا جواب لے کر باہر آتے ہیں ــــ انہوں (رئیس احمد) نے محل اور ان بزرگ کے متعلق ایک شخص سے معلوم کیا۔ اس شخص نے ان کو بتایا کہ سرورِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس محل میں تشریف رکھتے ہیں اور وہ بزرگ جو آتے جاتے ہیں، ان کا نام حضرت عبداللہ بن مسعود ہے۔

رئیس احمد یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا، کہ ان کا پیغام بھی سرورِ عالم کو پہنچا دیں کہ وہ بھی دیدارِ منبع الانوار کا مشتاق ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود یہ پیغام لے کر محل میں گئے اور وہاں سے جواب لائے کہ سرورِ عالم کا اشارہ ہے کہ

"ابھی اس شخص میں میرے دیدار کی اہلیت اور لیاقت نہیں ہے، میرا سلام قطب الدین اوشی کو پہنچا اور میری طرف سے کہنا کہ کیا بات ہے کہ جو تحفہ وہ ہر رات ہمارے پاس بھیجتے تھے اب تین رات سے نہیں بھیجا۔"

رئیس احمد کی آنکھ کھلی تو آپ سرورِ عالم کا یہ پیغام پہنچانے کے لئے بے چین تھے۔ آپ نے حضرت قطب صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب سنایا ــــ قطب صاحب نے جو سرورِ عالم کا پیغام سنا تو کھڑے ہو گئے، اور رئیس احمد سے پوچھنے لگے: "ان کیا فرمایا ہے؟"

رئیس احمد نے عرض کیا کہ سرورِ عالم نے فرمایا ہے کہ "جو تحفہ تم مجھے ہر شب بھیجا کرتے تھے وہ تین شب سے کیوں نہیں بھیجا۔

حضرت قطب صاحب فوراً سمجھ گئے کہ تحفہ سے کیا مراد ہے۔ شادی کی

وجہ سے تین رات سے درود شریف ناغہ ہو گیا تھا۔ پس :

"خواجہ ہماں زنے کہ خواستہ بود طلبیدہ و مہرا و بدو رسانید وطلاق داد بازبہ اوراد و وظائف خود مشغول گشت"۔[1]

ترجمہ : خواجہ نے (قطب صاحب) اس عورت کو جس سے آپ کی شادی ہوئی تھی بلایا اور اس کا مہر اس کے حوالے کیا، اور اس کو طلاق دے دی، اور پھر اپنے اوراد و وظائف میں مشغول ہو گئے۔"

اس کے بعد آپ نے ایک مدت تک شادی نہیں کی۔

دوسرا نکاح آپ نے دوسری شادی دہلی میں سکونت اختیار کرنے کے بعد کی۔ یہ شادی آپ نے آخری عمر میں کی[2] آپ کے دو لڑکے ہوئے، ایک لڑکے کا نام احمد تھا اور دوسرے کا نام شیخ محمد تھا۔ شیخ محمد کا سات سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ جب اُن کے انتقال پر اُن کی والدہ کے رونے کی آواز حضرت قطب صاحب کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے شیخ بدرالدین سے پوچھا کہ "یہ رونے کی آواز ہمارے گھر سے کس وجہ سے آرہی ہے؟"

انہوں نے عرض کیا : "حضور کے صاحبزادے شیخ محمد کا انتقال ہو گیا ہے۔ اُن کی والدہ رو رہی ہیں۔"

یہ سُن کر حضرت قطب صاحب نے فرمایا کہ افسوس اُن کو خبر نہ ہوئی۔ اگر ان کو خبر ہوتی تو وہ خداوند تعالےٰ سے اس کی زندگی مانگتے اور اگر :

"می خواستم می یافتم"۔ اگر مانگتا تو ضرور پاتا۔

---

[1] اقتباس الانوار [2] ایضاً۔

آپ اپنی اہلیہ محترمہ کو صبر کی تلقین فرما کر مراقبہ میں پھر مشغول ہو گئے۔[1]
آپ کی نسل آپ کے بڑے صاحبزادے خواجہ احمد سے چلی۔ آپ خواجہ
احمد تماچی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ بلند پایہ بزرگ تھے۔

مدفن وفات سے قبل ایک عید کے موقع پر حضرت قطب صاحب عیدگاہ سے واپسی پر ایک افتادہ اور غیر آباد زمین پر تشریف لائے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اب آپ کا مزارِ مبارک ہے۔ یہاں کچھ دیر تک آپ سوچ بچار میں رہے۔ جو لوگ ہمراہ تھے انہوں نے عرض کیا کہ "حضور کس فکر میں ہیں۔" آپ نے جواب دیا کہ:[2]

"مرا ازیں زمین بوئے دلہائی آید۔ مالک ایں زمین را حاضر کنید۔"
ترجمہ : مجھ کو اس زمین سے دلوں کی بو آتی ہے۔ اس زمین کے مالک کو حاضر کرو۔

مالکِ زمین حاضر ہوا۔ حضرت قطب صاحب نے اس زمین کو اپنے زرِ خاص سے خرید لیا اور اس زمین کو اپنے مدفن و مرقد مطہر کے لئے مقرر کر لیا۔[3]

جائے مدفن کی فضیلت اس جگہ کو جہاں حضرت قطب صاحب کا مزار مبارک ہے خاص فضیلت حاصل ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت اڑتے اڑتے ایک بار اس جگہ پہنچا، جہاں حضرت قطب صاحب کا جائے مدفن ہے۔ آپ کو یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ عرش سے فرش تک نور ہی نور ہے، اور نور کے طبق فرشتے آسمان سے لا رہے ہیں اور اس زمین پر ڈال رہے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ نے دریافت فرمایا کہ یہ خوب صورت جگہ

---

[1] فرشتہ جلد دوم صفحہ: ۳۸۰، ۳۸۱ [2] سیر الاقطاب (فارسی) صفحہ: ۱۵۹۔
[3] سیر الاقطاب (فارسی) صفحہ ۱۵۹۔ سیر الاولیاء۔ سالک السالکین۔

اور یہ پُر فضا مکان کس مرد باصفا کا مسکن یا مدفن ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ [1]

"ایں سرزمین مسکن و مدفن خواجہ قطب الدین محبوب اللہ است
کہ در امت رسول اللہ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پیدا خواہد بود وہم
دریں بقعہ خواہد آسود"

یہ سرزمین مسکن و مدفن اللہ کے محبوب خواجہ قطب الدین
کا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
اُمت میں پیدا ہوں گے اور اس جگہ آسودہ ہوں گے۔

آخری ایام

ایک روز شیخ علی سنجری کی خانقاہ میں محفل سماع ہو رہی تھی۔ صاحب حال اور اہلِ کمال درویش محفل میں شریک تھے۔ حضرت قطب صاحب بھی بہ نفس نفیس تشریف رکھتے تھے۔ قوال یہ شعر پڑھ رہے تھے

عاشق رویت کجا بیند مکیں
بستہ رویت کجا یابد خلاص

حضرت قطب صاحب پر وجد طاری ہوا۔ قوال اس شعر کو کچھ دیر تک گاتے رہے۔ اس کے بعد قوالوں نے حضرت احمد جامؒ کی غزل گانا شروع کی ــــــ جب صلاح الدین اور اس کے لڑکوں، کریم الدین اور نصیر الدین نے یہ شعر پڑھا

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

تو حضرت قطب صاحب پر ایسا وجد طاری ہوا کہ آپ اس کیفیت میں بے ہوش ہو گئے۔ قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ بدر الدین غزنوی آپ کو اسی حالت میں مکان پر

---

[1] روضۃ الاقطاب صفحہ: ۲۸۔

لائے، قوال بھی ساتھ آئے۔ قوالی ہوتی رہی۔ جب آپ کو کسی قدر ہوش آتا تو آپ اس شعر کی تکرار کا حکم فرماتے اور پھر آپ پر وجد طاری ہو جاتا۔ چار روز تک آپ پر یہ کیفیت رہی۔ آپ بے ہوش تھے۔ نماز کے وقت آپ کو ہوش آجاتا۔ آپ نماز ادا کرتے، اور پھر وہی حالت ہو جاتی۔

تیسرے روز آپ کے ہر بُنِ مُو سے تسبیح اسم ذات کی آواز آتی تھی اور ہر بُنِ مُو سے خون کے قطرے ٹپکنے لگتے، جو قطرہ زمین پر گرتا اس سے نقش اللہ پیدا ہوتا اور اس دلکش نقش سے اللہ کی آواز آتی تھی۔ دوسرے روز ہر بُنِ مُو سے سُبحان اللہ کی آواز آتی تھی اور خون کا قطرہ جو گرتا اس سے نقش سُبحان اللہ ظاہر ہوتا[1]

قوالی جاری رہی۔ جب قوال پہلا مصرعہ پڑھتے تو حضرت قطب صاحب کے قالب سے روحِ مبارک غائب ہو جاتی اور جب قوال دوسرا مصرعہ پڑھتے، تو روحِ مبارک واپس آجاتی۔ جب آپ آہ کرنا یا نعرہ لگانا چاہتے تو قاضی حمید الدین ناگوری آپ کا دہنِ مبارک بند کر دیتے اور کہتے کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ساری دنیا کو جلا دیں۔ آپ کا دہن مبارک تو بند رہا، لیکن آپ کا جسم مبارک سوختہ و گداختہ ہو گیا۔[2]

آپ کی نبض دیکھ کر حکیم شمس الدین نے کہا:

"یہ مرضِ عشق ہے۔ آتشِ عشق نے دل و جگر کو بالکل جلا دیا ہے۔
اب علاج کی کوئی گنجائش نہیں۔"

آپ پر ۱۰ ربیع الاول ۶۳۳ھ کو کیفیت طاری ہوئی تھی۔ چار شبانہ روز یہی حالت رہی۔ پانچویں شب میں جب کہ مصرعہ اولیٰ کی تکرار ہو رہی تھی قطب الاقطاب

---

[1] سیر الاقطاب (فارسی)، صفحہ: ۱۶۰۔ سالک السالکین جلد دوم۔ خزینۃ الاصفیاء۔
[2] روضۃ الاقطاب صفحہ: ۹۹۔ سالک السالکین جلد دوم

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے ۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۳ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۲۳۵ء کو رحلت فرمائی۔

آپ کی وفات کی خبر دہشت اثر سے دہلی میں کہرام مچ گیا۔ سلطان شمس الدین التمش، دہلی کے فقراء، مشائخ، صوفی، عوام اور خواص غرض سب ہی نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

آپ کی وصیت

جنازہ جب تیار ہو گیا تو مولانا ابو سعید نے حضرت قطب صاحب کی وصیت بیان کی۔ آپ نے کہا کہ:[1]

"حضرت خواجہ ما وصیت فرمودہ کہ امامت جنازہ من کسے کند کہ از او بند شش بحرام نہ کشادہ باشد و سنت نماز عصر و تکبیر اولے گاہے ازو فوت نہ شدہ باشد"

ترجمہ: ہمارے خواجہ نے وصیت فرمائی ہے کہ میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے کہ جس نے کبھی حرام نہ کیا ہو اور جس سے سنت عصر اور تکبیر اولے کبھی فوت نہ ہوئی ہو۔

نمازِ جنازہ

جب حضرت قطب صاحب کی یہ وصیت لوگوں کو معلوم ہوئی تو لوگ حیران تھے کہ آخر وہ کون خوش قسمت شخص ہے کہ جو آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائے گا۔ کچھ دیر سکوت طاری رہا۔ آخر سلطان شمس الدین التمش آگے بڑھے۔ آپ نے کہا کہ:

"مجھے ہرگز منظور نہ تھا کہ کسی کو میرے حال سے آگاہی ہو۔ مگر حضرت قطب الاقطاب کی مرضی سے چارہ نہیں"

---

[1] سیر الاقطاب صفحہ: ۱۶۰۔

سلطان شمس الدین التمش نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔

جلوسِ جنازہ

آپ کے جنازہ کے ساتھ لوگوں کی کثیر تعداد تھی۔ سلطان التمش نے نماز پڑھانے کے بعد ایک طرف سے جنازہ کو کاندھا دیا اور دوسرے اہل دہلی نے باقی تین طرف سے جنازہ کو کاندھا دیا۔ آپ کو اسی جگہ پر دفن کیا گیا کہ جس جگہ کو آپ نے اپنی حیات ظاہری میں اپنی آخری آرام گاہ کے لئے منتخب فرمایا۔

• آپ کا مزار پُرانوار مہرولی (قریب نئی دہلی) میں واقع ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔ ہر سال آپ کا عرس مبارک ۱۳ اور ۱۴ ربیع الاول کو مہرولی میں بڑے تزک و احتشام سے ہوتا ہے۔ اجمیر میں بھی آپ کے چلّہ پر انُ ہی تاریخوں میں آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔

آپ کے بعض خلفاء

حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کو حضرت قطب صاحب کا خلیفۂ اکبر اور جانشین ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آپ کے بعض خلفاء حسب ذیل ہیں:

شیخ بدرالدین غزنویؒ۔ شیخ برہان الدین بلخیؒ۔ شیخ ضیاء رومیؒ۔ مولانا فخرالدین حلوائیؒ، مولانا برہان الدین حلوائیؒ۔ شیخ محمد سماجیؒ۔ شیخ احمد یمنیؒ۔ شیخ حسینؒ۔ شیخ فخیر وزیرؒ۔ شیخ بدرالدین موئے تابؒ۔ شاہ خضر قلندرؒ۔ شیخ نجم الدین قلندرؒ۔ شیخ سعدالدینؒ۔ شیخ محمود بہاریؒ، مولانا محمد جاجری۔ سلطان نصیرالدین نمازیؒ۔ بابا بحری بحر دریاؒ۔

حضرت باباصاحب کا تبرکات پانا

حضرت باباصاحب اپنے پیر و مرشد حضرت قطب صاحب کی خدمت میں رہ کر روحانی فیض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت باباصاحب اپنے پیر و مرشد حضرت

قطب صاحب کی خدمتِ بابرکت میں حاضر تھے۔ آپ ایک دم اٹھے اور ہانسی جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت قطب صاحب کو حضرت بابا فرید صاحب سے انتہائی محبت تھی۔ آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا:

"اے فرید! البتہ تم جاؤ گے"

حضرت بابا صاحب نے عرض کیا۔

"جیسا حکم ہو بجا لاؤں"

حضرت قطب صاحب نے فرمایا:

"جاؤ۔ میں کیا کروں۔ منشائے قدرت اسی طرح ہے کہ میری وفات کے وقت تم موجود نہ ہو، اور میں بھی حضرت خواجہ (حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ) کی وفات کے وقت موجود نہ تھا"

حضرت قطب صاحب نے اس قدر فرمایا اور پھر عجیب غور و خوض میں سرِ مبارک جھکا لیا ــــ پھر آپ نے سر اٹھایا، اور حاضرینِ مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

"آؤ، ہم سب مل کر اس درویش کی دین و دنیا کی نعمت کی ترقی اور استقامت کے لئے سورۂ فاتحہ و اخلاص پڑھیں"

سب نے سورۂ فاتحہ و اخلاص پڑھی۔

حضرت قطب صاحب نے بھی فاتحہ پڑھی اور بابا فرید صاحب کے واسطے دعائے خیر کی کہ:

"خداوند تعالے تجھ کو مشائخ کبار میں سے بنائے اور استقامت کے درجہ تک پہنچائے"

پھر حضرت قطب صاحب نے خاص مصلے اور عصا بابا فرید الدین گنج شکرؒ کو عنایت کیا اور فرمایا :

"میں تمہاری امانت یعنی سجادہ با خرقہ و دستار اور نعلین ، کہ جو دست بدست پیرانِ چشت سے مجھ کو پہنچی ہیں قاضی حمید الدین ناگوری کے سپرد کردوں گا اور جب تم پانچویں روز (وفات کے) ہانسی سے میری قبر پر آؤ گے ، وہ یہ امانتِ پیران تم کو پہنچا دیں گے اور خرقہ پہنا دیں گے ۔ میرے مقام کو خود اپنا مقام سمجھو اور تم اس جگہ ذوق و راحت کے ساتھ بیٹھو گے اور رشد و ہدایت کرو گے اور اپنے فیض سے خاص و عام کو فائدہ پہنچاؤ گے ۔"

قطب الاقطاب حضرت قطب صاحب نے جب یہ بات چیت ختم کی مجلس میں ایک شور برپا ہوا ۔ حاضرینِ مجلس رونے لگے ۔ سب نے حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے واسطے دعائے خیر کی۔[1]

وصیت حضرت قطب صاحب نے جس محفلِ سماع میں وصال فرمایا ، اسی محفل میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری اور حضرت بدر الدین غزنوی کو وصیت فرمائی کہ تبرکاتِ پیرانِ عظام جو ان کے پاس ہیں وہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کو جب وہ ان کے وصال کے بعد یہاں آئیں ، دے دینا ۔ حضرت بابا فرید کی امانت ان تک پہنچا دینا ، اور نہایت عزت کے ساتھ حضرت بابا فرید صاحب کو خرقہ پہناتا ۔

---

[1] روضۃ الاقطاب صفحہ : ۶۸

حضرت قطب صاحب نے اس محفلِ سماع میں تبرکات، خرقۂ خاص، عصا، نعلین چوبیں، اور دوتائی سوزنی حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری اور حضرت بدرالدین غزنوی کو دکھائے۔

خواب جس رات حضرت قطب صاحب واصل بحق ہوتے، اسی رات بابا فرید صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت قطب صاحب اُن کو بلاتے ہیں۔

یہ خواب بابا صاحب کے لئے کافی اشارہ تھا۔ آپ سمجھ گئے کہ حضرت قطب صاحب کا وصال ہوگیا۔ افتاں وخیزاں، پریشان وحیران آپ ہانسی سے روانہ ہوتے۔ آپ کی آنکھوں سے اشکوں کا دریا بہہ رہا تھا۔ ادھر حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری نے حضرت بابا صاحب کی خدمت میں ایک آدمی بھیجا۔ ہم پر حضرت بابا صاحب کی حضرت قاضی صاحب کے فرستادہ آدمی سے ملاقات ہوئی۔ وہ خط جس میں حضرت قطب صاحب کی وفات کی اطلاع تھی، حضرت بابا صاحب کو ملا۔

حضرت بابا فرید صاحب چوتھے روز دہلی پہنچے۔ پانچویں روز حضرت قطب صاحب کے مزار پُرانوار کی زیارت سے مشرف ہوتے۔

حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری اور شیخ بدرالدین غزنوی نے حسبِ فرمان قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی تمام تبرکات حضرت بابا صاحب کے سپرد کئے۔

حضرت بابا فرید صاحب نے اپنے پیرو مرشد کا خرقہ پہنا۔ اس مصلے پر دوگانہ ادا کیا۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد کے مکان میں قیام فرمایا[1]

---

[1] فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۸۲۔ سیرالاولیاء صفحہ: ۴۷۔ روضۃ الاقطاب صفحہ: ۶۹۔

کچھ دن دہلی میں قیام کر کے حضرت بابا فرید صاحب ہانسی تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: [1]

نعمتے کہ حق درحق من عطا کردہ ہمراہ من است۔ چہ در شہر وچہ در بیابان۔"

ترجمہ: خدا تعالیٰ نے جو نعمت مجھے عطا کی ہے وہ میرے ساتھ ہے خواہ شہر ہو یا جنگل۔

سیرت پاک قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نائب رسول فی الہند کے نائب ہیں۔ آپ خواجہ معین الدین حسن چشتی کے نائب خلیفۂ اکبر اور جانشین ہیں۔ آپ قطب مشائخ ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ: [2]

"از اکابر اولیاء واجلۂ اصفیا است۔"

ترجمہ: (آپ) اکابر اولیاء اور جلیل القدر صوفیائے کرام میں سے ہیں۔

آپ کی بزرگی اور برگزیدگی میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اس میں کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں کہ:

"جمیع مشائخ العصر معتقد وحلقہ بگوشش آں حضرت بودند و شانِ عظیم و رتبۂ رفیع داشت ومستجاب الدعوات بود تا ہرچہ از زبان مبارکش بر آمدے ہماں شدے و ہر کہ صحبت پاک آں حضرت اختیار کردے صاحب ولایت شدے بہر کہ نظر لطف نمودے

---

[1] روضۃ الاقطاب۔ صفحہ ۶۹ [2] اخبار الاخیار۔

از عرش تا ثریٰ ہماں ساعت اورا کشف شدے " [1]

ترجمہ : اس زمانے کے تمام مشائخ آں حضرت کے معتقد اور حلقہ بگوش تھے۔ بڑی شان والے اور بلند مرتبہ والے تھے۔ آپ کی دعا قبول ہوتی تھی۔ جو کچھ زبانِ مبارک سے فرما دیتے ویسا ہی ہوجاتا۔ جو شخص آں حضرت کی صحبتِ پاک میں رہتا وہ صاحبِ ولایت ہوجاتا اور جس پر آپ نظر ڈالتے اسی وقت اس کو عرش سے تحت تحت الثریٰ تک منکشف ہوجاتا۔

عبادات

آپ کو عبادت میں بہت لطف آتا تھا۔ آپ حافظِ قرآن تھے۔ روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ لوگوں سے چھپ کر آپ عبادت کرتے تھے۔ آپ فرائض پنج گانہ کی ادائیگی میں ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ تین سو رکعت نفل روزانہ پڑھتے تھے [2] رات کو سوتے وقت تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔

گوشہ نشینی

آپ عزلت اور گوشہ نشینی پسند فرماتے تھے، کم کھانا، کم سونا اور کم بولنا آپ کا شعار تھا۔ خالق سے مشغول تھے اور مخلوق سے بے نیاز۔

حضرت محمد گیسو دراز نے آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ ہمیشہ خاموش اور رنجیدہ رہتے تھے۔ آپ گریہ وزاری میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ دروازہ بند کئے تنہا بیٹھے رہتے۔ لوگوں سے الگ رہتے [3]

آپ کے متعلق شیخ نور بخش لکھتے ہیں کہ [4]

---

[1] سیر الاقطاب (فارسی) ص ۱۳۲ [2] مرآۃ الاسرار [3] جوامع الکلم [4] سلسلۃ الذہب

"خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کان من الاولیاء السالکین والمرتاضین والمجاہدین بالخلوۃ والعزلۃ وقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام والذکر بالدوام فی الاربعینات وفی الاحوال الباطنۃ شان کیسہ معین المکاشفین۔"

ترجمہ: خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ اولیائے سالکین اور برگزیدہ مرتاضین و مجاہدین میں سے تھے۔ خلوت اور گوشہ نشینی میں بسر کرتے، کم کھاتے، کم سوتے، کم بولتے، اور پوشیدہ طور پر ذکر میں مشغول رہتے۔ اپنے حالات کو چھپانے میں کوشاں رہتے۔

شب بیداری اوّل اوّل تو آپ کچھ دیر رات کو سوتے اور تھوڑا آرام فرماتے۔ لیکن آخر عمر میں رات کا آرام اور سونا آپ نے ترک کر دیا تھا۔ راتوں کو جاگتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر جلی و خفی میں مشغول رہتے[1]

فقر و فاقہ حضرت قطب صاحب کو اپنے فقر و فاقہ پر فخر تھا۔ آپ کی زندگی نہایت عسرت، سختی اور تنگی میں گزری تھی۔ آپ کو آپ کے اہل و عیال کو اور آپ کے وابستگان کو اکثر فاقہ رہتا تھا۔ لیکن کسی پر یہ ظاہر نہ کرتے تھے کہ گھر میں فاقہ ہے[2] فاقہ کی حالت میں بھی صبر و شکر کا دامن تھامے رہتے۔

ابتدائے حال میں آپ کے گھر میں دسترخوان، رکابی اور پیالہ تک نہیں تھا۔

نذرانہ سے انکار آپ نذرانہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ سلطان شمس الدین التمش نے کچھ روپے اور اشرفیاں

---

[1] سیر الاولیاء [2] راحت القلوب۔

آپ کی خدمت میں بھیجیں، اور آپ سے استدعا کی کہ یہ نذرانہ آپ قبول فرمائیں
آپ نے قبول نہیں کیا [1]

پیرانِ عظام کی پیروی

آپ اپنے پیرانِ عظام کی پیروی اپنے لئے باعث سعادت اور نجات سمجھتے تھے اور اس میں سخت کوشاں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سلطان التمش کا وزیر حاضرِ خدمت ہوا اور چند گاؤں کا فرمان اور ایک کشتی طلائی اشرفیوں سے بھری ہوئی پیش کی۔ وزیر نے عرض کیا کہ سلطان التمش کی آرزو ہے کہ آپ اس کو قبول فرمائیں۔ یہ آپ کے خادمان اور مخلصان کے واسطے ہے۔ اس وقت بابا فریدالدین گنج شکر بھی حاضر تھے [2]

حضرت قطب صاحب مسکرائے اور فرمایا:

"میرے پیروں نے ایسی چیزیں کبھی قبول نہیں کی ہیں۔ میں بھی قبول نہیں کر سکتا ۔ ۔ ۔ اگر آج میں ان کی پیروی نہ کروں گا اور گاؤں اور اشرفیوں کو قبول کر لوں گا تو کل (قیامت کے دن) ان کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اور ان کے زمرہ میں کیوں کر شامل ہوں گا ۔ ۔ ۔"

استغراق

آپ دن رات مراقبہ میں رہتے تھے [3] نماز کے وقت آنکھیں کھولتے تھے، غسل فرماتے تھے اور تازہ وضو کر کے نماز پڑھتے۔ آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی آپ کی زیارت کے لئے آتا تو اس کو انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اطلاع ہونے پر آپ ہوشیار ہوتے تھے۔ آپ کے کیف و ... کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ سات شبانہ روز آپ عالمِ تحیر میں رہے۔ نماز ...

---

[1] تذکرۃ الاصفیاء [2] راحت القلوب [3] اسرار العارفین

بعد ہوش میں آئے۔

توکل آپ مخلوق سے کنارہ کش رہتے تھے۔ بابا فریدالدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قطب صاحب کا توکل واقعی توکل تھا۔ آپ بیس سال تک عالم توکل میں رہے۔ کسی سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ باورچی خانے کا خرچہ اس طرح چلتا تھا کہ جب ضرورت ہوتی خادم حاضر خدمت ہوتا۔ آپ کسی طرف اشارہ کر دیتے۔ جس قدر ضرورت ہو لے لو۔ جب صوفیوں کے لئے ضرورت ہوتی تو آپ مصلے کے نیچے سے اشرفیاں نکال کر خادم کو دے دیتے تھے۔ دن بھر کے خرچے میں یہ سب رقم خرچ ہو جاتی تھی۔ کوئی مسافر یا ضرورت مند آپ کے در سے خالی ہاتھ واپس نہیں آیا۔

اخفائے حال حضرت قطب صاحب اپنے حال کو لوگوں پر ظاہر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ زہد و ریاضت، عبادات و مجاہدات کو چھپاتے تھے[1] اپنے مریدوں کو بھی اس بات کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے آپ سے چلہ کشی کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت نہیں دی، اور فرمایا:

> "اس کی ضرورت نہیں، کیوں کہ ان باتوں سے بھی شہرت ہوتی ہے، اور فقیروں کے لئے شہرت کا ہونا آفت ہے۔ ہمارے پیروں میں کسی نے ایسا نہیں کیا۔"

ذوقِ سماع آپ کو سماع کا بے حد شوق تھا۔ سماع سے آپ کی طبیعت کبھی سیر نہیں ہوتی تھی، سماع میں آپ پر کیفیت طاری ہوتی

---

[1] فوائد الفواد

تو آپ کئی کئی روز بے خود اور بے ہوش رہتے تھے۔ بعض اوقات جب آپ پر وجد طاری ہوتا تو آپ کھڑے ہو جاتے اور صحن میں رقص کرنے لگتے۔ البتہ نماز کے وقت آپ کو ہوش آجاتا۔ آپ نماز ادا کرتے اور پھر پہلی سی حالت ہو جاتی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ محفلِ سماع ہو رہی تھی۔ حضرت قطب صاحب رونق افروز تھے۔ قوالوں نے یہ شعر پڑھا:

سرود چیست کہ چندیں فسونِ عشق دروست
سرود محرم عشق است و عشق محرم اوست

یہ شعر سن کر آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی۔ سات روز تک بے ہوش رہے، نماز کے وقت جب ہوش آتا تو آپ نماز ادا کر لیتے تھے۔[1]

آپ کا علمی ذوق قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ایک بلند پایہ مصنف بھی ہیں۔ ایک اچھے شاعر بھی ہیں۔ آپ کی تصانیف حسبِ ذیل ہیں:

دلیل العارفین: اس کتاب میں آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی کے ملفوظات تحریر کئے ہیں۔

زبدۃ الحقائق: یہ کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔

رسالہ: آپ نے ایک رسالہ بھی مرتب کیا ہے۔

مثنوی: ایک مثنوی بھی آپ سے منسوب کی جاتی ہے۔

آپ کا دیوان: یہ دیوان فارسی میں ہے اور شائع ہو چکا ہے۔ اس میں حضر

---

[1] فوائد السالکین

قطب صاحب کا تخلص کہیں "قطب الدین" ہے اور کہیں "قطب دین" ہے۔ آپ نے اپنی شاعری کو توحید و عرفان۔ اور حقیقت و معرفت کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔

نمونۂ کلام حسب ذیل ہے :

اے لال در ثنائے صفاتت زبان ما
وے در صفات وحدت تو عقل نارسا
بے چون و بے چگونہ و بے مثل آمدے
در کنہ ذاتِ تو نرسد عقل انبیا
موجود از وجود تو باشد ہر آنچہ ہست
فانی شوند جملہ و باشد ترا بقا
سرگشتگانِ بادیۂ عشق خویش را
ہم خود دلیل باش کہ ہستی تو رہنما
از بحر خویش قطرۂ بر قطب دین فشاں
تو بادشاہ حسنی و او بندۂ گدا

ز وصلِ یار خود بشادمانم امروز
کہ کردہ جائے اندر جانم امروز
بکام دل چشیدہ شربتِ وصل
خلاص از آتش ہجرانم امروز
نباشد احتیاجم با طبیبے
کہ کردہ یار خود درمانم امروز

زمن دُوری مجو کز دست رفتم
انیسِ خلوتِ جانانم امروز
بگیر اے غم ز قطب الدین کنارہ
کہ شادی خیمہ زد در جانم امروز

آنی کہ ترا نیست مقام و منزل | چیزے بے غیر تو نیست مارا حاصل
در ہر دو جہاں ذات تو کی می گنجد | یارب تو چگونہ جائے کردی در دل

عاشق باید کہ زرد باشد رنگش | در جملہ کائنات آید ننگش
روزے صد بار اگر کند توبہ ز عشق | چوں شیشہ دگر بار زند بر سنگش

آپؒ کی تعلیمات

حضرت قطب صاحب کی تعلیمات میں موجودہ مشکلات کا حل ملتا ہے۔ آپ کے ملفوظات بابرکات کو اپنے خلیفۂ اکبر و سجادہ نشین حضرتِ بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے بطرِیق مجالس جمع فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی اس کتاب کا نام "فوائد السالکین" رکھا۔ ذیل میں چند مجالس کے خلاصے سے حضرت قطب صاحب کی تعلیمات کی اہمیت و افادیت کا اندازہ ہو گا۔

مرشد کا فرض

حضرت قطب صاحب نے مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: [1]

"مرشد کو اس قدر قوت اور تفتیح خاطر چاہیے کہ جب طالب اس کی خدمت میں واسطے حصولِ بیعت کے حاضر ہووے اُسے

---

[1] فوائد السالکین

واجب ہے کہ ایک ہی نگاہ میں تمام الائش دُنیا جو اس کے سینہ میں ہو من کل الوجوہ نکال ڈالے اور ایسا صاف کرے کہ کوئی کدورت، رنگ اور لگاؤ دنیا کی باقی نہ رہے بعدہٗ اُسے اپنی بعیت سے ممتاز بناکر واصل الی اللہ کرے۔ اگر اس قدر قوت پیر میں نہ ہو تو جاننا چاہئے کہ پیر اور مرید دونوں بادیۂ ضلالت میں ہیں"

صاحبِ سجّادہ

حضرت قطب صاحب نے حضرت خواجہ ابو بکر شبلیؒ کی ایک درویش سے ملاقات کا حال بیان فرمایا۔ ان درویش نے حضرت ابو بکر شبلیؒ سے صاحب سجادہ کی خصوصیت ان الفاظ میں بیان فرمائی:

"اے شبلیؒ! سجادہ پر وہ متمکن ہووے اور دوسرے کا ہاتھ وہ شخص پکڑے جسے صاحبِ سجادہ ہونے کی طاقت ہو۔ اور طاقت اس کی یہ ہے کہ جس کا ہاتھ پکڑے اسے صاحبِ سجادہ بنادے"

مرد کی کمالیت

حضرت قطب صاحب نے فرمایا:

"اہلِ سلوک لکھتے ہیں کہ کمالیت مرد کی چار چیز سے پیدا ہوتی ہے، اوّل کم سونا، دوم کم بولنا، سوم کم کھانا۔ چہارم خلق سے کم صحبت رکھنی"

آپ نے پھر بابا فریدالدین گنج شکر سے مخاطب ہوکر فرمایا:

"اے درویش! جب تک تھوڑا نہ کھائے اور کم نہ سووے اور کم نہ بولے اور خلق سے صحبت کم نہ رکھے ہرگز جوہرِ درویشی حاصل نہ ہوگا۔ درویش کا گروہ وہ گروہ ہے جنہوں نے سونا اپنی ذات

پر حرام کر لیا ہے اور صحبتِ خلق کو نادانی سے بدتر جانتے ہیں۔"

آلائشِ دُنیا

آپ نے حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے درویش! حضرت عیسیٰ علیہ السلام تجرید اور تفرید میں بدرجۂ کامل اکمل تھے۔ جب انہیں آسمان پر لے گئے آواز آئی کہ انہیں الگ ہی رکھو کہ آلائشِ دنیا اُن کے ساتھ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہایت حیرت زدہ ہوئے۔ اسباب دنیوی اپنے کپڑوں میں دیکھنے لگے۔ خرقۂ شریف میں ایک سوئی اور ایک کاسۂ چوبیں پایا۔ عرض کی، بار خدایا! اس کا کیا کروں ۔۔۔ وحی ربانی ہوئی، پھینک دو۔ آپ نے اسے پھینک دیا۔ تب آسمان پر گذر ہوا۔"

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: [1]

"اے درویش! جب قلیل و کم مایہ چیز ہونے سے ایسے اولوالعزم پیغمبر پر اعتراض ہوا تو افسوس اس بزرگ کے حال پر جو دُنیا میں بالکل آلودہ ہو رہا ہے۔"

تسلیم و رضا

حضرت قطب صاحب نے فرمایا: [2]

"حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حلق پر معاندین نے چھری رکھی اور گلا کاٹنے لگے۔ آپ نے شدتِ درد سے چاہا کہ فریاد کریں، اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نے اُف کی تو نام

---

[1] فوائد السالکین [2] فوائد السالکین

آپ کا جریدۂ پیغامبری سے محروم کر دیا جائے گا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس حکم کے سننے پر اُف تک نہ کی اور نہایت صبر کے ساتھ جان جانِ آفریں کو سونپی۔"

حضرت زکریا کا واقعہ

حضرت قطب صاحب نے پھر حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا کہ:[1]

"اسی طرح جب آرہ حضرت زکریا علیہ السلام کے سرِ مبارک پر رکھا گیا اور چیرنے لگے آپ نے بھی شدت تکلیف سے آہ کرنی چاہی۔ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور وہی حکم خداوندی سُنایا۔ آپ بھی خاموش ہو رہے۔ یہاں تک کہ جسم مبارک کے آرے سے دو ٹکڑے ہو گئے۔

حضرت رابعہ بصری کا طریقہ

حضرت قطب صاحب نے فرمایا کہ:[1]

"رابعہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رسم تھی کہ جس روز اُن پر بلا نازل ہوتی آپ نہایت خوش ہوتیں اور فرماتیں کہ دوست نے میری یاد کی اور جس روز بلا نازل نہ ہوتی فرماتیں اور بدرجۂ اتم رنج کرتیں کہ کیا سبب ہوا جو آج میری یاد نہ ہوئی۔"

حسنِ اعتقاد

مُریدوں کے حسنِ اعتقاد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت قطب صاحب نے فرمایا کہ:[1]

"بغداد شریف میں ایک درویش کو کسی اتہام میں پکڑ کر قاضی

---

[1] فوائد السالکین۔

کے روبرو لائے۔ قاضی نے بعد تحقیقات کے حکم قتل کا سُنایا۔ جلاد یہ حکم سن کر درویش کو سیاست گاہ[1] میں لے گیا اور موافق قاعدہ کے قبلہ رُخ کیا اور چاہا کہ قتل کرے۔ اس درویش نے منہ قبلہ سے پھیر کر رُخ بجانب مزار اپنے پیر کے کرلیا۔ جلاد نے کہا، وقت موت منہ بجانب قبلہ کرنا چاہئے۔ درویش نے کہا کہ تُو اپنے کام میں مشغول ہو۔ میں نے منہ اپنے قبلہ کی جانب کرلیا ہے۔ وہ دونوں اسی حیص وبیص میں تھے کہ قاصد خلیفہ کا حکم لے کر آیا کہ ہم نے قصور اس درویش کا معاف کیا، لازم ہے کہ چھوڑ دیا جائے۔"

حضرت قطب صاحب نے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"دیکھو، اس کی خوش عقیدگی نے صاف قتل سے بچالیا۔"

تکبیر

ایک روز تکبیر کہنے کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی کہ درویش گلی کوچے میں تکبیر کیوں کہتے ہیں، حضرت قطب صاحب نے فرمایا کہ[2]

"یہ تو کہیں نہیں لکھا ہے کہ ہر گلی کوچے میں تکبیر کہی جائے اور نہ یہ طریقہ نیک ہے۔ البتہ واسطے شکرانہ نعمت کے تکبیر کہنا حدیث شریف میں آیا ہے کہ تکبیر کہنے سے نعمت مزید ہوتی ہے۔" بعد ازاں ارشاد ہوا: [2]

"تکبیر کے معنی حمد ہیں اور شکرِ نعمت میں حمد کرنی چاہئے۔"

خُدا کے خاص بندے

آپ نے فرمایا کہ:

"خدائے تعالیٰ کے ایسے بھی بندے

---

[2] فوائد السالکین [1] جہاں سزا دی جاتی ہے۔

ہیں کہ جب اپنی جگہ ہوتے ہیں کعبہ کو حکم ہوتا ہے کہ اسی جگہ جاوے کہ وہ بزرگ اس کا طواف کریں۔"

کھانے کا ادب

ایک روز کا واقعہ ہے کہ مجلس ختم نہ ہوئی تھی کہ حضرت قطب صاحب کے سامنے کھانا لایا گیا۔ آپ نے کھانا شروع کر دیا۔ اتنے میں شیخ نظام الدین ابوالمؤید آئے اور آداب بجا لائے۔ حضرت قطب صاحب نے التفات نہ برتا۔ سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو شیخ نظام الدین ابوالمؤید نے اس امر کی شکایت کی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے جواب دیا: [1]

"میں طاعت میں مشغول تھا۔ تجھے کیوں کر جواب دیتا، کیونکہ درویش کھانا واسطے قوت عبادت کے کھاتے ہیں۔ جب یہ نیت ہے وہ عین عبادت میں ہیں اور وقت طاعت جواب نہیں دیا جاتا۔ پس لازم ہے کہ جب کوئی کھانا کھائے تو سلام نہ کرے۔ بعد اکل طعام سلام کرے۔"

ارشاداتِ عالیہ

حضرت قطب صاحب کے چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

عارف: عارف وہ ہے کہ ہر لحظہ و ہر لمحہ اس پر عجیب حالات ظاہر ہوں اور وہ عالم سکر میں غرق ہوں اگر اس وقت اس کے سینے میں زمین و زمان و مافیہا داخل ہو جائیں اُسے ان کے اُترنے سے مطلق خبر نہ ہو۔

عارف وہ ہے کہ جس پر ایک ایک لمحہ میں ہزاروں عالمِ اسرار کھلیں، اور وہ

---

[1] فوائد السالکین۔

عالمِ سُکر میں ایسا محو ہو کہ اگر ہژدہ[۱۸۰۰۰] ہزار عالم اس کے سینے میں داخل ہوں اور باہر آئیں لیکن اس مطلق خبر نہ ہو۔

راہِ سُلوک : راہ سلوک میں درویشی دوسری چیز ہے۔ اسرار داری دوسری چیز ہے۔

- راہ سلوک میں حوصلہ وسیع چاہیئے تاکہ اسرار جگہ پکڑیں اور فاش نہ ہونے پائیں۔ کیوں کہ راز ستر دوست ہے۔
- سلطان راہِ سلوک وہ شخص ہے جو سر سے پاؤں تک دریائے محبّت میں غرق ہے اور کوئی ایسی ساعت نہیں کہ اس کے سر پر عالمِ محبت سے بارش نہ ہوتی ہو

سالک : سالک کے لئے دنیا سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں۔

محبّت : جو شخص محبّت کا دعویٰ کرے اور تکلیف کے وقت فریاد کرے وہ محبّت میں صادق نہیں بلکہ کاذب اور دروغ گو ہے۔

کامِل : جو شخص کامل ہوتا ہے وہ کبھی دوست کا راز فاش نہیں کرتا۔

- کامل اکمل ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے کسی حالت میں بھی ستر دوست فاش نہیں ہوا، اور وہ دوسرے رازوں سے واقف ہوتے چلے گئے۔

درویش : درویش وہ ہے جو بوقتِ رہروی ہزاروں ملک پاؤں کے نیچے سے نکالے اور قدم آگے بڑھائے۔

- درویش کے ایک کلمہ میں آگ اور دوسرے میں پانی ہوتا ہے۔
- درویش جب کامل ہوجاتا ہے تو جو کچھ حکم دیتا ہے وہی ہوتا ہے۔
- درویش کو مقام قرب اس وقت تک حاصل نہ ہوگا جب تک وہ سب یگانوں سے بے گانہ نہ ہوجائے اور تجرید اختیار نہ کرے اور آلائش دنیا سے پاک و صاف نہ ہو۔

جو درویش دنیا کو دکھانے کی غرض سے اچھا لباس پہنے وہ درویش نہیں

بلکہ راہِ سلوک کا رہزن ہے۔

- جو درویش خواہش نفسانی سے پیٹ بھر کر کھانا کھائے وہ نفس پرست ہے درویش نہیں۔
- درویش کو مجرد رہنا چاہئے کہ اس سے اس کے مدارج کی ترقی ہوتی ہے۔
- درویش کا فاقہ بہ اختیار خود ہے۔
- حق تعالےٰ نے تمام ملکت درویش کے اختیار میں کی ہے۔
- درویش کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ عالم تجرد میں رہے۔ ہر روز ایک ملک سے گذرے اور ترقی کرتا رہے۔

درویشی : درویشی راحت نہیں بلکہ دنیا کی مصیبتوں میں مبتلا رہنا ہے۔

- درویشی میں سب سے مشکل کام یہ ہے کہ رات کو فاقہ سے رہے، "تا کہ معراج کو پہنچے۔
- درویشی کی نعمت سے کوئی نعمت بالاتر نہیں ہے۔

مرشد : پیر میں اتنی قوت ہونا ضروری ہے کہ مرید کے قلب کی سیاہی کو اپنی باطنی قوت سے صاف کر دے اور اس کو حق تعالےٰ تک پہنچا دے۔

مرید : مرید کو پیر کے حضور و غیبت میں یکساں رہنا چاہئے اور جب اُن کا وصال ہو جائے اس وقت زیادہ ادب کرنا لازم ہے۔

اگر حضوریٔ مرشد حاصل نہ ہو اور توبہ میں لغزش واقع ہو تو اپنے پیر کے کپڑے آگے رکھے اور اُن سے بیعت کرے۔

سماع : جو لذت سماع میں ہے وہ کسی دوسری چیز میں نہیں ہے، اور وہ کیفیت ایسی ہے کہ بغیر سماع کے حاصل نہیں ہو سکتی۔

انبیاء اور اولیاء : انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور اولیائے کرام محفوظ ہیں۔

عالم سکر میں بھی کوئی فعل اُن سے خلاف شریعت سرزد نہیں ہوتا۔

حسنِ عمل : جو شخص مقام حقیقت میں پہنچا، حُسنِ عمل سے پہنچا۔

خوفِ الٰہی : خداوند تعالےٰ کے خوف کا تازیانہ بندہ کی تادیب کے لئے ہے۔ جب دل میں جگہ پاتا ہے تو دل کو پارہ پارہ کردیتا ہے۔

آدابِ مجلس : مجلس میں جب آئے جہاں خالی جگہ ہو بیٹھ جائے۔

کشف وکرامات : درحقیقت مردوہی ہے کہ کشف وکرامات کے مرتبے میں اپنی ذات کو ظاہر نہ کرے تاکہ سلوک کے کل درجات حاصل ہوجائیں۔

- کشف وکرامت کے اظہار سے بقیہ درجات سے محروم رہنا پڑے گا۔
- جو بات عقل میں نہ آئے اور عقل کی اس میں رسائی نہ ہو وہ کرامت ہے۔

اکسیر : نیک بزرگوں کے کلمات اکسیر کی خاصیت رکھتے ہیں۔

اَوراد و وظائف

حضرت قطب صاحب کے بتائے ہوئے چند اوراد و وظائف حسب ذیل ہیں:

حاجت پُوری ہونے کے لئے

حاجت پوری ہونے کے واسطے سورۃ بقرہ پڑھنا چاہیے۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قطب صاحب کو خداوند تعالےٰ سے کچھ حاجت تھی۔ آپ نے سورۃ بقرہ پڑھنا شروع کی۔ ابھی ایک ہی روز ہوا تھا، آپ نماز پورے طور پر پڑھنے نہ پائے تھے کہ آپ کا مقصد پورا ہوگیا۔[1]

---

[1] اسرارالاولیاء ص۳۸

قرآن شریف حفظ کرنے کے واسطے سورۂ یوسف کا وِرد مفید ہے۔[1]

حج کا ثواب حج کی نیت سے جو شخص اوّل ماہ ذی الحجہ میں دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ اول رکعت میں سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت سورۂ انعام۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ سے لَعَلَّمُ مَا تَکْسِبُوْنَ تک پڑھے، اور دوسری رکعت میں سُورَۃُ فَاتِحَۃ کے بعد قُلْ یَا اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ایک مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالےٰ حج کا ثواب اس شخص کے نامۂ اعمال میں لکھے گا۔[2]

آفت سے محفوظ رہنے کے واسطے حضرت قطب صاحب نے فرمایا کہ جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر گھر سے باہر نکلے۔ اس کے متعلق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالےٰ اس کے گھر کو آفت سے محفوظ رکھتا ہے۔[3]

معاش میں فراخی کے واسطے آپ نے فرمایا کہ جس شخص کی معاش میں تنگی ہو اسے چاہیے کہ اکثر اوقات یہ دُعا پڑھتا رہے:[4]

یَا دَائِمَ العِزِّ وَالمُلْکِ وَ البَقَاءِ یَا ذَا الجَلَالِ وَالجُودِ وَالفَضْلِ وَالعَطَاءِ یَا وَدُودُ ذُو العَرْشِ المَجِیدِ یَا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ

کشف و کرامات قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ بہ نظر اختصار

---

[1] فوائد السالکین صفحہ ۲۶ [2] راحت القلوب صفحہ ۹۶۔ بابا فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں کہ حضرت قطب صاحب کے اوراد میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ منقول ہے [3] بروایت حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ راحت القلوب صفحہ ۸۳ [4] راحت القلوب صفحہ ۸۳، ۸۴۔ بروایت بابا فرید الدین گنج شکرؒ۔

چند کرامتیں پیش کی جاتی ہیں جو حسب ذیل ہیں :

آپ کو سماع کا بہت شوق تھا۔ جب آپ دہلی تشریف لاتے تو آپ اور قاضی حمید الدین ناگوری سماع سنتے تھے۔ جب اس کی اطلاع سلطان شہاب الدین کو ہوئی تو وہ بہت برانگیختہ ہوا۔ اس نے کہا :

"اگر پھر مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے سماع سنا ہے تو اسی وقت دار پر کھنچوا دوں گا یا شل مین القضا جلا کر خاک سیاہ کر دوں گا۔"

حضرت قطب صاحب نے یہ سن کر فرمایا :

"اچھا اگر وہ سلامت رہے گا تو ہمیں دار پر کھنچوا دے گا، یا جلا کر خاک کر دے گا۔"

اس مہینے میں سلطان شہاب الدین خراسان کی طرف چلا گیا[1] چند روز کے اندر ہی اندر اس کا انتقال ہو گیا[2]

حضرت قطب صاحب ملتان میں مقیم تھے۔ قباچہ بیگ (ناصر الدین قباچہ) ملتان کا حاکم تھا۔ ایک دن وہ حضرت قطب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ :

"مغلوں کا لشکر ملتان فتح کرنے آیا ہے۔ مجھے مقابلہ و مجادلہ کی قوت نہیں۔ خدا کے لئے میری امداد کیجئے۔"

حضرت قطب صاحب نے اس کو ایک تیر دیا اور ہدایت کی کہ :

"مغرب کی نماز کے بعد برج حصار پر برآمد ہو کر یہ تیر بذریعہ کمان دشمن کی طرف پھینک دینا اور خدا کی قدرت کا تماشہ"

---

[1] سالک السالکین جلد دوم۔ سیر الاقطاب صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳ [2] سیر العارفین صفحہ ۱۴۷

دیکھنا"

قیاچہ بیگ نے ایسا ہی کیا۔ تیر کا گرنا تھا کہ مغلوں کے لشکر نے راہِ فرار اختیار کی اور واپس چلا گیا۔[1]

ایک روز قاضی حمید الدین ناگوری کے یہاں مجلس سماع تھی —— حضرت قطب صاحب بھی رونق افروز تھے۔ سماع ختم ہونے پر قاضی صاحب نے حضرت قطب صاحب سے عرض کیا کہ حاضرین مجلس کو کھانا ملنا چاہیے۔ حضرت قطب صاحب نے اپنی آستین جھاڑی۔ پس حاضرین مجلس کے سامنے دو دو کاک مع گرم حلوے کے موجود تھے۔[2]

ایک دن قاضی حمید الدین ناگوری کے یہاں مجلسِ سماع ہو رہی تھی۔ قاضی صاحب وجد میں تھے۔ قاضی صادق اور قاضی عماد کا دہلی کے بڑے علماء میں شمار تھا۔ یہ دونوں حضرات مجلس میں پہنچے۔ اس وقت حضرت قطب صاحب کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ ریش مبارک برآمد نہیں ہوئی تھی۔ ان دونوں حضرات نے حضرت قطب صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ:

"اہلِ تصوف کے مذہب میں امرد کا محفلِ سماع میں ہونا خلاف قاعدہ ہے"

یہ سن کر حضرت قطب صاحب نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔ ہاتھوں کا پھیرنا تھا کہ اسی وقت ڈاڑھی برآمد ہوئی۔

آپ نے ان دونوں حضرات سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"میں امرد نہیں ہوں بلکہ مرد ہوں"

---

[1] سیر العارفین ص ۱۲۷ ۔ فرشتہ جلد دوم —— سالک السالکین جلد دوم [2] گنج سنابل

وہ دونوں عالم یہ کرامت دیکھ کر سخت حیران اور شرمندہ ہوئے[1]
ایک دن سلطان شمس الدین التمش حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ سرورِ دین و دنیا گھوڑے پر سوار ہیں اور ایک مقام پر جلوہ افروز ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں :

"اے شمس الدین! اس مقام پر حوض تیار کرانا کہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچے۔"

سلطان التمش نے خواب سے بیدار ہو کر حضرت قطب صاحب کو اطلاع کرائی کہ اس نے ایک خواب دیکھا ہے اور خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ حضرت قطب صاحب نے جواب میں سلطان التمش سے کہلا بھیجا کہ :

"ماجرائے خواب مجھے معلوم ہے۔ میں اس مقام پر جاتا ہوں، جہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حوض تیار کرانے کا حکم فرمایا ہے۔ تم جلد میرے پتہ پر چلے آؤ۔"

سلطان التمش ایک جگہ پہنچا۔ دیکھا کہ حضرت قطب صاحب نماز ادا کر رہے ہیں، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو سلطان التمش آداب بجالایا۔ اس نے جس جگہ سرورِ عالم کو خواب میں دیکھا تھا اسی جگہ گھوڑے کے سم کے نشان پائے۔ پانی جاری تھا۔ اسی جگہ حوضِ شمسی کی تعمیر کرائی۔
سلطان شمس الدین التمش کی داد و دہش کا بڑا شہرہ تھا۔ مشہور شاعر ناصری شاہی دربار میں باریابی کی غرض سے دہلی، حضرت قطب صاحب کی خدمت

---

[1] خزینۃ الاصفیاء، جلد دوم۔ سیر الاقطاب صہ ۱۵۲۔

بابرکت میں حاضر ہو کر دُعا کا طالب ہوا۔ آپ نے زبان فیض ترجمان سے فرمایا:

"جاؤ بہت انعام پاؤ گے"

ناصری نے چھپن[۵۶] اشعار کا ایک قصیدہ سلطان کی تعریف میں لکھا اور دربار میں پیش کیا۔ سلطان نے کچھ التفات نہ برتا۔ ناصری سخت پریشان ہوا۔ اس نے اپنے دل میں حضرت قطب صاحب سے مدد چاہی۔ مدد کا چاہنا تھا کہ سلطان نے ناصری کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

"ہاں قصیدہ پڑھو"

اس نے قصیدہ پڑھا۔ قصیدہ کا مطلع یہ ہے:

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ
تیغ تو مال و فیل زکفار خواستہ

سلطان شمس الدین التمش قصیدہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ ناصری کو چھپن[۵۶] ہزار روپے بطور انعام دئے۔ روپیہ لے کر ناصری خوش خوش حضرت قطب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سب روپے آپ کے سامنے رکھ دئے۔ آپ نے اس میں سے کچھ قبول نہیں فرمایا۔ وہ واپس وطن چلا گیا[۱]

آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے فیض کا چشمہ جاری ہے۔ سلطان المشائخ اکثر آپ کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن مزار شریف کو جاتے ہوئے آپ کو یہ خیال آیا کہ آنے جانے والوں کی آپ کو خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ جب آپ مزارِ اقدس کے قریب پہنچے تو مزارِ شریف سے یہ آواز آئی:[۲]

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

---

[۱] جوہر فریدی ص۱۸۱ [۲] سیر الاولیاء ص۵۱۰

ایک فاسق و فاجر آدمی حضرت قطب صاحب کے پائیں دفن کیا گیا۔ لوگوں نے اُسے خواب میں دیکھا کہ جنت کی سیر کر رہا ہے۔ اس سے دریافت کیا کہ کس عمل کے بدلے اسے جنت ملی۔ اس شخص نے جواب دیا :

"جب عذاب کے فرشتے میری قبر میں آئے تو آپ کی (حضرت قطب صاحب کی) روحِ مبارک کو تکلیف ہوئی پس خداوند تعالیٰ نے مجھ سے عذاب کو دُور کر دیا اور مجھ کو بخش دیا"۔[1]

آپ کا فیض باطنی جاری ہے۔ آپ کے تصرفاتِ باطنی سے لوگ اب بھی مستفیض ہو رہے ہیں۔

---

[1] فضل الفوائد

باب ۳

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری جامع کمالاتِ معنوی و صوری ہیں، آپ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے اُستاد ہیں۔ آپ ایک بہت بڑے عالم تھے اور ساتھ ہی ساتھ ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔

خاندانی حالات : آپ بخارا کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

والد ماجد آپ کے والد ماجد کا نام عطاء اللہ محمود ہے۔ آپ بخارا کے بادشاہ تھے۔ اسی لئے آپ سلطان عطاء اللہ محمود کہلاتے تھے۔

نسب نامہ پدری آپ کا نسب نامہ پدری حسب ذیل ہے:[1] شیخ محمد بن سلطان عطاء اللہ محمود بن سلطان احمد

---

[1] برہان العاشقین

بن سلطان محمد بن شیخ یوسف بن شیخ طیب بن شیخ اسمٰعیل بن طاہر بن یعقوب بن اسحٰق بن اسمٰعیل بن قاسم بن محمد بن امیرالمومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ بن قحافہ بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ (کہ جد پنجم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)

ولادت شریف : آپ ۳۶۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔

نام : آپ کا نام محمدؒ ہے۔

خطاب آپ مدینہ منورہ میں حاضر تھے۔ آپ کو "قاضی حمیدالدین ناگوری" کا خطاب بارگاہِ رسالت سے عطا ہوا۔ آپ اسی خطاب سے مشہور ہوئے۔

ابتدائی زندگی آپ نے اپنے والد ماجد کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی۔

تخت نشینی آپ کے والد ماجد نے کچھ تو ضعیفی کی وجہ سے اور کچھ محبت کی وجہ سے آپ کو تخت پر بٹھا کر خود حکومت سے کنارہ کش ہو گئے۔ اس وقت حضرت قاضی صاحب کی عمر باون سال کی تھی۔ آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دیا۔

پہلا صدمہ آپ کی شریکِ حیات بی بی ماہرو نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ حضرت قاضی صاحب کے لئے یہ صدمہ ایسا تھا کہ جس سے ان کی زندگی اور ان کے خیالات میں کافی تبدیلی واقع ہوئی۔

زندگی میں کایا پلٹ بیوی کے انتقال کے بعد حضرت قاضی صاحب اکثر تنہائی میں بیٹھ کر موت اور زندگی کے فلسفہ

کے متعلق سوچا کرتے تھے۔ اب آپ کو محسوس ہوا کہ دنیا ناپائیدار ہے۔ یہاں کی ہر چیز فانی ہے، پھر خالق سے کیوں دل نہ لگایا جائے جس کو فنا نہیں۔ آپ انہیں خیالات میں رہتے تھے۔ ایک دن شکار کے لئے نکلے۔ آپ نے ایک ہرن کا پیچھا کیا آپ نے اس کے ایک تیر مارا۔ وہ زخمی ہوا۔ جب آپ اس ہرن کے قریب پہنچے تو اس ہرن نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا:

"اے عزیز! تو بندۂ پروردگار ہے۔ مجھ بے گناہ کو کیوں مارا ہے۔ اپنے پروردگار کو کیا جواب دے گا۔"

آپ محل واپس آئے تخت و تاج کو ٹھکرا کر تلاشِ حق میں نکلے۔

کرمان میں قیام بخارا سے روانگی کے وقت آپ کے والد ماجد بھی آپ کے ساتھ ہو لئے۔ آپ کرمان پہنچے۔ کرمان میں آپ نے خواجہ ابوبکر کرمانی کے یہاں قیام فرمایا۔ کرمان میں آپ کی دوسری شادی خواجہ ابوبکر کرمانی کی لڑکی بی بی حمیرا سے ہوئی۔

تلاشِ حق آپ نے اپنے اہل و عیال کو کرمان میں چھوڑا اور خود مع والد بزرگوار کے تلاشِ حق میں نکلے۔ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کو حکم ہوا کہ محمد بن عطا یعنی حضرت قاضی صاحب کو علم لدنی تعلیم کرو۔ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے بارہ برس تک آپ کو اپنی خدمت میں رکھا اور تعلیم دی۔ جب تعلیم پوری ہو گئی، خضر علیہ السلام نے آپ کو بغداد جانے کا حکم دیا۔

بیعت و خلافت جس وقت آپ بغداد پہنچے۔ آپ کے پاس اپنی چار تصانیف تھیں۔ بغداد میں آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد نے سرورِ عالم کا جبۂ مبارک آپ کو عطا فرمایا۔ آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

زیارتِ حرمین شریفین بغداد سے آپ مکہ معظمہ گئے۔ حج کا فریضہ بجا لائے۔ وہاں سے مدینہ منورہ گئے۔ مدینہ منورہ میں آپ نے ایک سال دو مہینے اور سات دِن قیام کیا۔ ایک روز آپ کو بارگاہِ رسالت سے قاضی حمیدالدین ناگوری کا خطاب عطا ہوا۔ آپ ناگور سے واقف نہ تھے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ ناگور ہندوستان میں ہے تو آپ نے ہندوستان کا ارادہ کیا۔

ہندوستان میں آمد مدینہ منورہ سے آپ مکّہ معظمہ آئے۔ حج کیا اور تین سال تک وہاں قیام کیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر بغداد آئے اور اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بغداد سے مع جبۂ مبارک ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں کرمان پڑتا تھا۔ وہاں چند روز قیام فرمایا۔ کرمان سے اپنے اہل و عیال اور والد بزرگوار کو ساتھ لے کر پشاور پہنچے۔ پشاور میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ اپنے اہل و عیال اور والد ماجد کو وہیں چھوڑا اور خود حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اور دیگر بزرگان کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوئے۔

ناگور میں تشریف آوری آخر کار آپ ۵۶۱ھ میں ناگور میں جلوہ افروز ہوئے اور ایک بوڑھی عورت کے یہاں جو قوم کی تیلن تھی قیام فرمایا۔ ناگور کو آپ نے اپنی روحانی قوت سے فتح کیا۔ لوگوں نے آپ کا پیغامِ حق قبول کیا۔

اوش و بغداد کو روانگی ناگور میں آپ نے کچھ دنوں قیام فرمایا۔ ایک دن حضرت قاضی صاحب کو ہاتفِ غیب سے آواز آئی کہ :

"اوش پہنچ کر ہمارے قطب کو تعلیم کرو۔"

آپ فوراً اوش روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو بسم اللہ پڑھائی۔ حضرت قطب صاحب کو پندرہ پارے یاد تھے۔ آپ نے باقی پندرہ پارے حضرت قطب صاحب کو پڑھائے۔ حضرت قطب صاحب کی تعلیم کے بعد آپ بغداد روانہ ہو گئے۔

دہلی میں آمد

بغداد سے آپ دہلی روانہ ہوئے۔ راستے میں پشاور میں قیام فرمایا۔ پشاور سے اپنے اہل و عیال اور والد ماجد کو ہمراہ لے کر دہلی تشریف لائے۔ دہلی میں آپ نے ایک دھوبی کا مکان خریدا اور اس میں رہنے لگے۔

والد ماجد کا انتقال

آپ کے والد ماجد کا انتقال دہلی میں ہوا۔

دہلی میں سماع کی محفلیں

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت قاضی صاحب نے دہلی میں سماع کی محفلیں منعقد کیں۔ قاضی سعد اور قاضی عماد نے اعتراض کیا۔ بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ پہلے حضرت قاضی صاحب بغداد جا کر سماع جاری کرائیں، پھر دہلی میں بھی اعتراض کی گنجائش نہیں رہے گی۔

بغداد کو روانگی

حضرت قاضی صاحب بغداد روانہ ہوئے۔ بغداد پہنچ کر آپ نے اپنے ایک مرید کے یہاں قیام فرمایا۔ بغداد میں سماع کی سخت ممانعت تھی۔ آپ نے اپنے مرید کے یہاں شہنائی سنی۔ آپ کو تواجد ہوا جب اس کی خبر شہر میں پھیلی، وہاں ایک شور برپا ہوا، حضرت قاضی صاحب نے اپنے مرید کے یہاں ایک مجلس سماع کرائی، اور اس میں مفتی، قاضی اور شہر کے

دیگر لوگوں کو بلایا۔ بحث و مباحثہ کے بعد حضرت قاضی صاحب کی رائے سے سب نے اتفاق کیا کہ اہل حق کو سماع حلال ہے اور نا اہل کو سماع حرام ہے۔ اس دعوت میں حضرت قاضی صاحب نے بہتر (۷۲) مزامیر جمع کئے تھے، اور مکان کے صحن میں ان پر سرپوش رکھ کر رکھ دیتے تھے۔ جب قاضی صاحب نے ان مزامیر کی طرف توجہ کی وہ آواز دینے لگے۔ حاضرین پر وجد طاری ہوا۔ سب نے اقرار کیا کہ سماع اہل کے واسطے مباح ہے۔ اور اہلیت ایک ایسی چیز ہے جس کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جو سماع کا اہل ہوتا ہے وہ اس کے اہل کو پہچان لیتا ہے۔ عام لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

واپسی دہلی بغداد سے حضرت قاضی صاحب دہلی واپس آئے ـــــ حضرت قطب صاحب اور آپ سماع سنتے تھے۔ حضرت قاضی صاحب کا اقتدار بعض لوگوں کو ناگوار تھا۔ انہوں نے سماع کی آڑ میں آپ کی مخالفت شروع کی۔ قاضی سعد اور قاضی عماد کو حضرت قطب صاحب کی ایسی بددعا لگی کہ ان دونوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔

آپ کا ناگور کا قاضی ہونا سلطان شمس الدین التمش نے آپ کو ناگور کا قاضی مقرر کیا۔ آپ نے اس عہدہ کو قبول کیا۔ تیس سال تک آپ نے قضاء کے عہدے کو زینت بخشی۔ آپ نے قصبہ رحل آباد کیا۔ بہ فرمان سرور عالم آپ حرمین شریف چلے گئے اور قضاء کا عہدہ اپنے دوسرے لڑکے مولانا ظہیر الدین صاحب کو سپرد فرمایا۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے دہلی واپس تشریف لائے۔

ازواج و اولاد آپ نے دو شادیاں کیں۔ آپ کی پہلی شادی بی بی ماہرو سے ہوئی تھی۔ آپ کی دوسری شادی بی بی حمیرا سے ہوئی۔

ان سے سات لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں کے نام حسب ذیل ہیں :
مولانا ناصح الدین۔ مولانا احمد ظہیر الدین۔ شیخ علیم الدین۔ شیخ حسام الدین۔ شیخ وجیہہ الدین۔ شیخ عبداللہ۔
لڑکیاں : بی بی الہدیہ۔ بی بی صاحب دولت۔

وفاتِ شریف

نمازِ تراویح میں آپ نے قرآن شریف ختم کیا۔ نماز کے بعد سجدہ کیا، اور سجدہ میں انتقال فرمایا۔ لوگ یہ سمجھتے رہے کہ آپ سجدہ میں ہیں۔ آپ کی وفات کا حال بہت دیر میں معلوم ہوا۔ آپ نے ۹۔ رمضان ۶۴۲ھ میں وصال فرمایا[1] بوقتِ وفات آپ کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال کی تھی۔ آپ کا مزار مبارک مہرولی میں واقع ہے۔

آپ کے خلفاء

آپ کے خلفاء حسب ذیل ہیں :
شیخ احمد نہروانی۔ شیخ عین الدین قصاب۔ شیخ شاہی موئینہ تاب۔ شیخ محمود موئینہ دوز۔

سیرتِ پاک

حضرت قاضی صاحب، صاحبِ دل ہونے کے علاوہ صاحبِ علم بھی تھے۔ آپ علم ظاہر و باطن میں کمال رکھتے تھے۔ آپ کو سماع کا بہت شوق تھا۔ دہلی میں سماع کا سکہ آپ ہی نے جمایا تھا[2]

آپ کا علمی ذوق

سماع کے بارے میں آپ نے بہتر (۷۲) رسالے لکھے ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں :
طوالع الشموس شرح اسمائے حسنہ۔ لوائح۔ لوامع۔ مطالع شرح چہل حدیث۔ کتاب ہفت اجاب۔ رسالہ (قاضی حمید الدین ناگوری)

---

[1] سفینۃ الاولیاء، گلزار ابرار [2] فوائد الفواد صفحہ ۱۹۵

آپ کی تعلیمات

آپ کی تعلیمات اسرار حقیقت و معانی طریقت کا بیش بہا خزانہ ہیں۔

خدا کے ساتھ معاملہ

آپ نے فرمایا کہ :[1] "جس شخص کا خدا کے ساتھ معاملہ نہیں ہے، اس کی بات کسی کے دل میں اثر نہیں کرتی۔ تو معلوم کر کہ نماز میں تکبیر مقام ہیبت ہے۔ قیام مقام قربت ہے۔ قرأت مقام مکالمت ہے۔ رکوع مقام خوف ہے۔ سجود مقام شاہدہ ہے۔ قعود مقام الفت ہے۔"

چار قبلے

آپ نے فرمایا کہ :[2] "قبلے چار ہیں :

۱۔ قبلہ جوارح ہے جو تمام مومن مسلمانوں پر فرض ہوا۔ جس کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔

۲۔ قبلہ دل ہے کہ اصحاب طریقت کو اس سے توجہ ہے اور اس میں ان کی مشغولی ہے۔

۳۔ قبلہ پیر ہے کہ مریدوں کی توجہ شیخ کی جانب ہو۔

۴۔ قبلہ وجہ اللہ ہے اور تمام قبلوں کو محو کرنے والا ہے اور رسل و انبیاء و جملہ اخص اولیاء کی توجہ اس جانب ہے۔"

بعض اقوال

آپ کے بعض اقوال حسب ذیل ہیں :

فراموشی نفس یاد حق ہے۔ پس وہ دل نہیں مرتا جو اس صفت

---

[1] رسالہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری۔ [2] رسالہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری۔

سے متصف ہو جس کو یادِ حق نہیں ہے، وہ فانی ہوگا۔[1]

- ہر چیز کی غایت ہے، اور غایتِ عبادت کی عقل ہے۔ اس واسطے کہ عبادت بے علم رنج بیہودہ ہے اور علم بے عقل دردِ سر ہے، اور محبت روزِ قیامت یہی عقل ہے۔
- احوالِ درویش بسیاری محبت و شیوخ ہے۔ جب درویشوں کو محبت غالب ہوتی ہے۔ دوست کی تجلّی میں اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ اس وقت دوسرے کسی کا خیال نہیں رہتا۔[2]
- روزہ، مجازی کھانے پینے سے باز رہنا ہے۔ روزہ حقیقی خواب و بیداری میں اور اُٹھتے بیٹھتے عبادت میں رہنا ہے۔

کرامات

بغداد سے دہلی آتے ہوئے آپ کو ایک جوگی جس کا نام گیان ناتھ تھا ملا۔ اس نے آپ کو کسی گھاس کی جڑ پیش کی، جس سے اکسیر بنتی تھی۔ حضرت قاضی صاحب نے وہ جڑی دریا میں پھینک دی۔ جوگی نے افسوس کیا۔ آپ نے دریا میں ہاتھ ڈال کر اس جڑی کو نکال دیا۔ پھر آپ نے اس سے آنکھیں بند کرنے کو فرمایا۔ جب اس نے آنکھیں بند کر کے کھولیں، وہ عرش سے تحت الثریٰ تک دیکھ سکتا تھا۔ ہر چہار طرف سونا نظر آتا تھا، وہ جوگی بہت متاثر ہوا، اور آپ سے بیعت ہوا۔

ایک مرتبہ دہلی میں بارش نہیں ہوئی۔ بادشاہ نے مشائخ سے دُعا کی درخواست کی۔ حضرت قاضی صاحب نے سماع کی فرمائش کی۔ بادشاہ نے کھانے اور سماع کا انتظام کیا۔ کھانے کے بعد سماع شروع ہوا۔ ایسی بارش ہوئی کہ لوگ کہنے لگے کہ اب رک جائے تو بہتر ہے۔[3]

---

[1] انوار الاولیاء۔ [2] انوار الاولیاء۔ [3] خیر المجالس (اردو ترجمہ) صفحہ ۳۰۔

باب ۴

حضرت شیخ بدرالدین غزنوی

حضرت شیخ بدرالدین غزنوی مقبول بارگاہِ ایزدی ہیں۔ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مُرید اور خلیفہ ہیں۔۔۔ آپ غزنی کے رہنے والے ہیں۔

آپ کا خواب

آپ نے ایک رات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آں حضرت مع صحابہ کرام اور مشائخ عظام تشریف فرما ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر ایک درویش کے سپرد کیا اور فرمایا:

"اے بدرالدین! تو اس درویش کا مرید ہو۔ وہ درویش جوان تھے، اور ابھی ڈاڑھی نکل رہی تھی۔ ان درویش کا نام خواجہ قطب الدین ہے۔"

پیر کی تلاش

خواب سے بیدار ہو کر آپ نے یہ ارادہ کیا کہ جو درویش خواب میں دکھائے گئے ہیں۔ انہیں تلاش کریں گے۔ پیر کی تلاش

آپ کو شہر بہ شہر لئے پھری۔ اس تلاش میں آپ حیران و سرگرداں پھرتے رہے۔ اپنا گھر چھوڑا، اپنا وطن چھوڑا، اپنے ماں باپ، عزیز و اقربا کو چھوڑا۔ آپ غزنی سے روانہ ہوئے۔ اس سفر کا حال آپ نے خود ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاؒ سے بیان کیا۔ آپ نے ان کو بتایا کہ:

"میں غزنی سے لاہور آیا تو ان دنوں لاہور بالکل آباد تھا۔ کچھ مدت میں وہاں رہا۔ پھر وہاں سے میرا ارادہ سفر کا ہوا۔ ایک دل یہ چاہتا تھا کہ دہلی جاؤں، اور کبھی چاہتا تھا کہ واپس غزنی جاؤں۔ میں شش و پنج میں تھا۔ لیکن دل کی کشش غزنی کی طرف زیادہ تھی، کیوں کہ وہاں ماں باپ، بھائی اور خویش و اقربا رہتے تھے۔ اور دہلی میں ایک داماد کے سوا اور کوئی نہ تھا۔"

فال آپ کچھ طے نہ کر سکے کہ کدھر جائیں۔ آخر کار آپ نے یہ طے کیا کہ قرآن شریف کی فال دیکھنا چاہئے اور جیسا کچھ فال میں نکلے گا اس کے مطابق قدم اٹھانا چاہئے۔ آپ خود فرماتے ہیں: [1]

"مختصر یہ کہ میں نے قرآن شریف سے فال دیکھنے کا ارادہ کیا۔ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے غزنی کی نیت سے دیکھا تو عذاب کی آیت نکلی۔ پھر دہلی کی نیت سے دیکھا تو بہشتی ندیوں اور بہشت کے اوصاف کی آیت نکلی۔ اگرچہ دل تو غزنی کی طرف جانے کو چاہتا تھا۔ لیکن فال کے مطابق دہلی آیا۔"

---

[1] فوائد الفواد (اردو ترجمہ) صفحہ ۹۔

آخر کار دہلی پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں : [1]

دہلی میں آمد "جب شہر میں پہنچا تو سنا کہ میرا داماد قید میں ہے۔
میں بادشاہ کے دروازے پر آیا تاکہ اس کے حال کی اطلاع
دوں۔ میں نے دیکھا۔ تو گھر سے نکلا ہی تھا۔ ہاتھ میں کچھ روپے
لئے ہوتے تھا۔ مجھ سے بغل گیر ہوا اور نہایت خوش ہوا۔ مجھے
اپنے گھر لے گیا اور روپئے میرے سامنے لا رکھے۔ میری دل
جمعی ہوئی۔"

آپ نے خواجہ قطب الدین کے متعلق دریافت کیا۔ آپ کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ درویش جن کا نام خواجہ قطب الدین ہے اور جن کو آپ نے خواب میں دیکھا تھا، دہلی میں تشریف رکھتے ہیں۔ ایک مشہور درویش ہیں اور حضرت خواجہ قطب الدین اور حضرت قاضی حمید الدین ناگوری ایک ہی جگہ ساتھ رہتے ہیں۔ پھر آپ نے عمر کے متعلق دریافت کیا۔ آپ کو بتایا گیا کہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری ضعیف ہیں۔ ان کی عمر قریب ایک سو تیس سال کی ہے —— لیکن خواجہ قطب الدین صاحب کی جوانی کا آغاز ہے۔ قریب سترہ سال کے ہوں گے، ڈاڑھی نکل رہی ہے۔

یہ سن کر آپ کو پورا پورا یقین ہو گیا کہ وہ درویش جن کو انہوں نے خواب میں دیکھا تھا یہی بزرگ ہیں۔ آپ حضرت قطب صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بے چین تھے۔ کچھ لوگوں سے آپ کو حضرت قطب صاحب کی خانقاہ کا پتہ معلوم ہوا۔ آخر کار آپ خانقاہ پہنچے۔ خانقاہ میں اس وقت سماع ہو رہا تھا۔

---

[1] فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص۳۰۔

حضرت قطب صاحب تشریف رکھتے تھے۔[1]

بیعت و خلافت

آپ بھی جا کر باادب بیٹھ گئے۔ جب سماع ختم ہوا تو آپ نے سرِ نیاز زمین پر رکھا۔ شوقِ قدم بوسی کا اظہار کیا، اور پھر نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ:

"بندہ بدرالدین حضرت کا مرید ہونا چاہتا ہے۔"

حضرت قطب صاحب نے ارشاد فرمایا کہ[2]

"اے بدرالدین! تو میرا مُرید، اُسی رات سے ہو گیا تھا، جس رات تو نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے میرے سپرد کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اسے مُرید بنا لے، میں نے اسی رات اللہ تعالےٰ کے روبرو تجھے مُرید کر لیا تھا اور بارگاہِ الٰہی میں میں نے عرض کی تھی کہ بدرالدین غزنوی کو قبول کر!

بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوا تھا کہ 'اے قطب الدین! ہم نے تیری دُعا قبول کر لی ہے، ہم نے بدرالدین غزنوی کو قبول کر لیا ہے اور اپنا دوست بنا لیا ہے ....'"

آپ حضرت قطب صاحب کی فیض ترجمان سے یہ سُن کر بہت خوش ہوئے آپ یہ چاہتے تھے کہ خواجگانِ چشت کی رسم ادا کی جائے۔ عالمِ رویا کے علاوہ اس عالم میں بھی بیعت کا شرف بخشا جائے اور کلاہِ چہار ترکی عطا کی جائے۔ آپ نے حضرت قطب صاحب سے اس کے متعلق عرض کیا۔ حضرت قطب صاحب نے آپ

---

[1] سیر العارفین صفحہ ۱۵۰۔ [2] سیر العارفین صفحہ ۱۵۰۔

کی درخواست منظور فرمائی۔ آپ کو شرفِ بیعت سے نوازا، اور کلاہ چہار ترکی آپ کو مرحمت فرمائی۔ پھر آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا: [1]

"اے بدرالدین! آسمان کی طرف دیکھ۔"

آپ نے آسمان کی طرف دیکھا۔

حضرت قطب صاحب نے دریافت فرمایا کہ:

"اے بدرالدین تو نے کچھ دیکھا؟"

آپ نے جواب دیا کہ:

"میں نے عرش و کرسی کو دیکھا ہے۔"

پھر حضرت قطب صاحب نے فرمایا کہ:

"تو کس کا مرید ہے؟ آسمان کی طرف دیکھ کر لوحِ محفوظ میں کیا لکھا ہوا ہے؟"

آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور عرض کیا کہ:

"وہاں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ میں آپ کا مرید ہوں۔"

پھر ارشاد ہوا کہ:

"زمین کی طرف دیکھ۔"

آپ نے زمین کی طرف دیکھا اب آپ تحت الثریٰ تک دیکھ سکتے تھے۔ بیعت کے وقت آپ کی عمر ستر (۷۰) سال کی تھی۔

آپ پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر درجۂ کمال کو پہنچے۔

حضرت قطب صاحب نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ اپنے پیر و مرشد

آپ نے خرقہ بھی پایا۔ وصال سے قبل حضرت قطب صاحب نے آپ سے فرمایا کہ:[۱]

"اے بدرالدین! جو نعمت ہم نے اپنے پیر سے حاصل کی تھی وہ تجھے عنایت کی، اور اللہ تعالیٰ سے التماس کی ہے کہ تو میرا محبوب بنے۔"

پیرو مرشد کی نصیحتیں

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے آپ کو چند نصیحتیں فرمائیں جس پر آپ ساری عمر کاربند رہے۔ وہ نصیحتیں حسبِ ذیل ہیں:

"ہمارے پیروں کی پیروی کرو۔ فقر و فاقہ کو اختیار کرو۔ فقیروں اور غریبوں کو عزیز جانو۔ دنیا والوں سے میل جول نہ رکھو، دنیا سے باز رہو، گدڑی پہنو۔ ہر وقت خدا کی یاد میں مشغول رہو۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت کرو۔ دولت مندوں سے زیادہ درویشوں کی عزت کرو۔ فقیروں کے ہاتھ خود اپنے ہاتھ سے دھوؤ۔"

آپ کے سپرد خدمت

حضرت قطب صاحب نے خانقاہ کی امامت آپ کے سپرد فرمائی۔ آپ نے اس خدمت کو بہ حسن و خوبی انجام دیا۔

صدمہ

دہلی آنے کے کچھ دنوں بعد آپ کو یہ معلوم ہو کر سخت صدمہ ہوا کہ مغلوں نے غزنی کو برباد کر دیا اور آپ کے والدین، بہن، بھائی اور خویش و اقربا کو شہید کیا۔[۲]

پیرو مرشد کی خدمت

آپ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہتے تھے۔[۳] اپنے پیرو مرشد کی خدمت

---

۱ سیرالعارفین صفحہ ۱۶۰۔ ۲ فوائد الفوائد صفحہ ۶۔ ۳ فوائد الفوائد صفحہ ۱۰۱۔

کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔

پیرو مرشد کا ادب جب آپ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے تو باادب بیٹھتے، اور سر جھکا لیتے۔ آپ کے پیرو مرشد آپ کا یہ ادب دیکھ کر فرماتے[1]

بحقیقت چراغ کشتہ شود
چوں بیدل رفت از سرش روغن

ایک واقعہ ایک مرتبہ قاضی منہاج الدین کو حضرت شیخ بدرالدین غزنوی کے گھر بلایا گیا۔ قاضی صاحب نے آنے کا وعدہ کیا۔ وعظ سے فارغ ہو کر حسبِ وعدہ آپ آئے حضرت شیخ بدرالدین کے گھر پر محفلِ سماع منعقد ہوئی۔ یہ محفل بہت پُر کیف تھی۔ قاضی صاحب پر وجد طاری ہوا، اور آپ نے دستار اور جامہ وغیرہ سب پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے[2]

قاضی صاحبؒ کی چھیڑ چھاڑ قاضی منہاج الدین آپ کو "شیر سرخ" کہا کرتے تھے[3]

دُعا کے لئے التماس حضرت نظام الدین اولیاء نے ایک رات حضرت شیخ بدرالدین غزنوی سے خواب میں دعا کرنے کی درخواست کی۔ التماس امر کے واسطے دعا کرنے کی درخواست کی کہ آپ کو قرآن شریف یاد ہو جاتے[4]

آرزو آپ کو اپنے پیرو مرشد قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا خلیفۂ اکبر، جانشین اور قائم مقام بننے کی آرزو تھی[5] آپ کی یہ آرزو

[1] فوائد الفواد ص ۱۲ [2] فوائد الفواد ص ۱۵۵ [3] فوائد الفواد ص ۱۵۶ [4] فوائد الفواد ص ۶

[5] فوائد الفواد ص ۱۵۲

پوری نہ ہوئی۔

مجلسِ وعظ

آپ کی مجلس وعظ میں ہر طبقے کے لوگ ہوتے تھے۔ آپ کی مجلس میں حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ، حضرت سید مبارک غزنوی، حضرت شیخ ضیاءالدین مرید غریب، مولانا محمد حاجرمی اور قاضی حمیدالدین ناگوریؒ نے شرکت فرمائی ہے۔[1]

آخری ایام

وفات سے قبل آپ شیخ امام الدین ابدالؒ کو جو حضرت شیخ ضیاءالدین مرید غریب کے بھتیجے ہیں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اُن کو گدڑی عطا کی اور ان کے لئے دُعائے خیر کی۔[2]

آپ ہر سال نماز درازیٔ عمر پڑھا کرتے جو رجب کے آخر میں پڑھی جاتی ہے۔ جس سال آپ کا وصال ہوا، آپ نے یہ نماز نہیں پڑھی۔ جب نماز ادا نہ کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ عمر باقی نہیں ہے۔[3]

وفات شریف

آپ کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک حضرت خواجہ قطب صاحب کے قریب ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔

سیرتِ مقدس

آپ حافظ قرآن تھے اور ایک قرآن دن کو اور ایک قرآن رات کو ختم کرتے تھے۔[4] آپ ایک بلند پایہ درویش تھے۔ ایک اچھے عالم تھے۔ رات کو جاگتے تھے۔ درویشوں کی خدمت کو آپ غنیمت سمجھتے تھے۔ آپ دو سو مشائخین سے ملے اور ان سے روحانی فیض پایا۔[5] ان کی نگاہِ لطف و کرم سے آپ مالا مال ہوئے۔ آپ کی بزرگی اور برگزیدگی کے سب معترف اور معتقد

---

۱ سیر العارفین ص ۱۵۹، روضۃ الاقطاب ص ۱۰۰ ۲ سیر العارفین ص ۱۶۱۔ لطائف اشرفی بیان طوائف صوفی ص ۳۶۰۔
۳ فوائد الفواد ص ۶ ۴ سیر العارفین ص ۱۵۹ ۵ سیر العارفین ص ۱۵۶۔

تھے۔ آپ وعظ بہت کہتے تھے۔

آپ کو سماع کا بہت شوق تھا۔ باوجود ضعف اور کمزوری کے آپ سماع میں خوب رقص کرتے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ باوجود عمر اور کمزوری کے آپ اتنا رقص کیوں کرتے ہیں؟

آپ نے جواب دیا کہ[1]

"او از خود نمی رقصد عشق می رقصاند"

ترجمہ: وہ خود نہیں ناچتا ہے (بلکہ) عشق نچاتا ہے۔

آپ کو شاعری کا بھی شوق تھا۔ آپ کی غزل کا ایک شعر حسب ذیل ہے:[2]

نوحہ می کردم نوحہ گر در مجمعے
آہ زیں سوزم برآمد نوحہ گر آتش گرفت

قولِ زرّیں

آپ نے فرمایا کہ:[3]

"بے چارہ عاشق جو جمالِ ذوالجلال کا مشتاق ہے وہ حوروں کو کیا کرے"

کرامات

آپ کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات تھی۔ ایک مرتبہ آپ کے والد ماجد نے آپ سے کہا کہ:

"اگر مجھے حضرت خواجہ خضرؑ کو دکھاؤ تو بہت اچھا ہو"

ایک دن وعظ ہو رہا تھا اور آپ کے والد بزرگوار بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ ایک اونچی جگہ پر جہاں کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا، ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت

---

[1] روضۃ الاقطاب ص۲۲ [2] فوائد الفوائد ص۱۵۵ [3] سیر العارفین ص۱۶۳

بدرالدین غزنوی نے اپنے والد ماجد سے کہا کہ دیکھئے وہ حضرت خواجہ خضرؑ ہیں۔ آپ کے والد نے وعظ کے بعد ملنا مناسب سمجھا۔ جب وعظ ختم ہوا تو اس جگہ کوئی بھی نہ تھا۔[1]

ایک مرتبہ دہلی میں بارش بہت کم ہوئی۔ سلطان شمس الدین التمش آپ سے دعا کا طالب ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ :[2]

"جب تک بدرالدین زندہ ہے، کبھی دہلی میں قحط نہیں پڑے گا۔
اور نہ ہی بارش کی کمی ہوگی۔"

آپ کے یہ فرماتے ہی بارش ہونے لگی۔

آپ ہر جمعرات کو مکۂ معظمہ اور مدینہ منورہ جاتے تھے اور خانۂ کعبہ اور حضرت محمد مصطفیٰ کے روضۂ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔[3]

---

[1] سیر الاولیاء (فارسی) صـ ۱۶۵، ۱۶۶۔ [2] سیر العارفین صـ ۱۶۰۔ [3] سیر العارفین صـ ۱۶۲۔

هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝

پ ۱۸- مومنون- ۴ ع

مَطْلَبْ: وہ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔

حصّہ دوم

باب ۵

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل صاحبِ دل تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ سندِ اولیاء اور حجتِ مشائخِ وقت تھے۔ آپ مشاہدات و مقالاتِ حالی میں یکتا تھے۔ تمام مشائخ وقت آپ کے کمالات صوری و معنوی کے مقر تھے۔ آپ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے حقیقی بھائی، مُرید اور خلیفہ تھے۔

خاندانی حالات

آپ فرخ شاہ کے خاندان سے تھے۔ فرخ شاہ کابل کے بادشاہ تھے۔ جب غزنی خاندان کا عروج ہوا، فرخ شاہؒ کے ہاتھ سے حکومت نکل گئی۔ کابل پر غزنی خاندان کا قبضہ ہوا۔ اس انقلاب کے بعد بھی فرخ شاہ نے کابل نہیں چھوڑا۔ ان کی اولاد بھی کابل میں رہی۔ چنگیز خاں نے غزنی کو تباہ و برباد کیا۔ حضرت نجیب الدین متوکل کے جدِ بزرگوار کابل کی لڑائی میں شہید ہوئے [1]

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۵۹۔

آپ کے دادا حضرت قاضی شعیب فاروقی مع تین لڑکوں کے لاہور تشریف لائے۔ لاہور سے آپ قصور تشریف لے گئے۔ قصور کا قاضی آپ کے خاندان کی بزرگی، اور عظمت سے واقف تھا۔ اس نے آپ کے آنے کی اطلاع بادشاہ کو دی۔ بادشاہ نے آپ کو کھتوال میں قاضی مقرر کیا۔ آپ وہاں رہ کر اپنے فرائض انجام دینے لگے۔[1]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے والد ماجد سلطان شہاب الدین غوری کے عہد میں ملتان تشریف لائے۔ آپ ملتان سے قصبہ کھتوال میں رونق افروز ہوئے اور وہاں قاضی کے عہدے کے فرائض انجام دینے لگے۔ وہاں آپ نے شادی کی۔[2]

والد ماجد آپ کے والد کا نام شیخ جمال الدین سلیمان ہے ۔۔۔ آپ امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ علم و فضل میں آپ کو دستگاہ حاصل تھی۔

والدہ ماجدہ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام بی بی قرسم خاتون ہے۔ آپ مولانا وجیہہ الدین خجندی کی لڑکی تھیں[3] آپ ایک پاک نہاد، پاک سیرت اور پاک باطن خاتون تھیں، آپ سے کرامتیں سرزد ہوتی ہیں۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ آپ کی والدہ عبادت میں مشغول تھیں۔ ایک چور گھر میں داخل ہوا۔ اس پر آپ کی والدۂ ماجدہ کی ایسی دہشت بیٹھی کہ وہ اندھا ہو گیا۔ چور بہت گھبرایا۔ اس نے آواز دی کہ :

"میں چور ہوں اور چوری کے لئے اس گھر میں آیا ہوں۔ البتہ

---

[1] سیر الاولیاء۔ [2] سیر العارفین از مولانا جمال الدین صاحب [3] جواہر فریدی صفحہ ۱۹۱۔

یہاں کوئی ہے جس کی دہشت نے مجھے اندھا کیا۔ عہد کرتا ہوں کہ اگر بینائی آجائے تو پھر چوری نہ کروں گا۔"

آپ کی والدہ صاحبہ نے یہ سُن کر اس چور کے لئے دُعا فرمائی۔ آپ کی دُعا سے اس کی آنکھوں میں روشنی آ گئی۔ صبح وہ چور پھر آیا اور مع اہل وعیال کے مسلمان ہو گیا۔[1]

بھائی آپ کے دو حقیقی بھائی اور ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی کا نام اعزالدین محمود ہے، ان سے چھوٹے حضرت بابا فریدالدین مسعود ہیں۔ سب سے چھوٹے آپ خود ہیں۔

نسب نامہ پدری آپ کا نسب نامۂ پدری حسب ذیل ہے:

شیخ نجیب الدین بن شیخ جمال الدین سلیمان فاروقی بن شعیب فاروقی۔ بن شیخ احمد بن شیخ یوسف فاروقی بن شیخ محمد فاروقی بن شیخ شہاب الدین بن شیخ احمد المعروف بہ فرخ شاہ کابلی فاروقی بن شیخ نصیرالدین فاروقی بن سلطان محمود المعروف بہ شہنشاہ فاروقی بن شیخ شادمان شاہ بن سلطان مسعود شاہ فاروقی بن شیخ عبداللہ فاروقی بن شیخ واعظ اصغر فاروقی بن شیخ ابوالفتح کامخ فاروقی بن شیخ اسحٰق فاروقی بن حضرت ابراہیم فاروقی بن ناصرالدین فاروقی بن شیخ عبداللہ فاروقی بن امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطاب۔

ولادت شریف آپ قصبہ کھتوال میں پیدا ہوئے۔

---

[1] جواہر فریدی ص۱۹۱

نام نامی آپ کا نام نجیب الدین ہے۔

لقب آپ کا لقب متوکل ہے۔ آپ کے متوکل کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ باوجود اہل وعیال کے توکل میں یگانہ روزگار تھے۔ تنگ دستی اور عسرت میں گذر ہوتی تھی۔ ظاہرا اسباب پر نگاہ نہ رکھتے تھے۔ آپ کا توکل مثالی تھا۔

دہلی میں آمد آپ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے ہمراہ دہلی آئے۔ حضرت باباصاحب دہلی سے اجودھن تشریف لے گئے، لیکن آپ حضرت باباصاحب کے حکم کے مطابق دہلی میں رہنے لگے۔

بیعت وخلافت آپ اپنے بڑے بھائی حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر سے بیعت ہیں اور حضرت بابا فرید گنج شکر سے آپ نے خرقۂ خلافت پہنا۔

مسجد میں امامت دہلی میں ایتم نامی ایک شخص رہتا تھا۔ اس نے ایک مسجد تعمیر کی اور اس مسجد کی امامت حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کے سپرد کی اور اس شخص نے اپنی لڑکی کی شادی بڑے تزک و احتشام سے کی اور کافی روپیہ خرچ کیا۔ آپ نے اس شخص سے کہا کہ جتنا کہ اس شخص نے شادی میں خرچ کیا ہے اگر اس کا نصف خدا کی راہ میں خرچ کرتا تو نہ معلوم کیا سے کیا ہو جاتا ـــــ یہ بات اس شخص کو ناگوار گذری۔ اس نے آپ کو امامت سے برطرف کر دیا[1]

حضرت باباصاحب کو اطلاع آپ نے اجودھن جاکر اپنے بڑے بھائی حضرت بابا فریدالدین مسعود

---

[1] سیرالاولیاء، ص۰۰۰۔

گنج شکر کو اس واقعہ کی اطلاع کی حضرت بابا فرید نے یہ سن کر فرمایا:

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا

اس کے بعد آپ نے فرمایا: [1] "اگر تیری گیا ایتکری پیدا ہوگا۔"

اسی زمانے میں ایتکری نام کا ایک شخص وہاں آیا۔ اس نے اس خاندان کی بہت خدمت کی۔

حضرت نظام الدین اولیاء کی آپ سے عقیدت

حضرت نظام الدین اولیاء جب دہلی تشریف لائے، آپ کے پڑوس میں سکونت اختیار کی۔ اُن کو آپ سے کافی عقیدت تھی۔ اپنی والدۂ ماجدہ کے وصال کے بعد حضرت محبوب الٰہی زیادہ وقت آپ کی صحبت میں گذارتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے آپ سے قاضی بننے کی دُعا کرانی چاہی لیکن آپ نے دُعا نہ کی اور فرمایا کہ:

"تم قاضی نہ بنو گے، بلکہ اور ہی کچھ بنو گے۔"

ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہی نے آپ سے مرید ہونا چاہا۔ آپ نے مُرید کرنے سے انکار کیا اور فرمایا کہ اگر مرید ہونا ہے تو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی یا حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر میں سے کسی کے مُرید ہو جائیں۔

بی بی فاطمہ سام کی خدمت

آپ ایک نیک اور بزرگ خاتون تھیں۔ ان کو آپ سے انتہائی محبت اور عقیدت تھی اور آپ بھی ان کو بہن سمجھتے تھے اور ان کے حال پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ جب آپ کے یہاں فاقہ ہوتا، دوسری صبح سیر بھر کی یا آدھ سیر کی روٹیاں پکا

---

[1] سیر الاولیاء، ص

کرکسی کے ہاتھ وہ بھیج دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ اس نے صرف ایک روٹی بھیجی۔ آپ نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ:

"پروردگار! جس طرح تو نے اس عورت کو ہمارے حال سے واقف کیا ہے، شہر کے بادشاہ کو بھی واقف کرتا کہ کوئی بابرکت چیز بھیجے۔"

پھر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ:

"بادشاہوں کو وہ صفائی کہاں نصیب ہے کہ واقف ہوں۔"[1]

ایک سفر کا واقعہ

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر نے اجودھن میں سکونت اختیار کرنے کے بعد آپ کو والدہ ماجدہ کے لانے کے لئے بھیجا۔ آپ گئے۔ راستے میں آپ نے درختوں کے سائے میں بیٹھ کر آرام کیا۔ پانی کی ضرورت ہوئی۔ جب آپ پانی لے کر واپس آئے۔ والدہ صاحبہ کو اس جگہ نہ پایا۔ آپ سخت حیران اور پریشان ہوئے۔ والدہ صاحبہ کو ہر جگہ تلاش کیا لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ آخر کار ناامید ہو کر وہاں سے چلے اور حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کی خدمت میں پہنچ کر سارا قصہ عرض کیا۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر نے یہ سن کر فرمایا کہ کھانا پکائیں اور صدقہ دیں۔

ایک مدت کے بعد آپ کا پھر اسی جنگل سے گذر ہوا جب آپ اسی پیڑ کے نیچے آئے آپ کو خیال ہوا کہ اس گاؤں کے چاروں طرف جا کر دیکھیں، شاید والدہ صاحبہ کا پتہ لگ جائے، آپ نے ایسا ہی کیا۔ آپ کو آدمی کی چند ہڈیاں ملیں۔ آپ نے یہ خیال کر کے کہ شاید یہی ہڈیاں والدہ صاحبہ کی ہوں اور ممکن ہے

---

[1] قوائد الفوائد صفحہ ۱۹۹

ان کو کسی شیر یا کسی درندے نے ہلاک کر دیا ہو۔ ان ہڈیوں کو جمع کیا اور ایک تھیلے میں رکھا۔ وہ تھیلا لے کر آپ حضرت بابا فرید گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ حضرت بابا فرید گنج شکر نے یہ سن کر فرمایا کہ وہ تھیلی دکھاؤ اور اس کو جھاڑا۔ ایک ہڈی بھی برآمد نہ ہوئی۔[1]

حضرت خواجہ خضر سے ملاقات

ایک دن عید کے موقع پر آپ عیدگاہ سے گھر واپس تشریف لا رہے تھے۔ لوگ آپ کو گھیرے ہوئے تھے، اور آپ کے ہاتھ پاؤں چوم رہے تھے۔ کچھ درویشوں نے جنہوں نے آپ کو پہلے نہ دیکھا تھا، دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں، جب ان کو آپ کا نام معلوم ہوا، ان درویشوں نے آپس میں طے کیا کہ ان کے یہاں چل کر کھانا کھانا چاہئے۔ وہ درویش آپ کے پاس آئے، اور کہا کہ ان سب کے لئے کھانے کا انتظام کیجئے۔ آپ نے ان کو مرحبا کہا اور بٹھا دیا، اس روز آپ کے گھر میں فاقہ تھا۔ آپ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر کچھ ہو تو پکا لو۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ گھر میں کچھ بھی نہیں ہے، آپ نے اپنی بیوی سے کہا کہ چادر سر سے اتار کر دے دو تاکہ روٹی اور شوربا بازار سے خرید لائیں، چادر دیکھی اس میں چند پیوند لگے ہوئے تھے۔ اسے کون خریدتا۔ پھر آپ نے سوچا کہ اپنا مصلا فروخت کر دیں۔ مصلا دیکھا اس میں بھی کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ مجبور ہو کر آپ نے وہی کیا، جیسا کہ عادت فقراء ہے کہ اگر درویش صاحبِ خانہ کے پاس کچھ نہ ہو تو وہ پانی کا کوزہ ہاتھ میں لے کر پایانِ مجلس کھڑا ہو جائے۔ آپ نے ان سب درویشوں کو پانی پلایا۔ ان درویشوں نے پانی کا کوزہ ہاتھ میں لے کر

---

[1] فوائد الفوائد ص۱۰۱ - سیر الاولیاء ص۸۹،۹۰ -

تھوڑا تھوڑا پانی پیا، اور آپ سے رخصت ہوئے۔

ان درویشوں کے جانے کے بعد آپ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنے دل میں کہا:

"ایسا عید کا دن جاوے اور میرے اطفال کے منہ پہ کچھ طعام نہ جاوے اور مسافر آئیں اور نامراد جاویں"

آپ انہیں خیالات میں کھوئے ہوئے تھے کہ ایک شخص یہ شعر پڑھتا ہوا ظاہر ہوا ؎

با دل گفتم ولا خضر را بینی
دِل گفت مرا اگر نمائی بینم

آپ سمجھ گئے کہ یہ حضرت خواجہ خضر ہیں۔ تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت خضر نے فرمایا کہ کیا شکایت کرتے تھے۔ آپ نے کہا کہ دل سے لڑائی اس بابت تھی کہ گھر میں کچھ نہیں۔ حضرت خضر نے پھر آپ سے کچھ کھانا لانے کو کہا۔ آپ نے عذر پیش کیا۔ حضرت خضر نے فرمایا کہ جو کچھ گھر میں ہو لے آؤ۔ آپ گھر میں گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک خوان کھانے سے بھرا ہوا رکھا ہے۔ بیوی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک شخص یہ خوان رکھ کر چلا گیا۔ آپ اس میں سے کچھ کھانا لے کر اوپر آئے۔ جب اوپر آئے تو وہاں کوئی نہ تھا[1]

آپ نے اپنے دِل میں کہا: "یہ سعادت جو مجھ کو ملی ہے بے نوائی اور بے سروسامانی کی برکت سے ہے"

آپ کی اولاد

آپ کے تین لڑکے تھے۔ ایک لڑکے کا نام شیخ اسمٰعیل ہے دوسرے کا شیخ احمد، اور تیسرے کا نام شیخ محمد ہے۔

---

[1] خیر المجالس ص۵۲، ۵۳۔ سیر الاولیاء ص۱۶۹۔ روضۃ الاقطاب ص۸۹۔

وفات شریف

آپ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کی خدمت میں انیس مرتبہ حاضر ہوئے۔ آپ ہر مرتبہ رخصت ہوتے وقت حضرت بابا فرید گنج شکر سے اپنے لئے دُعا کرایا کرتے تھے کہ آئندہ پھر خدمت میں حاضر ہوں۔ آخری بار جب آپ دعا کے خواستگار ہوتے، حضرت بابا فرید گنج شکر خاموش ہو گئے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت بابا فریدالدین گنج شکر نے خلافت نامہ عطا فرمایا، آپ کو تاکید کی کہ ہانسی میں حضرت مولانا جمال الدین کو اور دہلی میں قاضی منتخب کو خلافت نامہ دکھائیں۔ آپ کو اس بات کا سخت تعجب ہوا کہ آپ کا یعنی حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کا نام حضرت بابا فرید گنج شکر نے نہیں لیا۔ آپ سمجھے اس میں کوئی مصلحت ہوگی۔ جب آپ دہلی آئے، آپ کو معلوم ہوا کہ سات رمضان کو آپ کا وصال ہو گیا۔

آپ کا مزار دہلی میں شیخ نجیب الدین "شیر سوار" کے نام سے مشہور ہے[1] آپ کا مزار بی بی زلیخا کے مزار کے قریب دہلی میں ہے۔

سیرت پاک

آپ ایک بلند پایہ درویش تھے۔ آپ نے توکل کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں:[2]

"میں نے اس جیسا کوئی آدمی اس شہر میں نہیں دیکھا۔ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ آج دن کون سا ہے، یا مہینہ کون سا ہے، یا غلہ کس بھاؤ بکتا ہے یا گوشت کس نرخ بکتے ہیں۔ غرضیکہ کسی چیز

---

[1] جواہر فریدی صفحہ ۳۲۹۔ [2] فوائد الفوائد صفحہ ۱۰۳۔

سے اسے واقفیت نہ تھی۔ صرف یادِ الٰہی میں مشغول رہتا۔"

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا کہ:

"تو بھی ابدال میں سے ہے"[1]

علمی ذوق آپ نے بارہا چاہا کہ "جامع الحکایات" لکھیں۔ آخر کار حمید نامی ایک شخص نے کتابت شروع کی، وہ کتاب جلد ہی ختم ہوئی۔[2]

اقوال پکا مومن وہ شخص ہے کہ جو دوستیٔ حق کو اولاد کی دوستی پر ترجیح دے۔[3]

جب دنیا ہاتھ سے جائے فکر نہ کر کہ رہنے والی نہیں ہے۔

وِرد و وظیفہ آپ حسبِ ذیل دُعا پڑھا کرتے تھے:[4]

ایمنوا فی عباد اللہ رحمکم اللہ

کرامت آپ کے بداؤں میں ایک بھائی تھے۔ آپ ہر سال ان سے ملنے بداؤں جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ دونوں بھائی شیخ علی سے جو وہاں ایک امیر خاندان کے فرد تھے، ملنے گئے۔ آپ نے ادب کی وجہ سے فرش تک پہنچنے سے دو چار قدم پہلے ہی اپنے جوتے اُتار لئے۔ پس پہلے آپ نے زمین پر پیر رکھے اور پھر فرش پر جو مصلا تھا۔ شیخ علی اس بات سے رنجیدہ ہوا اور کہا کہ یہ بوریا مصلے ہے جس پر دونوں بھائی بیٹھ گئے۔ شیخ علی کے سامنے ایک کتاب رکھی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا، یہ کون سی کتاب ہے۔ شیخ علی نے بربنائے رنجش کوئی جواب نہ دیا۔

آپ نے پھر کہا:

---

۱ فوائد الفواد ص۹۱ ۔ جواہر فریدی ص۲۱۳ ۲ فوائد الفواد ص۱۱۱ ۳ سیر الاولیاء ص۴ ۴ فوائد الفواد ص۱۴۲

"اگر اجازت ہو تو کتاب کو دیکھوں۔"
اجازت لے کر آپ نے وہ کتاب کھولی۔ جب کتاب کھولی، اس میں
ہوا دیکھا کہ:
"آخر زمانے میں ایسے مشائخ ہوں گے کہ خلوت میں گناہ کرتے
ہوں گے اور مجلس میں اگر ان کے فرش پر کسی کا پیر پڑ جاتے تو
قیامت کردیں گے۔"
آپ نے وہ کتاب شیخ علی کو دی۔ شیخ علی وہ عبارت دیکھ کر پشیمان ہوا، اور
اس نے آپ سے معذرت چاہی۔

باب ۔ ٦

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

محبوبِ الٰہی

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب ربّ العالمین ہیں۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے جانشین ہیں۔ خواجہ راستین ہیں۔ نظام الحق والشرع والہدیٰ والدین ہیں۔

خاندانی حالات حضرت محبوب الٰہی کے خاندان کے افراد بخارا کے رہنے والے تھے[1] آپ کے دادا حضرت سید علی اور آپ کے نانا حضرت سید عرب بخارا سے ہجرت کر کے مع اہل و عیال لاہور تشریف لائے۔ لاہور میں چند روز قیام کر کے بدایوں تشریف لے گئے، اور وہیں سکونت اختیار کی۔ بدایوں اس زمانے میں صوفیوں اور عالموں کا مرکز تھا۔ حضرت سید علی اور حضرت

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۹۴

سید عرب نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ دینی عزت اور دولت کے علاوہ یہ حضرات دنیاوی ثروت و حشمت سے بھی مالا مال تھے۔

والد ماجد ۔۔ آپ کے والد ماجد کا نام خواجہ سید احمد ہے۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ آپ کو ارادت و خلافت اپنے والد حضرت خواجہ سید علی سے ملی تھی۔ آپ نے چند روز قضاء کے عہدے کو زینت بخش کر ترک و تجرد اختیار کیا۔ آپ بالکل گوشہ نشین ہو گئے۔

والدہ ماجدہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خواجہ سید عرب کی صاحبزادی ہیں۔ آپ صبر و شکر اور تسلیم و رضا میں یکتا تھیں۔ آپ زہد و ورع، اور علم و حلم کے واسطے مشہور تھیں۔

نسب نامہ پدری آپ کا نسب نامہ پدری حسب ذیل ہے:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بن سید احمد بن سید علی البخاری بن سید عبداللہ بن سید حسن بن سید علی بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر بن امام علی ہادی نقی بن امام، محمد تقی الملقب بہ جواد بن حضرت امام علی رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام علی الملقب بہ زین العابدین بن حضرت سیدنا امام حسین بن حضرت امام الاولیاء سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ۔

نسب نامہ مادری آپ کا نسب نامہ مادری حسب ذیل ہے:

حضرت بی بی زلیخا بنت خواجہ سید عرب البخاری بن سید ابوالمفاخر بن سید محمد اظہر بن سید حسین بن سید علی بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر بن امام علی

ہادی نقی بن امام محمد تقی الملقب بہ جواد بن حضرت امام علی رضا بن
حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر الصادق بن حضرت
امام محمد باقر بن حضرت امام علی الملقب بہ زین العابدین بن حضرت
سیدنا امام حسین بن حضرت امام اولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

نسب پس آپ سادات سے ہیں۔ والد ماجد اور والدۂ محترمہ کی طرف سے آپ سید النسب حسینی ہیں۔

ولادت باسعادت آپ ۲۷ صفر ۶۳۶ھ میں آخری چہار شنبہ کے دن بعد طلوع آفتاب اس عالم میں رونق افروز ہوئے۔

نام نامی آپ کا نام نامی محمد نظام الدین ہے۔

خطاب آپ کے خطابات حسب ذیل ہیں:

سلطان المشائخ - محبوبِ الٰہی

بچپن کا صدمہ حضرت محبوبِ الٰہی کی ابھی بہت ہی کم عمر تھی کہ آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ سید احمد کا وصال ہو گیا[1] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس وقت آپ کے والد ماجد نے رحلت فرمائی، اس وقت حضرت محبوب الٰہی کی عمر پانچ سال کی تھی[2]

آپ کی تعلیم آپ کی والدۂ محترمہ نے آپ کو مکتب میں بھیجا۔ وہاں آپ نے حضرت مولانا شادی مقری سے ایک ہی پارہ پڑھا اور اس ہی پارہ کی برکت سے آپ نے تمام قرآنِ شریف ختم کیا[3] اس کے بعد آپ نے

---

[1] سیر الاولیاء۔ [2] سیر العارفین [3] فوائد الفواد۔

کتابیں پڑھنا شروع کیں۔ آپ نے مشہور کتاب "قدوری" حضرت مولانا علاء الدین اصولی سے پڑھی۔ جب کتاب ختم ہوئی تو مولانا علاء الدین اصولی نے تمام علماء و اولیاء کی موجودگی میں دستار اپنے ہاتھ میں لی اور کھول کر حضرت محبوب الٰہی سے فرمایا: "قریب آؤ اور اس دستار کو اپنے سر پر باندھو"

اُستاد کے حکم کے موافق آپ نے دستار اپنے سر پر باندھی۔

آپ نے مولانا شمس الدین سے جو شمس الملک کے خطاب سے مشہور ہیں، "مقاماتِ حریری" حفظ کی۔ مولانا شمس الملک ادب و لغت میں دوسرا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ شہر کے بہت سے علماء و فضلاء ان کے شاگرد تھے[1]

آپ نے تمام علوم ظاہری یعنی فقہ، حدیث، تفسیر، کلام، معانی، منطق، حکمت، فلسفہ، ہیئت، ہندسہ، لغت، ادب اور قرأت وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔ ساتوں قرأتوں کے ساتھ آپ نے قرآن شریف یاد کیا۔ دہلی پہنچ کر آپ نے مولانا کمال الدین محدث سے "مشارق الانوار" کی سند حاصل کی۔

آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کی خدمت بابرکت میں اجودھن رہ کر قرآن شریف کے چھ پارے پڑھے۔ تین کتابیں اور بھی پڑھیں جن میں سے ایک میں قاری اور دو میں سامع تھے۔ ان کتابوں کے علاوہ آپ نے "عوارف" کے چھ باب بھی پڑھے اور تمام تمہید ابوشکور سالمی بھی اجودھن رہ کر پیر و مرشد کی خدمت میں پڑھی۔

علمی فضیلت

آپ نے علوم ظاہری میں کمال حاصل کیا۔ اسی کمال کے باعث آپ علماء و فضلاء کے طبقے میں "نظام الدین بحاث محفل شکن" کے

---

[1] اخبار الاخیار۔

خطاب سے مشہور ہوتے۔

دہلی میں قیام

حضرت محبوب الٰہی بعد تحصیل علوم ظاہری بدایوں سے ہجرت کر کے دہلی میں رونق افروز ہوتے۔ آپ کی والدہ محترمہ اور ہمشیرہ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ دہلی میں آپ نے مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ دہلی میں حضرت محبوب الٰہیؒ کئی سال تک تحصیل علم میں مشغول رہے۔ آپ نے مولانا امین الدین احمد صاحب محدث کی صحبت سے کافی فیض اٹھایا۔

آپ جب دہلی تشریف لائے تو آپ نے حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کے بھائی اور خلیفہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کے پڑوس میں مکان کرائے پر لے کر رہنا شروع کیا۔

دوسرا صدمہ

دہلی میں آپ کی والدۂ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے لئے یہ صدمہ جانکاہ تھا۔ اب شیخ نجیب الدین متوکلؒ کی صحبت آپ کی مونس اور ہمدم تھی۔

مجذوب سے ملاقات

ایک روز آپ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوئے وہاں ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی۔[1] آپ نے ان مجذوب سے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے دعا کریں کہ وہ قاضی ہو جائیں۔

ان مجذوب نے جواب دیا:

"نظام الدین! قاضی ہونا چاہتے ہو، اور میں تم کو دین کا بادشاہ دیکھتا ہوں۔ تم ایسے مرتبے پر پہنچو گے کہ تمام عالم تم سے فیض لے گا۔"

---

[1] جواہر فریدی۔

قاضی بننے کی خواہش

ایک دن آپ نے حضرت شیخ نجیب الدین متوکل سے بھی عرض کیا کہ وہ ان کے قاضی بننے کے واسطے دُعا فرمائیں۔ حضرت نجیب الدین نے حضرت محبوب الٰہی کو مخاطب کر کے فرمایا:

"تم انشاءاللہ تعالےٰ قاضی نہ ہوگے بلکہ ایک ایسی چیز بنو گے کہ جس کو میں جانتا ہوں۔"

بابا فریدالدین گنج شکر سے غائبانہ ارادت

حضرت محبوب الٰہی کی عمر بارہ سال تھی۔

آپ بدایوں میں مقیم تھے اور علم لغت کے حاصل کرنے میں مشغول تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ کے استاد حضرت مولانا علاءالدین اصولی کے پاس ایک شخص ملتان سے آیا، اس شخص کا نام ابوبکر خراط تھا۔ اس کو ابوبکر قوال بھی کہتے تھے۔

آپ کے استاد نے اس شخص سے اس طرف کے مشائخین اور اولیاء کا حال دریافت فرمایا۔ اس شخص نے حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کی بہت تعریف کی۔ اس نے کہا کہ اس نے ان کو قوالی بھی سنائی ہے۔ ان کی عبادت اور ریاضت بیان سے باہر ہے۔ ان کی کنیزوں تک کا یہ حال ہے کہ کام کی حالت میں بھی ذکر کرتی رہتی ہیں۔ اس خطے کو انہوں نے اپنے فیض و کرم سے منور کر دیا ہے۔

حضرت محبوب الٰہی یہ سنتے رہے۔ پھر ابوبکر قوال نے اجودھن کا حال بیان کیا کہ وہاں حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر رہتے ہیں۔ وہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کو ایک ماہ تمام پایا۔ انہوں نے اپنے نور معرفت سے تاریک دلوں کو روشن کر دیا ہے۔ لوگوں کے دلوں کو انہوں نے مسخر کر لیا ہے۔ بہت لوگ ان کے حلقہ بگوش ہیں۔

حضرت محبوب الٰہی نے جب حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کی یہ تعریف سنی

تو آپ کے دل میں محبت کا ایک جذبہ موجزن ہوا۔ غائبانہ طور پر آپ کو حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ سے ارادت پیدا ہوئی۔ قدم بوسی کا شوق ہوا، اس محبت، ارادت اور عقیدت میں روز بروز ترقی ہوتی رہی۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کا اب یہ ورد ہو گیا کہ آپ ہر نماز کے بعد دس بار شیخ فرید اور دس بار مولانا فرید کہتے تھے۔ یہ الفت چھپنے والی نہیں تھی۔ آپ کے دوستوں کو بھی اس کا علم ہو گیا۔ اب جب وہ آپ کو قسم دیتے تو شیخ کی محبت یعنی بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی محبت کی قسم دیتے۔

آپ جب بدایوں سے دہلی میں سکونت اختیار کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے تو ایک شخص جس کا نام عیوض تھا، آپ کے ساتھ ہو لیا۔ جب راستے میں کوئی خوف یا کوئی خطرہ پیش آتا تو وہ بے ساختہ کہتا:

"یا پیر حاضر باش کہ ما در پناہ تو می رویم۔"

ترجمہ: اے پیر موجود رہیے کہ ہم آپ کی پناہ میں جا رہے ہیں۔

حضرت محبوب الٰہیؒ نے جب یہ کلمات سُنے تو آپ نے اس شخص سے دریافت فرمایا کہ:

"یہ تمہارے پیر کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں، جن کی پناہ، اور مدد چاہتے ہو۔"

اس شخص نے جواب دیا:

"میرے پیر وہی ہیں، جنہوں نے تمہارے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور تم کو اپنی محبت کا فریفتہ بنایا ہے یعنی حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ۔"

یہ سن کر حضرت محبوب الٰہیؒ کا اخلاص اور اعتقاد اور بڑھ گیا۔

دہلی میں آپ حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ کی صحبت میں زیادہ وقت گذارتے

تھے۔ وہاں حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کے اوصاف و محاسن و محامدسُن کر حضرت محبوب الٰہی کے ذوق و شوق اور اشتیاق قدم بوسی میں اور اضافہ ہو گیا۔ وقت گزرتا رہا اسی حالت میں تین سال گزر گئے۔

زندگی میں کایا پلٹ

آپ رات جامع مسجد میں بسر کرتے تھے۔ ایک روز جب صبح ہوئی تو مؤذن نے مینار پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ

ترجمہ: کیا مومنوں کے واسطے وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دِل ذکرِ الٰہی کے واسطے جھک جائیں۔

حضرت محبوب الٰہی نے جب یہ آیت سُنی تو آپ کے اوپر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ آپ کے حال میں ایک نمایاں تبدیلی واقع ہوئی۔ آپ کا سینہ انوارِ الٰہی کی تجلیّوں سے معمور ہو گیا۔ دنیا کی محبت باقی نہ رہی۔ اب آپ کی دنیاوی مراد، تمنا یا آرزو نہ تھی۔ ترک و تجرید آپ کا شعار ہو گیا۔

اجودھن کو روانگی

آپ پر شوق اِرادت غالب تھا۔ آپ بغیر کسی زادِ راہ اجودھن روانہ ہو گئے۔ ہانسی پہنچ کر آپ کو قافلہ کا انتظار کرنا پڑا۔ جب قافلہ جمع ہوا آپ بھی اس کے ساتھ ہو لئے۔ قافلہ کا سردار جب کوئی خطرہ محسوس کرتا، کھڑا ہو جاتا اور بلند آواز سے کہتا کہ:

"حضرت پیر دستگیر شفیع وقت رہیے۔

ترجمہ: اے حضرت پیر دستگیر ہمارے شفیع وقت رہیے۔

حضرت محبوب الٰہی نے میر کارواں سے دریافت فرمایا کہ:

"تمہارے پیر کون ہیں جن کو تم پکارتے ہو اور مدد طلب

کرتے ہو؟"

اس شخص نے جواب دیا کہ :

"میرے پیر حضرت قطب العالم شیخ فریدالدین گنج شکر ہیں۔
میں اُنہیں یاد کرتا ہوں۔"

یہ سن کر حضرت محبوب الٰہی کی حضرت بابا فریدالدین گنج شکر سے عقیدت میں، اور اضافہ ہو گیا۔

اجودھن کے راستے میں سرسہ پڑتا تھا۔ سرسہ سے دو راستے جاتے تھے۔ ایک راستہ ملتان کو جاتا تھا اور دوسرا راستہ اجودھن کو۔ سرسہ پہنچ کر حضرت محبوب الٰہی تین روز رُکے۔ کبھی ملتان کا خیال ہوتا اور کبھی اجودھن کا۔ تیسرے دن رات کو آپ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

آں حضرتؐ نے فرمایا :

"اے نظام الدین! اجودھن کا راستہ پکڑو۔"

اب آپ بغیر کسی پس و پیش کے "فرید فرید" کہتے ہوئے اجودھن کی طرف روانہ ہوئے۔

آپ راستہ طے کرتے ہوئے، آخر کار منزلِ مقصود پر پہنچے۔ بدھ کے دن ۱۱۔ رجب المرجب ۶۵۵ھ میں آپ اجودھن میں داخل ہوئے[1] بعد نماز ظہر حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کی خدمت میں

---

[1] فرشتہ نے جمعرات کا دن لکھا ہے۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر نے آپ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا :

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ

سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ترجمہ : اے کہ تیرے فراق کی آگ نے دلوں کو کباب کر دیا

(اور) تیرے اشتیاق کے سیلاب نے جانوں کو خراب کر دیا۔

حضرت محبوب الٰہی پر دہشت کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپ پورا حال عرض نہ کر سکے، آپ اس قدر ہی کہنے پائے تھے کہ "اشتیاق پائے بوسی عظیم غالب تھا"

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر نے یہ حال دیکھ کر زبان فیض ترجمان سے فرمایا :

" لِكُلِّ دَاخِلٍ دَهْشَةٌ "

حضرت محبوب الٰہی اس واقعہ کا خود ذکر فرماتے ہیں : [1]

"جب میں جناب شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنجناب نے آثار دہشت میرے اندر ملاحظہ کئے" فرمایا :

مرحبا خوش آمدی وصفا آوردی واز نعمت دینی و دنیوی انشاء اللہ برخوری۔

ترجمہ : شاباش۔ خوب آئے۔ انشاءاللہ دین اور دُنیا کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو گے۔

بیعت اور خلافت

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر نے اسی روز حضرت محبوب الٰہی کو وہ ٹوپی دی، جو آپ اوڑھے ہوئے تھے۔ ٹوپی کے علاوہ آپ کو اور تبرکات بھی عطا کئے، خرقہ، نعلین چوبیں، مصلے

---

[1] فوائد الفواد۔ فرشتہ صفحہ ۲۹۲

اور عصا آپ کے سپرد فرمایا۔ پھر حضرت محبوب الٰہی سے مخاطب ہو کر حضرت بابا فریدالدین گنج شکر نے فرمایا کہ :

"اے نظام الدین ! میں چاہتا تھا کہ ولایت ہندوستان کسی اور کو دوں مگر تم راستے میں تھے کہ مجھ کو غیب سے ندا پہنچی کہ ابھی ٹھہرے رہو۔ نظام بدایونی آتے ہیں اور وہی اس ولایت کے لائق ہیں۔ انہیں کو دینا چاہئے۔"

اس وقت حضرت محبوب الٰہی کی عمر شریف بیس سال کی تھی۔

اپنے پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق آپ اجودھن میں رہنے لگے۔ ایک دن حضرت محبوب الٰہی نے اپنے پیر و مرشد سے عرض کیا :

"میرے واسطے کیا حکم ہے، اگر ارشاد ہو، پڑھنے پڑھانے کو موقوف کر کے اوراد و نوافل میں مشغول ہوں۔"

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر نے جواب دیا :

"میں کسی کو پڑھنے پڑھانے سے منع نہیں کرتا۔ یہ بھی کرو، وہ بھی کرو۔ . . . درویش کو قدرے علم ضروری ہے۔"

آپ کا شجرہ بیعت حسبِ ذیل ہے :

شجرۂ بیعت

نظام الدین و ہو من حضرت بابا فریدالدین مسعود و ہو من حضرت قطب الدین بختیار کاکی و ہو من حضرت خواجہ معین الدین سنجری و ہو من حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی و ہو من حضرت حاجی شریف زندانی چشتی و ہو من حضرت قطب الدین مودود چشتی و ہو من حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی و ہو من خواجہ ابو محمد چشتی و ہو من خواجہ احمد ابدال چشتی رح و ہو من حضرت

خواجہ ابواسحاق شامی چشتی، وہو من حضرت خواجہ ممشاد علادینوری وہو من شیخ امین الدین ہبیرۃ البصری، وہو من حضرت شیخ سدید الدین حذیفۃ المرعشی وہو من حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخی وہو من حضرت خواجہ ابوالفضل بن عیاض، وہو من حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید وہو من حضرت حسن بصری وہو من امام الاولیاء سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

پیرومرشد کی خدمت میں

اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں سات ماہ اور کچھ دن رہ کر آپ ان کے فیوض باطنی اور روحانی تصرفات سے مالا مال ہوئے۔ دہلی کو روانگی سے قبل حضرت بابا صاحب نے خرقہ خاص جو آپ کو خواجگان چشت سے پہنچا تھا آپ کو پہنایا تھا اور اسی روز ۲۔ ربیع الاول ۶۵۶ھ کو آپ کو خلافت نامہ عطا فرمایا۔ خلافت عطا کرنے کے بعد حضرت بابا فرید گنج شکر نے آپ کو یہ دعا دی۔

أَسْعَدَكَ اللهُ فِي الدَّارَيْنِ وَرَزَقَكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مَقْبُولًا

ترجمہ : دونوں جہان میں خدا تعالیٰ تجھ کو نیک بخت کرے، اور علم نافع وعمل مقبول روزی فرمائے۔

یہ دعا دے کر آپ کو تاکید کی کہ مجاہدہ میں بہت کوشش کرنا۔ آپ کو دہلی رخصت کرتے وقت حضرت بابا فرید گنج شکر نے ارشاد فرمایا کہ:

"مولانا نظام الدین کو بحکم الٰہی میں نے ہندوستان کی ولایت بخشی۔ اور اس ملک کو ان کی پناہ میں چھوڑا اور اپنا صاحب سجادہ کیا۔"

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر نے خلافت نامہ عطا فرماتے وقت حضرت محبوب الٰہی کو تاکید فرمائی تھی کہ وہ خلافت نامہ ہانسی میں مولانا جمال الدین کو اور دہلی میں قاضی منتخب کو دکھالیں۔ حضرت محبوب الٰہی اپنے پیرو مرشد سے رخصت ہو کر مولانا جمال الدین کے پاس ہانسی پہنچے اور ان کو حضرت بابا فرید گنج شکر کا عطا کردہ خلافت نامہ دکھایا۔ مولانا جمال الدین بہت خوش ہوئے اور خلافت نامہ پر یہ شعر لکھ دیا:

ہزاراں درود و ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردند بگوہر شناس

ترجمہ: ہزاروں درود اور ہزاروں شکر کہ گوہر سپرد کیا گوہر شناس کے۔

واپسی دہلی

اجودھن سے دہلی واپس آکر آپ باصد رعنائی و زیبائی پیران چشت کی مسند پر متمکن ہوئے اور خلق اللہ کو رشد و ہدایت کرنے میں مشغول ہوئے۔ آپ تیس برس اپنے پیرو مرشد حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کی حیات میں اجودھن حاضر ہوئے اور ان کی وفات کے بعد سات مرتبہ روضۂ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

ریاضات و مجاہدات

دہلی واپس آکر آپ نے اپنے پیرو مرشد کے فرمان کے مطابق ریاضت و مجاہدہ میں وقت گزارا۔ آپ دنیا کی تمام مرادوں، آرزوؤں اور تمناؤں سے الگ ہو گئے اور یادِ الٰہی میں مشغول رہنے لگے۔ آپ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

سکونت میں تبدیلی

آبادی میں رہنے سے آپ کو عبادات میں مخلوق کے اژدہام سے خلل کا اندیشہ تھا۔ آپ ایسی جگہ رہنا چاہتے تھے کہ جہاں سکون و اطمینان کے ساتھ عبادت میں مشغول رہیں۔ آپ اس فکر

میں تھے کہ کہاں جائیں اور کہاں رہیں کہ ایک روز آپ حوضِ رانی کے پاس ایک باغ میں فروکش ہوئے۔ بعد ادائیگی نماز آپ نے دعا مانگی:

"خداوندا! میں اپنے اختیار سے کہیں رہنا نہیں چاہتا۔ جس جگہ میری بہتری ہو، وہیں مجھ کو رکھ۔"

ابھی آپ دُعا میں ہی مشغول تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی:

"تیری جگہ غیاث پور ہے۔"

آپ بفرمانِ الٰہی غیاث پور میں رہنے لگے۔

غیاث پور ایک چھوٹا سا گاؤں تھا لیکن کچھ عرصہ میں ہی امراء، وروساء اور عمائدین شہر کی آمدورفت اس طرف بڑھ گئی تھی۔ آپ نے غیاث پور سے سکونت ترک کرکے شہر میں رہنے کا خیال کیا۔ کیوں کہ وہاں لوگوں کی آمدورفت ختم تھی۔ اتفاقاً آپ کی ایک خوب صورت نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ وہ آپ کے پاس بیٹھ گیا اور یہ شعر پڑھنے لگا:

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی ۔۔۔ کہ انگشت نمائی عالمی خواہی شد
امروز کہ زلفت دلِ خلقے بربود ۔۔۔ در گوشہ نشستنت نمی دارد سود

اس نوجوان نے محبوب الٰہی کی خدمت میں عرض کیا کہ:

"۔۔۔ یہ کیا قوت اور کیا حوصلہ ہے کہ خلق سے جدا ہو کر گوشہ خلوت ڈھونڈتے پھریں۔۔۔۔"

حضرت محبوب الٰہی نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اور مصمم ارادہ کیا کہ اب کہیں اور نہیں جائیں گے۔ غیاث پور ہی میں رہیں گے۔ آپ نے باقی عمر غیاث پور ہی میں گزاری۔ ضیاء الدین وکیل عماد الملک نے وہاں ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی۔[1]

---

[1] سیرالاولیاء ۔ مندمتہ الاقطاب

آخری ایام

حضرت محبوب الٰہی نے حیاتِ ظاہری کے آخری دنوں میں کھانا پینا بہت ہی کم کر دیا تھا۔ وفات شریف سے چالیس روز پہلے آپ نے کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ ایک روز شوربا آپ کو پیش کیا گیا۔ آپ نے پینے سے انکار کیا اور فرمایا:

"جس کے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مشتاق ہوں اس کو طعام دنیا سے کیا کام"

آپ نماز کئی کئی مرتبہ ادا فرماتے اور دریافت فرماتے کہ نماز ادا کی ہے یا نہیں۔ خداوند تعالیٰ کے سامنے باربار سجدہ کرتے تھے اور بہت روتے تھے[1] یہ مصرعہ آپ کے وردِ زبان تھا:

میرویم ومیرویم ومیرویم

ترجمہ: ہم جاتے ہیں اور ہم جاتے ہیں اور ہم جاتے ہیں۔

گھر میں کسی قسم کی کوئی چیز نہیں رکھی۔ اقبال کو حکم دیا کہ سب غلہ فقراء کو تقسیم کر دے[1]

تبرکات کی تقسیم

وقت رخصت جب قریب پہنچا تو آپ نے ایک مصلیٰ خاص دستار اور پیراہن مولانا برہان الدین غریب کو دے کر دکن کی طرف جانے کی اجازت دے دی۔ ایک دستار، پیرہن اور مصلیٰ شیخ یعقوب کو عطا فرما کر گجرات کی طرف جانے کی اجازت دی۔ مولانا شمس الدین یحییٰ کو بھی آپ نے ایک دستار مصلیٰ اور پیرہن عطا فرمایا[2]

حضرت نصیر الدین چراغ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس روز خدمت میں حاضر تھے لیکن اس

---

[1] فرشتہ [2] سیر العارفین۔

آپ کو کچھ عطا نہ کیا۔ سب کو تعجب تھا۔ حضرت محبوب الٰہی نے بدھ کے روز بعد نماز ظہر حضرت نصیر الدین چراغ" کو طلب فرمایا اور عصا، مصلّا، تسبیح، نعلین چوبیں اور خرقہ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے دیگر تبرکات آپ کے سپرد فرماتے پھر حضرت نصیر الدین چراغ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

"تم کو دہلی میں رہ کر لوگوں کی جفا و قضا اٹھانی چاہئے۔"

وفات شریف آپ چار مہینے اور کچھ دن بیمار رہے اور اٹھارہ ربیع الثانی ۷۲۵ھ بروز بدھ بعد طلوع آفتاب جوار رحمت میں داخل ہوئے۔

آپ کے جنازہ کی نماز شیخ الاسلام حضرت رکن الدین ملتانی نے پڑھائی۔

جنازۂ مبارک کو جب دفن کے واسطے لے جا رہے تھے، قوال شیخ سعدی کی مشہور غزل گا رہے تھے، جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

سرو سیمارا بصحرا می روی
نیک بد عہدی کہ بے ما می روی

قوال جب اس شعر پر پہنچے:

اے تماشہ گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشہ می روی

جسم اقدس میں جنبش پیدا ہوئی۔ حال اور وجد جنازۂ مبارک پر طاری ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت مولانا رکن الدین نے سماع بند کرا دیا۔[1]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے جنازہ سے ہاتھ نکالا اور فرمایا:

---

[1] سبع سنابل

"من نمی روم"

ترجمہ : میں نہیں جاتا ہوں۔

آپ کے خلیفۂ اکبر اور جانشین حضرت نصیرالدین چراغ نے عرض کیا :

شیخا شیخا باش ، دست درکش قدم سید درمیان است۔

حضرت محبوب الٰہی نے اسی وقت ہاتھ کھینچ لیا۔

آپ کا مزار پرانوار غیاث پور (دہلی کے قریب جس کو اب نظام الدین کہتے ہیں) میں واقع ہے۔ آپ کا سالانہ عرس بڑے تزک و احتشام سے ہوتا ہے۔

آپ کے خلفاء حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ آپ کے خلیفۂ اکبر اور جانشین ہیں۔ آپ کے خاص خاص خلفاء حسب ذیل ہیں :

حضرت امیر خسرو۔ مولانا شمس الدین محمد بن یحییٰ۔ شیخ قطب الدین منور۔ مولانا فخرالدین زرادی۔ مولانا حسام الدین ملتانی۔ خواجہ ابوبکر مندہ۔ مولانا شہاب الدین امام۔ امیر حسن بن علاء السنجری مولانا برہان الدین غریب۔ مولانا وجیہہ الدین یوسف کلاکڑی عرف چندیری۔ مولانا علاء الدین نیلی۔ مولانا فخرالدین مروزی۔ مولانا فصیح الدین۔ مولانا کریم الدین سمرقندی۔ خواجہ مویدالدین۔ مولینا ضیاء الدین برنی۔ قاضی محی الدین کاشانی۔

سیرت پاک آپ نے زندگی بھر شادی نہیں کی۔ تمام عمر تجرد میں گزار دی۔

پیرومرشد سے محبت آپ کو اپنے پیر دستگیر حضرت بابا فریدالدین گنج شکر سے انتہائی محبت تھی۔ آپ کا اخلاص خلوص۔ فرمانبرداری اور حسن اعتقاد آپ کی سعادت کی دلیل ہے اور اس کی بدولت

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر نے آپ کو بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ آپ کے دل میں اپنے پیرو مرشد کی طرف سے اخلاص و اعتقاد روز بروز بڑھتا رہا۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت بابا فریدالدین گنج شکر اکثر فرمایا کرتے تھے[1]

"..... لیکن یہ غریب مولانا نظام جس روز سے میرے پاس آیا ہے اور مرید ہوا ہے اس کے اخلاص و اعتقاد میں خلل واقع نہیں ہوا"۔

ایک مرتبہ آپ کے پیرو مرشد نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ[2]

"مرید و فرزند کو راسخ ایسا ہونا چاہئے جیسے کہ نظام ہیں"۔

آپ نے اپنے پیرو مرشد کو ایک خط میں ایک رباعی لکھی تھی۔ اس رباعی سے آپ کے خلوص محبت اور اعتقاد کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ کچھ دن بعد آپ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے پیرو مرشد نے وہ رباعی پڑھنے کو کہا۔ جب آپ نے وہ رباعی پڑھی تو حضرت بابا فریدالدین گنج شکر پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ ذوق و شوق کی حالت میں رقص کرنے لگے۔ وہ رباعی یہ ہے:

زاں روئے کہ بندہ تو دانند مرا ۔۔۔ بر مردمک دیدہ نشانند مرا
لطف و کرمت زنقاتے فرمودہ است ۔۔۔ ورنہ من کیم و خلق چہ دانند مرا[3]

شانِ محبوبی ولی کامل جب قطبیت اور فردانیت کے درجوں سے گزر جاتا ہے اور مرتبہ محبوبیت تک پہنچ جاتا ہے اس وقت وہ مظہر اسرار الٰہی ہو جاتا ہے اور اس کا ارادہ خداوند تعالےٰ کا ارادہ ہو جاتا ہے۔[4]

---

[1] فوائد الفواد [2] راحت القلوب [3] فوائد الفواد میں دوسرا شعر اس طرح ہے:
لطفِ عامت عنایت فرمودہ است ۔۔۔ ورنہ چہ کیم خلق چہ دانند مرا [4] سیر الاولیاء

حضرت محبوب الٰہی غوثیت اور فردانیت کے مراتب سے گذر کر مرتبہ محبوبی پر پہنچے تھے۔[1] مرتبہ محبوبی کی شان آج بھی آپ کے مزار پُرانوار سے ظاہر ہے، آپ کے پاس سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ عود کا گمان ہوتا تھا۔

فقروفاقہ آپ کا ابتدائی زمانہ بہت ہی عسرت اور تنگی میں گذرا۔ اس زمانے میں آپ کے پاس ایک جیتل (ایک سکہ) بھی نہ تھا کہ جس سے دو تین روٹیاں خرید لیتے۔[2]

فتوحات ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ کے یہاں آشِ جو پک رہا تھا۔ ناگاہ ایک فقیر جو گدڑی پہنے ہوئے تھا آپ کے پاس آیا، اور آپ سے کہا کہ جو کچھ پکا ہو لاؤ۔ آپ نے آش جو کی پتیلی اور جوش کھاتی ہوئی ہانڈی اس گدڑی پوش فقیر کے سامنے لا کر رکھ دی۔ اس فقیر نے بغیر انتظار کئے ہوئے ویسے ہی کھانا شروع کیا۔ کھانے کے بعد اس نے ہانڈی کو زمین پر دے مارا اور حضرت محبوب الٰہی سے مخاطب ہو کر کہا:

"مولانا نظام الدین! نعمت باطنی سے تم کو بابا فریدالدین نے سرفراز کیا ہے اور تمہارے فقر ظاہر کی ہانڈی میں نے توڑ دی۔"

اس روز سے فتوحات اس قدر شروع ہوئیں کہ شمار اور حساب سے باہر ہیں۔[3] آپ پر چاروں طرف سے فتوحات کے دروازے کشادہ ہو گئے۔

لنگر حضرت بابا فریدالدین گنج شکر نے آپ کو دعا دی تھی کہ:

"خدا کرے ستر (۷۰) من نمک روزانہ تمہارے باورچی خانے میں خرچ ہو۔"[4]

---

[1] بحرالمعانی [2] روضۃ الاقطاب [3] خیرالمجالس [4] تذکرۃ الاتقیاء

آپ کے پیر و مرشد کی یہ دعا قبول ہوئی۔ آپ کے باورچی خانے میں روزانہ ستر من نمک خرچ ہوتا تھا۔ ستر اونٹ پیاز و لہسن کے چھلکے روز آپ کے باورچی خانے سے نکلتے تھے۔

دُنیا سے نفرت آپ دُنیا اور اہلِ دنیا سے بے تعلق تھے۔ شاہانِ وقت کو آپ کی زیارت کی تمنا رہتی۔

سخاوت آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو کچھ آتا، شام تک سب خرچ ہو جاتا[1] ایک مرتبہ غیاث پور میں آگ لگی۔ بہت سے مکانات جل گئے۔ حضرت محبوب الٰہی کو لوگوں کی اس تکلیف اور بربادی سے صدمہ ہوا۔ آپ نے خواجہ اقبال کو حکم دیا کہ جن لوگوں کے مکانات جل گئے ہیں، ان کو دو خوان کھانا۔ دو پانی کے مٹکے اور دو دو اشرفیاں پہنچا دی جائیں۔ خواجہ اقبال نے ایسا ہی کیا۔ آپ کے یہاں سے بہت سے لوگوں کی پرورش ہوتی تھی اور بہت سے طلباء اور بہت سے حافظوں کو امداد دی جاتی تھی۔ آپ کی سخاوت اور دریا دلی پر شاہانِ وقت کو تعجب ہوتا تھا۔

ذوقِ سماع آپ کو سماع کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ ایک جگہ سے گزر رہے تھے، وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ کنوئیں پر چرس سے پانی کھینچ رہا ہے اور اپنے ساتھی سے چلا کر کہتا ہے:

"باہر رے بھیا باہر"

حضرت محبوب الٰہی نے جب یہ الفاظ سُنے، آپ پر وجد طاری ہو گیا، جو لوگ آپ کے ہمراہ تھے وہ راستے میں یہی پڑھتے رہے[2]

---

[1] خیر المجالس [2] سبع سنابل

عظمت و بزرگی حضرت محبوب الٰہی سے ایک دفعہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا:

"تم ملک الفقرا والمساکین ہو"

ایک مرتبہ مولانا وجیہہ الدین پائلی کی کوئی مشکل حضرت خواجہ خضر نے حل کردی۔ مولانا نے حضرت خواجہ خضر سے دریافت کیا کہ:

"اگر آئندہ مجھ کو مشکل درپیش ہو تو مجھ سے کہاں ملاقات ہوگی"

انہوں نے جواب دیا:

"حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کے مطبخ میں"

ایک روز خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین سجزی کی مردانِ غیب سے ملاقات ہوئی۔ ان میں سے ایک نے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ:

"اے خواجہ! آپ نے دنیا کے شہروں میں ایک شور برپا کردیا ہے"

خواجہ غریب نواز نے یہ سن کر تعجب سے فرمایا:

"میں نے؟"

اس ابدال نے عرض کیا:

"نہیں"

پھر آپ نے دریافت کیا:

"قطب الدین نے"

اس ابدال نے جواب دیا:

"نہیں"

پھر آپ نے دریافت فرمایا تو:

"کیا فریدالدین نے"
اس ابدال نے جواب دیا :
"نہیں"
پھر آپ نے دریافت فرمایا :
"نظام الدین نے"
اس ابدال نے کہا :
"جی ہاں۔ انہوں نے"
حضرت خواجہ غریب نواز نے فرمایا کہ :
"وہ تو مجھ سے چوتھے درجے میں ہیں"
اس ابدال نے عرض کیا :
"آپ کے فرزندوں سے جو بات ہوگی وہ بھی آپ ہی کی طرف منسوب کی جائے گی" [1]

عبادات آپ رات کو حجرے میں تنہا رہتے تھے۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ حجرے میں داخل ہو۔ حجرے کا دروازہ رات کو بند رہتا تھا۔ صبح کے وقت آپ کی آنکھیں مست و مخمور نظر آتیں۔ رات کو جاگنے کی وجہ سے آپ کی آنکھیں سرخ رہتیں [2] حضرت امیر خسرو کا یہ شعر اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔

تو شبانہ می نمائی بیرے کہ بودی امشب
کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

علمی ذوق آپ نے اپنے پیر و مرشد کی مجالس کے حالات قلم بند فرمائے ہیں۔ اس کتاب کا نام آپ نے "راحت القلوب" رکھا۔ اس میں بابا

---

[1] سراج الہدایت [2] اخبار الاخیار

فریدالدین گنج شکر کے ملفوظات بابرکات آپ نے تحریر فرماتے ہیں۔ یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

آپ کا مذاق سخن آپ کی حسب ذیل نعت سے ظاہر ہے۔

صبا بسوئے مدینہ روکن ازیں دُعا گو سلام برخواں
بگرد شاہِ مدینہ گردو بصد تضرع پیام برخواں

بہ باب رحمت گہے گذر کن بہ باب جبریل گہے جبیں سا
سلام ربی علی نبی گہے بہ باب سلام برخواں

بشوز من صورتِ مثالی نماز بگذار اندر آں جا
بہ لحن خوش سورۃ محمد تمام اندر قیام برخواں

بند بچندیں ادب طرازی سراپا دت بخاک آں کو
صلوٰۃِ وافر بہ روحِ پاک جناب خیرالانام برخواں

بہ لحن داؤد ہم نوا شو بہ نالہ درد آشنا شو
بہ بزم پیغمبر ایں غزل را ز عبد عاجز نظام برخواں

آپ کی تعلیمات

آپ کی تعلیمات اسرار الٰہی کے اشارات ہیں۔ یہ ایسے غیبی جواہرات ہیں، جو انمول ہیں۔ ذیل میں آپ کی چند مجالس کا حال پیش کیا جاتا ہے۔

ترکِ دُنیا

حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا:[1]
"ہمت بلند رکھنی چاہیے اور دنیا کی آلائشوں میں نہیں پھنسنا چاہیے، حرص و شہوت چھوڑ دینی چاہیے"۔

---

[1] فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص۔

ایک دوسری مجلس میں آپ نے فرمایا : [1]

"اگر کوئی شخص دن کو روزہ رکھے اور رات کو جاگتا ہے اور حاجی ہو تو بھی اصل اصول یہ ہے کہ دُنیا کی راستی اس کے دل میں نہ ہو۔"

تلاوتِ قرآن

آپ نے فرمایا کہ: [2]

"جب پڑھنے والے کو کسی آیت کے پڑھنے سے ذوق اور راحت حاصل ہو تو اسے بار بار پڑھنا چاہئے۔ تلاوت اور سماع کی حالت میں جو سعادت حاصل ہوتی ہے، اس کی تین قسمیں ہیں : انوار احوال اور آثار۔ وہ تین عالم یعنی ملک، ملکوت اور جبروت سے نازل ہوتی ہیں اور وہ تین مقامات ارواح، قلوب اور جوارح پر نازل ہوتی ہیں۔ انوار ملکوت سے ارواح پر۔ احوال جبروت سے قلوب پر اور آثار ملک سے جوارح پر۔"

صدقہ

صدقے کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ : [3]

"جب صدقے میں پانچ شرطیں ہوں تو بے شک صدقہ قبول ہوتا ہے۔ ان میں سے دو عطا سے پہلے، دو عطا کے وقت اور ایک بعد میں ہوتی ہے۔ عطا سے پہلے کی دو شرطیں یہ ہیں کہ جو کچھ دے وہ حلال کی کمائی ہو، دوسرے کسی نیک مرد کو دے جو اسے بُرے کام میں خرچ نہ کرے۔

عطا کے وقت کی دو شرطیں یہ ہیں کہ اوّل تواضع اور ہنسی

---

[1] فوائد الفواد صفحہ ۲۹۔ [2] فوائد الفواد صفحہ ۲۸، ۲۹۔ [3] فوائد الفواد صفحہ ۲۹۔

خوشی سے دے۔ دوسرے پوشیدہ دے۔ بعد کی شرط یہ ہے کہ جو دے اس کا نام تک نہ لے بلکہ بھول جائے۔"

صبر و رضا

صبر و رضا کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا کہ: [1]

"صبر اس بات کا نام ہے کہ جب کوئی خلاف طبع بات بندے کو پہنچے تو اس کی شکایت نہ کرے۔ لیکن رضا اس بات کا نام ہے کہ مصیبت سے کسی طرح کی اسے کراہت نہ ہو۔ ایسا معلوم ہو کہ گویا اس پر مصیبت نازل ہی نہیں ہوئی۔"

توکّل

توکل کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ: [2]

"توکل کے تین مرتبے ہیں: پہلا مرتبہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کو اپنے دعوے کے لئے وکیل کرے اور وہ وکیل اس شخص کا دوست بھی ہو اور عالم بھی تو وہ موکل بالکل بے کھٹکے ہو گا کہ میں ایسا وکیل رکھتا ہوں جو دعوے کے کاموں میں بھی دانا ہے اور میرا دوست بھی ہے۔ اس صورت میں توکل بھی ہو گا اور سوال بھی)۔ یہ توکل کا پہلا درجہ ہے کہ توکل بھی اور سوال بھی۔

دوسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے کہ ایک شیر خوار بچہ ہو جس کی ماں اسے دودھ پلاتی ہو، اسے توکل ہی ہو گا۔ سوال نہ ہو گا۔ بچہ یہ نہیں کہتا کہ مجھے فلاں وقت دودھ دینا۔ صرف روتا ہے، لیکن تقاضا نہیں کرتا، اور نہ ہی کہتا ہے کہ مجھے دودھ دے۔ اس کے دل میں شفقت مادری کا پورا بھروسہ ہوتا ہے۔

توکل کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ کہ وہ مردہ نہ حرکت کرتا ہے نہ سوال۔ جس طرح نہلانے والا چاہے

---

[1] فوائد الفواد ص[illegible] ۔ [2] فوائد الفواد ص[illegible]۔

اسے حرکت دے اللہ ھو ئے، یہ درجہ بہت بلند اور اعلیٰ ہے۔

طاعت کی قسمیں

آپ نے فرمایا کہ :

"طاعت لازمی اور متعدی ہے۔ لازمی وہ ہے جس کا نفع صرف کرنے والے کی ذات کو پہنچے اور یہ نماز، روزہ، حج، درود اور تسبیح ہے۔

متعدی وہ ہے جس سے اوروں کو فائدہ پہنچے۔ اتفاق، شفقت، غیر کے حق میں مہربانی کرنا وغیرہ۔ اسے متعدی کہتے ہیں، اس کا ثواب بے شمار ہے۔ لازمی طاعت میں اخلاص کا ہونا ضروری ہے تاکہ قبول ہو۔ لیکن متعدی طاعت خواہ کسی طرح کی جائے ثواب مل جاتا ہے۔"

دعا کرنے کا طریقہ

آپ نے فرمایا کہ : [1]

"دعا کے وقت کئے ہوئے گناہوں کا خیال دل میں نہیں لانا چاہئے اور نہ ہی کی ہوئی عبادت اور طاعت کا۔ اگر ایسا کرے اور دعا قبول نہ ہو تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ اگر گناہ کا خیال دل میں لاتے تو دعا کے ایمان میں سستی پیدا ہوتی ہے۔ پس دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھنی چاہئے، اور یقین رکھنا چاہئے کہ یہ دعا ضرور قبول ہو جائے گی۔"

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ :

"دونوں ہاتھ دعا کے وقت کھلے رکھنے چاہئیں اور سینے کے

---

[1] فوائد الفوائد ص۳۵۔

برابر۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ دونوں ہاتھ ملا کر رکھنے چاہئیں۔ اور بہت اوپر۔ ایسی شکل اختیار کرنی چاہیئے کہ ابھی کوئی چیز ملے گی۔"

ایمان کامل

آپ نے فرمایا کہ[1] :

"حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے اور اس کے سوا کسی سے اُمید نہ رکھنی چاہیئے۔"

پھر آپ نے فرمایا کہ :

"آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کی نگاہ میں تمام خلقت مچھر سے بھی کم حقیقت نہ معلوم ہو۔"

مشغولیِ حق

مشغولی حق کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ :[2]

"اصل کام یادِ حق ہے اور اس کے سوا جو ہے سب یادِ حق کا مانع ہے۔"

اقسامِ رزق

آپ نے فرمایا کہ :[3]

"مشائخ کا قول ہے کہ رزق چار قسم کا ہوتا ہے :

(۱) رزقِ مضمون (۲) رزقِ مقسوم (۳) رزقِ مملوک (۴) اور رزقِ موعود۔ رزقِ مضمون وہ ہے جو کھانے پینے وغیرہ کی چیزیں اور آمدنی سے ہو۔ اس رزق کا اللہ تعالیٰ ضامن ہوتا ہے۔"

رزقِ مقسوم وہ ہے جو ازل میں اس کے حصہ میں آچکا ہے، اور لوحِ محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔

---

[1] فوائد الفواد ص۷۴ [2] قوام الفواد ص۷۲، [3] فوائد الفواد ص۸۲

رزق مملوک وہ ہے جو ذخیرہ کیا جائے۔ مثلاً روپیہ، پیسہ، کپڑا اور اسباب۔

رزق موعود وہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے نیک بندوں سے کیا ہے:

تحمل

تحمل کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ:

"لوگ آپس میں تین طرح کا سلوک کرتے ہیں:

اوّل وہ لوگ جن سے کسی کو نہ فائدہ پہنچتا ہے اور نہ نقصان، ایسے لوگ بمنزلہ جمادات ہیں۔

دوسرے وہ جن سے فائدہ پہنچتا ہے، لیکن نقصان نہیں پہنچتا۔

تیسرے ان دونوں سے اچھے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جن سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر انہیں دوسروں کی طرف سے نقصان پہنچے تو وہ اس کا بدلہ نہیں لیتے بلکہ برداشت کرتے ہیں، جو صدیقوں کا کام ہے۔"

سماع

آپ نے فرمایا: [1]

جب چند چیزیں موجود ہوں تو سماع سننا چاہیئے۔ وہ چیزیں یہ ہیں۔ مسمع۔ مسموع۔ مستمع اور آلاتِ سماع .... مسمع کہنے والے کو کہتے ہیں جو بالغ اور مرد ہو۔ نہ کہ لڑکا یا عورت۔

مسموع جو کچھ وہ گائے وہ فحش اور فضول نہیں ہونا چاہیئے۔ مستمع وہ جو سنے۔ سننے والا بھی یادِ حق سے پُر ہو اور اس وقت باطل

---

[1] فوائد الفوائد ص۲۔

خیال نہ ہو۔ سماع کے آلات چنگ اور رباب وغیرہ ہیں۔ یہ
مجلس میں نہیں ہونے چاہئیں۔ ایسا سماع حلال ہے۔"
پھر آپ نے فرمایا:
"سماع ایک موزوں آواز ہے۔ یہ حرام کیوں کر ہو سکتی ہے۔
نیز اس میں قلب کو حرکت ہوتی ہے۔ اگر وہ حرکت یاد حق کی
وجہ سے ہو تو مستحب ہے اور اگر بُرے خیال سے ہو، تو حرام ہے"
آپ کے چند اقوال حسب ذیل ہیں:

اقوال

اصل دانائی یہ ہے کہ دنیا کو ترک کیا جائے۔

- درویش کو چاہئے کہ نہ خوشی سے خوش ہو نہ غمی سے غمناک۔
- جب ایک مرتبہ پیٹ بھر جائے تو پھر اور نہیں کھانا چاہئے۔ البتہ دو شخصوں کو کھانا جائز ہے۔ ایک وہ جس کے ہاں مہمان آتے ہوتے ہوں، اور وہ اُن کی خاطر ان کے ساتھ مل کر اور کچھ کھالے اور دوسرے وہ جو روزہ رکھتا ہے اور سمجھتا ہو کہ سحری کے وقت شاید کچھ نہ مل سکے۔
- مرد جب علم سیکھتا ہے تو اسے شرف حاصل ہوتا ہے اور جب طاعت کرتا ہے تو اس کے کام کی بہتری ہوتی ہے۔ اس موقع پر پیر کو چاہئے جو دونوں کو توڑ دے یعنی علم اور عمل دونوں کو اس کی نظر سے گرا دے گا کہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہو جائے۔
- تین وقتوں میں نزول رحمت ہوتا ہے۔ ایک سماع کی حالت میں۔ دوسرے وہ کھانا کھاتے وقت جو طاعت کی قوت کی نیت سے کھایا جائے اور تیسرا درویشوں کے حالات بیان کرتے وقت۔
- سالک جب پیر کی بیعت میں مستقیم ہو تو جو کچھ اس سے پہلے کر گزرا ہو اس کے لئے اس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا۔

- معاملے کے وقت اس قسم کی گفتگو کرنی چاہیے، جس سے گردن کی رگیں نمودار نہ ہوں، یعنی تعصب اور غضب کی علامت نہ پائی جائے۔
- ہر ایک کا ظلم سہنا چاہیے اور اس کا بدلہ لینے کی نیت بھی نہیں کرنی چاہیے۔
- جس میں علم و عقل و عشق ہو وہ خلافتِ مشائخ کے شایان ہوتا ہے۔
- اولیاء کا عشق ان کی عقل پر غالب ہوتا ہے۔
- جس کی طبع لطیف ہو وہ جلد ہی برہم ہو جاتا ہے۔

اوراد و وظائف

آپ نے فرمایا کہ دُعا نزولِ بلا سے پہلے کرنی چاہیے۔ سحر کے وقت دُعا اکثر قبول ہوتی ہے۔ دُعا کے واسطے یہ وقت بہت اچھا ہے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر نے آپ کو بتایا کہ رقت و گریہ کے وقت دعا کو غنیمت سمجھنا چاہیے، کیوں کہ اس وقت کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ تعویذ کو بازو پر باندھنا بہتر ہے۔ گلے میں لٹکانا نہیں چاہیے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ کے بعض اوراد و وظائف حسب ذیل ہیں:

مشکلات حل ہونے کے لئے

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ جب کوئی مشکل درپیش ہو تو مہینے کی پندرہویں شب باوضو قبلہ رو ہو کر بیٹھے۔ انتیس ہزار مرتبہ

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ

پڑھے۔ ہر ہزار پر سر سجدہ میں رکھنا چاہیے اور تیس بار آمین کہنا چاہیے۔

اسم اعظم

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں اسم اعظم یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ہے اور فارسی زبان میں اُمیدا اُمیدواران ہے۔

بغیر اسباب کے خوش زندگی گذارنے کے واسطے

ہر روز سو مرتبہ یہ دعا پڑھنا چاہئے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط

گم ہوئی چیز کے واسطے

آپ فرماتے ہیں کہ گم ہوئی چیز کے مل جانے کے واسطے حسب ذیل دُعا پڑھنا چاہئے۔

یَا جَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ اِجْمَعْ عَلَیَّ ضَآلَّتِیْ۔

دینی اور دُنیاوی مُراد کے واسطے

آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سجدہ میں سر رکھ کر حسب ذیل دُعا کئی مرتبہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَفْتِحُکَ بِاسْمِ یَحْیٰی اِبْنِ ذَکَرِیَّا یَا مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ط

دُشمن پر غالب ہونے کے واسطے

آپ نے فرمایا کہ دُشمن کے مقابل ہو کر حسب ذیل اسماء پڑھنا چاہئیں:

یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ

بیماری سے اچھا ہونے کے واسطے

آپ نے فرمایا کہ ہر ایک بیماری سے اچھا ہونے کے واسطے حسب ذیل دُعا لکھ کر باندھنا مفید ہے:

اَللّٰہُ شَافِیْ اللّٰہُ الْکَافِیْ اللّٰہُ الْمُعَافِیْ

حاجت پوری ہونے کے واسطے

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ حسب ذیل دعا حاجت پوری ہونے کے واسطے نہایت زود اثر ہے۔ یَا حَیُّ یَا حَلِیْمُ یَا عَزِیْزُ یَا کَرِیْمُ بجن کار صعب را سلیم بِحَقِّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ط

روزی فراخ ہونے کے واسطے

آپ نے فرمایا کہ روزی فراخ ہونے کے واسطے ہر رات کو سورۃ جمعہ پڑھنا چاہئے اور وَاللّٰہُ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ کی تین مرتبہ یا سات مرتبہ یا اکیس مرتبہ تکرار کرنا چاہئے۔ اگر سورۃ جمعہ روز نہ پڑھ سکیں تو جمعہ کی ہر رات کو ضرور پڑھنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ وسعتِ رزق کے واسطے ہر روز صبح کے وقت کلمہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ سو بار پڑھنا چاہئے۔

دعائے ماثورہ

آپ نے فرمایا کہ جب رنج و بلا سے کسی طرح خلاصی نہ ہو تو جمعہ کے روز عصر کی نماز سے لے کر شام تک حسب ذیل تین اسماء کو پڑھتا رہے اور کوئی کام نہ کرے رنج و بلا سے نجات ملے گی۔

یَا اَللّٰہُ ۔ یَا رَحْمٰنُ ۔ یَا رَحِیْمُ

کشف و کرامات

حضرت محبوب الٰہی صاحب کشف و کرامات تھے لیکن ان چیزوں کی آپ کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہ تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کشف و کرامات راستہ میں حجاب ہیں۔ محبت میں کام استقامت سے نکلتا ہے۔ عاجز بن کر رہنا چاہئے تاکہ اصلی مقصد حاصل ہو۔ کرامتیں ظاہر کرنا بزرگی اور برگزیدگی کی دلیل نہیں۔ اسرار کو پوشیدہ رکھنا چاہئے لیکن اس کے واسطے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے۔

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ سلوک کے سو درجے ہیں، سترواں درجہ کشف و کرامت کا ہے، جو سالک اس درجے میں رہ گیا وہ نہیں بڑھ سکتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ خارقِ عادت کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ معجزہ ۔ معجزہ پیغمبروں سے ظاہر ہوتا ہے۔

۲۔ کرامت ۔ کرامت اولیاء سے ظاہر ہوتی ہے۔

۳۔ معونت ۔ جب کوئی بات خلاف عادت بعض بے علم، اور

بے عمل مجذوبوں اور دیوانوں سے ظاہر ہو، اسے معونت کہتے ہیں۔

۴۔ استدراج۔ جب کوئی خلافِ عادت بات ایسے لوگوں سے ظاہر ہو جو ایمان نہیں رکھتے، اس کو استدراج کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ کرامت سے تین چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔

پہلی چیز علم بے تعلیم۔ بغیر پڑھے لکھے عالم ہونا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ اولیاء بیداری میں وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو عام لوگ خواب میں دیکھتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ جیسے عام لوگوں کا خیال خود ان کے اندر اثر کرتا ہے اولیاء کا خیال غیروں میں بھی اثر کرتا ہے۔

آپ کی بعض کرامات کا حال ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

ایک مرتبہ قاضی محی الدین کاشانی سخت بیمار ہوئے بظاہر آپ کے بچنے کی اُمید نہ تھی۔ حضرت محبوب الٰہی آپ کو دیکھنے تشریف لے گئے۔ قاضی صاحب جاں کنی کے عالم میں تھے۔ حضرت محبوب الٰہی کے قدموں کی برکت سے قاضی صاحب کی سب بیماری دور ہو گئی۔ آپ نے کھڑے ہو کر حضرت محبوب الٰہی کو تعظیم دی۔

آپ کی خانقاہ میں باؤلی کھودی جا رہی تھی۔ پانی کھاری نکلا۔ ایک روز آپ سماع میں تشریف رکھتے تھے، آپ نے خواجہ اقبال سے دوات اور روشنائی، کاغذ اور قلم منگایا۔ آپ نے کاغذ پر کچھ لکھ کر خواجہ اقبال کو وہ کاغذ باؤلی میں ڈالنے کو دیا۔ پرچے کے ڈالنے سے پانی میٹھا ہو گیا[1]۔

---

[1] جامع الکلم۔

آپ کے ایک مرید مولانا بدرالدین نے ایک مرتبہ رات کے وقت آپ کی دہلیز پر ایک اونٹ کھڑا دیکھا۔ آپ اس اونٹ پر سوار ہوئے۔ اونٹ ہوا میں اڑتا ہوا چلا گیا۔ آخر رات میں دیکھا کہ وہ اونٹ پھر واپس آیا اور حضرت محبوب الٰہی اونٹ پر سے اترے اور خانقاہ میں تشریف لے گئے۔

آپ کے ایک مرید کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر آپ اس کو اپنا جھوٹا پانی دیں گے تو یہ آپ کی کرامت ہوگی۔ حضرت محبوب الٰہی اس کے خطرے سے آگاہ ہوئے اور آپ نے اپنا جھوٹا پانی اس کو عنایت فرمایا۔

دہلی کے ایک بادشاہ کا عجیب واقعہ ہے۔ سلطان غیاث الدین تغلق اگرچہ بظاہر محبوب الٰہی سے کچھ نہ کہتا تھا، لیکن دل میں آپ کی طرف سے کدورت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بنگال سے دہلی روانہ ہو رہا تھا۔ اس نے حضرت محبوب الٰہی کو پیغام بھیجا کہ اس کے آنے تک وہ دہلی نہ ہوں اور اس کے بعد غیاث پور سے بھی چلے جائیں۔ آپ اس وقت کچھ رنجیدہ ہوئے اور آپ نے جواب دیا: [1]

"ہنوز دہلی دُور است"

یعنی ابھی دہلی دُور ہے۔

آخر کار ایسا ہوا کہ ابھی دہلی نہ پہنچا تھا کہ تغلق آباد کا محل غیاث الدین تغلق پر گرا، اور وہ مرگیا۔ اس کو دہلی پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ اب بھی بطور ضرب المثل کے لوگ کہتے ہیں: "ہنوز دہلی دُور است"

[1] تاریخ فرشتہ صہ ۳۹۸

باب ۷

حضرت نصیر الدّین محمود چراغ دہلوی

حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی خاندانِ چشت کے روشن چراغ ہیں۔ آپ حضرت نظام الدین اولیاء کے جانشین ہیں۔ آپ مردِ میدانِ دین ہیں، اور فردِ مِلکِ یقین ہیں۔

خاندانی حالات آپ کے جدِ امجد حضرت شیخ عبداللطیف نیروی خراسان کے رہنے والے تھے، وہاں سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے۔ ان کے لڑکے حضرت شیخ یحییٰ لاہور سے سکونت ترک کر کے اودھ میں رونق افروز ہوتے۔

والدین آپ کے والد حضرت شیخ یحییٰ اور آپ کی والدہ اودھ میں سکونت پذیر تھے۔ آپ کے والد صوفی منش تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نہایت نیک تھیں۔ زیادہ وقت عبادت میں گذارتی تھیں۔ وہ اپنے زمانے کی رابعہ تھیں۔ آپ کے والد خوش حال تھے۔ پشمینہ فروخت کرتے تھے۔ آپ کے یہاں غلام بھی تھے۔[1]

---

[1] سیر الاولیاء (فارسی) ص ۲۳۸۔

نسب نامہ پدری آپ کا نسب نامہ پدری حسبِ ذیل ہے :

حضرت شیخ نصیرالدین محمود بن شیخ یحییٰ بن عبداللطیف بن یوسف بن عبدالرشید بن سلیمان بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین بن شیخ سلطان بن شیخ اسحاق بن شیخ مسعود بن شیخ عبداللہ بن حضرت واعظ اصغر بن واعظ اکبر بن اسحاق بن سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی بن شیخ سلیمان بن شیخ ناصر بن حضرت عبداللہ بن امیرالمومنین حضرت عمرؓ بن خطاب ۔

ولادت باسعادت آپ اودھ میں پیدا ہوئے ۔

نام نامی آپ کا نام نصیرالدین ہے ۔

خطاب آپ کا خطاب محمود ہے ۔

لقب آپ کا لقب "چراغ دہلی" ہے ۔ آپ کے چراغ دہلوی کہلانے کی چند وجوہات ہیں ۔ حضرت مخدوم جہانیاں گشت جب مکہ معظمہ پہنچے اور حضرت امام یافعیؒ سے ملے تو باتوں باتوں میں دہلی کے بزرگان کا ذکر آگیا حضرت امام یافعی نے فرمایا :

"پہلے تو دہلی میں بہت بزرگان تھے ۔ وہ سب واصل بحق ہو گئے ۔"

پھر حضرت امام یافعیؒ نے فرمایا کہ :

"اب تو شیخ نصیرالدین اودھی دہلی کے چراغ ہیں ۔ باقی ہیں ۔" [1]

---

[1] تاریخ فرشتہ (فارسی) ص ۲۹۹ ۔ سیرالعارفین

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سیّد جلال کچھ عرصے کے بعد مکہ معظمہ سے دہلی واپس آئے اور حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلی سے بیعت ہوئے اور بعد ازاں خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے "چراغ دہلی" کہلانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ :

"ایک مرتبہ چند درویش بسلسلہ سیاحی دہلی آئے اور حضرت نظام الدین اولیاء سے ملے۔ وہ درویش حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاق سے حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی بھی حضرت محبوب الٰہی کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہی نے آپ کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ آپ نے عرض کیا :

"درویشوں کی طرف میری پیٹھ ہو جائے گی"

حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ :

"چراغ کی رو پشت نہیں ہوتی"

اپنے پیرو مرشد کے حکم موافق آپ بیٹھ گئے۔ آپ کی رو پشت یکساں ہوئی۔ جیسے کہ آپ آگے سے دیکھتے تھے۔ اب پشت کی طرف سے بھی دیکھنے لگے، اسی روز سے آپ "چراغ دہلی" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ بادشاہ نے جو حضرت محبوب الٰہی سے حسد رکھتا تھا اور جس کو اُن کا اقتدار ناپسند تھا، عین عرس کے موقع پر حضرت محبوب الٰہی کی خانقاہ کے واسطے تیل بند کر دیا۔ حضرت نصیرالدین چراغ دہلی نے یہ واقعہ حضرت محبوب الٰہی کے گوش گذار کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا :

"باؤلی جو کھد رہی ہے، اس میں کچھ پانی نکلا ہے"

حضرت نصیرالدین چراغ دہلی نے عرض کیا :

"حضور! ہاں نکلا ہے۔"

حضرت محبوب الٰہی نے حکم دیا:

"اسی کو چراغوں میں پُر کر کے روشن کرو۔"

آپ نے ایسا ہی کیا۔ تمام چراغ تیل سے نہیں پانی سے روشن ہو گئے ـــــ حضرت نصیرالدین محمود سارے جہان میں چراغ دہلی کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

بچپن کا صدمہ

جب آپ کی عمر نو سال کی ہوئی، والد ماجد کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا۔

تعلیم و تربیت

والد کے انتقال کے بعد آپ کی تعلیم و تربیت کا بار آپ کی والدۂ ماجدہ نے بحُسن و خوبی اٹھایا۔ انہوں نے اپنی پوری ذمہ داری محسوس کی اور آپ کی تعلیم و تربیت میں بہت کوشش کی ـــــــــ آپ کو مولانا عبدالکریم شیروانی کے سپرد کیا، اور اُن کی وفات کے بعد آپ نے مولانا افتخار الدین گیلانی سے تحصیلِ علم کی۔ آپ نے علوم ظاہری سے جلد فراغت حاصل کی، اور بیس سال کی عمر میں تمام علوم حاصل کر کے تعلیم کا سلسلہ ختم کیا۔

درویش کی صحبت

آپ شروع ہی سے مجاہدۂ نفس میں لگے رہتے تھے۔ آپ نے ایک درویش کی صحبت میں رہنا شروع کیا۔ یہ درویش شہر سے دُور جنگل میں رہتے تھے۔ دُنیا سے اُن کو کچھ غرض نہ تھی۔ گھاس اور پتے کھا کر گذارہ کرتے تھے۔

دہلی میں آمد

آپ تینتالیس[۴۳] سال کی عمر میں دہلی میں رونق افروز ہوئے[۱] دہلی پہنچ کر آپ حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے

---

[۱] بعض کا خیال ہے کہ آپ کی عمر اس وقت چالیس[۴۰] سال کی تھی۔

آپ ایک مدت تک حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں رہے۔

بیعت و خلافت

حضرت محبوب الٰہی نے آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ بعد ازاں خرقۂ خلافت عطا کیا ــــــ آپ پر حضرت محبوب الٰہی کی خاص نوازش اور مہربانی تھی۔ آنحضرت نے آپ کو اپنا صاحب سجادہ اور جانشین بنایا۔ وہ تمام تبرکات جو آپ کو حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر سے ملے تھے، حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی کے سپرد فرمائے اور نصیحت فرمائی کہ وہ ان تبرکات کو اسی طرح اپنے پاس رکھیں، جس طرح انہوں نے اور خواجگان چشت نے بصد احترام و ادب رکھا ہے۔

آپ کا شجرۂ بیعت اٹھارہ واسطوں سے امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔

ایک واقعہ

حضرت بہاءالدین زکریا کے مرید خواجہ محمد گازرونی ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہی کے پاس آئے۔ آپ اس رات خانقاہ میں رہے۔ جب تہجد کی نماز کا وقت آیا تو آپ نے وضو کرنے کی غرض سے اپنی رضائی اتاری۔ رضائی ایک جگہ رکھ کر وضو کرنے چلے گئے۔ جب وضو کر کے واپس آئے تو اس جگہ رضائی کو نہ پایا۔ آپ خانقاہ کے خادم خواجہ محمد کو سخت سست کہنے لگے۔

حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی خانقاہ میں عبادت میں مشغول تھے۔ آپ نے جب یہ گفتگو سنی، آپ اٹھے اور اپنی رضائی خواجہ محمد گازرونی کو دے کر قصہ ختم کیا۔ کسی نے یہ خبر حضرت محبوب الٰہی کو پہنچائی۔ حضرت محبوب الٰہی نے آپ کو اوپر بلایا اور اپنی خاص رضائی آپ کو عطا کی، آپ کے لئے دعائے خیر فرمائی، اور آپ کو دینی و دنیاوی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

پیر و مرشد کی خدمت میں معروضہ

کچھ تو پاسِ ادب کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ حضرت امیر خسرو کو بارگاہِ محبوب الٰہی میں خاص قرب حاصل تھا۔ جب چاہتے تھے حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے، آپ نے خود تو عرض نہیں کیا بلکہ حضرت امیر خسرو سے کہلوایا کہ شہر میں رہنے سے مشغولی میں فرق آتا ہے، عبادت میں خلل واقع ہوتا ہے، لوگ ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔ اگر حکم ہو تو صحرا یا پہاڑ میں سکونت اختیار کر لوں اور وہاں سکون اور اطمینان کے ساتھ عبادت میں مشغول ہوں۔

حضرت امیر خسرو نے حضرت محبوب الٰہی سے عرض کیا۔ حضرت محبوب الٰہی نے جواب دیا کہ: لہ

> "ان سے کہہ دو کہ شہر میں رہنا چاہئے اور مخلوق کی جفا و قفا کو برداشت کرنا چاہئے، اور اس کے بدلے ان کے ساتھ بذل و ایثار اور عطا کرنی چاہئے۔

مجاہدات

آپ نے سخت سے سخت مجاہدے کئے۔ ایک مرتبہ نفس نے آپ کو پریشان کیا۔ آپ نے نفس کو مغلوب کرنے کی غرض سے اس قدر لیموں کھائے کہ آپ سخت بیمار ہو گئے۔

ایک دفعہ آپ نے دس روز تک کچھ نہیں کھایا۔ کسی نے حضرت محبوب الٰہی کو اس بات کی اطلاع کر دی۔ آنحضرت نے آپ کو اپنے سامنے بلایا۔ جب آپ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہی نے خواجہ اقبال کو حکم دیا کہ ایک روٹی لائیں۔ خواجہ اقبال ایک روٹی پر بہت سا حلوہ رکھ کر لا۔ تو ـــــ حضرت

لہ سیر الاولیاء (فارسی) صـ۲۲۲۔

محبوب الٰہی نے آپ کو حکم دیا کہ وہ سب کھالیں۔ آپ حیران ہوتے کہ یہ سب ایک مرتبہ میں کیسے کھائیں گے لیکن پیرِ مرشد کا حکم کیسے ٹالتے۔ سب کھالیا۔

آپؒ کی وصیت

آپ نے شیخ زین الدین، اور شیخ کمال الدین کو وصیت فرمائی کہ ان کے وصال کے بعد ان کے شیخ کا خرقہ ان کی قبر میں ان کے سینہ پر اور کاسہ چوبیں ان کے سرہانے اور تسبیح اُن کی انگلی میں، اور عصا اور نعلین ان کی برابر رکھ لینا۔[1]

وفات شریف

اپنے پیرِ مرشد کے تیئیس سال بعد آپ نے ۱۸۔ رمضان ۷۵۷ھ کو رحلت فرمائی[2] جس حجرے میں آپ رہتے تھے اسی میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ آپ کا مزار زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

آپؒ کے خلفاء

آپ کے بہت سے خلیفہ ہیں بعض مشہور خلفا حسب ذیل ہیں:

حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز۔ حضرت شیخ کمال الدین (جو آپ کی بہن کے لڑکے ہیں) مخدوم جہانیان جہاں گشت۔ حضرت شیخ صدر الدین طبیب دولھا۔ حضرت سید محمد جعفر المکی الحسینی۔ مولانا علاء الدین سندیلوی۔ مولانا خواجگی۔ مولانا احمد تھانیسری۔ شیخ معین الدین خورد۔ قاضی عبدالمقتدر بن قاضی رکن الدین۔ قاضی محمد شادی۔ مخدوم شیخ سلیمان رودولوی۔ شیخ محمد متوکل۔ شیخ دانیال عرف مولانا عود۔ مخدوم شیخ قوام الدین

---

[1] مراۃ الاسرار۔ [2] سیر الاولیاء (فارسی) صہ ۲۴۲

دہلی میں رہے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز دہلی سے
دکن تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ کمال الدین دہلی میں رہے۔

سیرتِ مقدس

آپ کی ذات پسندیدہ اور اوصاف برگزیدہ تھے۔ آپ علم، عقل اور عشق میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ آپ تحمل، بردباری اور ایثار میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ مخلوق کے جور و ستم پر صبر کرتے تھے۔ بُرائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے تھے۔ آپ اہلِ ارادت کے لئے نظیر تھے۔ راہِ سلوک میں بے نظیر تھے۔ آپ ایک مثالی پیر تھے۔ عین جوانی میں جو کہ کامرانی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے، آپ نے دُنیا کو ترک کر دیا تھا آپ امیر سے بے پرواہ تھے۔ وزیر سے کچھ غرض نہ رکھتے تھے۔ آپ اپنے پیر و مرشد کی پیروی میں ہمہ تن مشغول تھے۔ آپ کو سماع کا شوق تھا۔

عفو و درگذر

ایک روز کا واقعہ ہے کہ ایک قلندر آپ کی خانقاہ میں آیا۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی حجرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ وہ قلندر حجرہ میں داخل ہوا۔ خانقاہ میں اس کے حجرہ میں داخل ہونے کا کسی کو پتہ نہ چلا۔ اس نے آپ کے چہرۂ مبارک پر اٹھارہ زخم لگائے۔ آپ اس درجہ استغراق میں تھے کہ آپ کو کچھ پتہ نہ چلا۔ حجرہ کی نالی سے جب خون باہر نکلا تو لوگ حجرے کے اندر آ گئے۔ قلندر کو پکڑا۔ آپ نے قلندر کو سزا دینے سے منع فرمایا۔ آپ نے اس قلندر کو ایک تیز رفتار گھوڑا، اور سپچاس اشرفیاں مرحمت فرمائیں اور اس سے فرمایا کہ "جلد شہر سے باہر چلے جاؤ تاکہ تمہیں لوگ تکلیف نہ پہنچا سکیں"۔ اس قلندر نے ایسا ہی کیا[1]۔

---

[1] تاریخ فرشتہ (فارسی) ص ۳۹۹۔

شعروسخن کا ذوق حسبِ ذیل غزل آپ کے شعروسخن کی آئینہ دار ہے :

بے کارم و باکارم چوں مد بحساب اندر
گویانم و خاموشم چوں خط بکتاب اندر

اے زاہدِ ظاہر بیں از قرب چہ می پرسی
او درمن و من در وے چوں بو بگلاب اندر

دریا است پر از چشم لب تر نہ شود ہرگز
ایں طرفہ عجائب بیں تشنہ است بآب اندر

گہہ شادم و گہہ غمگیں از حال خودم غافل
می گریم و می خندم چوں طفل بخواب اندر

در سینہ نصیرالدیں جز عشق نمی گنجد
ایں طرفہ عجائب بیں دریا بحباب اندر

تعلیمات آپ کی بعض تعلیمات حسبِ ذیل ہیں :

پیر کی صفات آپ نے فرمایا کہ :
"اے درویش! راہِ سلوک میں پیر اسے کہتے ہیں، جسے مُرید کے باطن پر تصرف حاصل ہو، اور ہر لحظہ اور گھڑی مُرید کی ظاہری اور باطنی مشکلات کو معلوم کر کے حل کر سکے۔ اور اس کے آئینۂ باطن کو صاف کر سکے۔"

مُرید کے فرائض آپ نے فرمایا کہ :[1]
"صادق مُرید اسے کہتے ہیں جسے جو کچھ پیر حکم کرے،

---

[1] مفتاح العاشقین (اُردو ترجمہ) ص۲۔

بجا لائے اور جو کچھ اسے دکھائے وہی دیکھے اور ہر وقت پیر کو حاضر و ناظر سمجھے۔ جو کچھ اس کے دل میں نیک یا بد خیالات گذریں ان کا اظہار اپنے پیر سے کرے۔ اگر مرید کے دل میں ذرہ بھر خیال بھی پیر کے برخلاف ہو تو وہ صادق مرید نہیں کہلا سکتا۔"

فقیری کا سرمایہ

آپ نے فرمایا کہ:[1]

"فقیری کا سرمایہ مجاہدہ ہے۔ وہ بھی صدق دل سے، نہ اس غرض سے کہ مخلوق اس کو عابد، زاہد، صاحبِ مجاہدہ جانیں بلکہ یہ مجاہدہ خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو، اور جب مجاہدہ باخلاص ہوگا تو ثمرِ فوائد ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے مقام مقصود تک پہنچا دے گا۔"

اصلی کام

آپ نے فرمایا کہ:[2]

"اصل کار محافظت نفس کی ہے۔ مراقبہ میں صوفی کو لازم ہے کہ اپنے نفس کو نگاہ رکھے یعنی سانس روکے تا جمعیتِ باطن حاصل ہو، جب سانس لے گا تو باطن پریشان ہوگا اور خرابی پاوے گا۔"

اقوال

آپ کے چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

تمام کاموں میں نیت خالص درکار ہے۔

- لقمۂ تجارت اچھا لقمہ ہے۔
- جس قدر سالک کو معرفتِ خدا تعالیٰ حاصل ہوتی ہے اسی قدر تعلقات کم ہوتے جاتے ہیں۔

---

[1] خیر المجالس ص۹۹ [2] خیر المجالس ص۲۱

- درویش کو چاہئے کہ اگر اس پر فاقہ گذرے تب بھی اپنی حاجت غیر سے نہ کہے۔
- طلبِ دنیا میں اگر نیت خیر کی ہو تو وہ فی الحقیقت طلبِ آخرت ہے۔
- سماع درد مندوں کے لئے بمنزلہ علاج ہے جس طرح ظاہری درد کے لئے علاج ہوتا ہے، اسی طرح باطنی درد کے لئے سماع کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔

اَورادو وظائف

آپ کے بتائے ہوئے چند اوراد و وظائف حسبِ ذیل ہیں:

حق تعالیٰ کی محبت کے واسطے آپ نے فرمایا کہ عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورۂ عمّ پڑھنا مفید ہے۔

آنکھ کی روشنی کے واسطے آپ نے فرمایا کہ عشا کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھنا چاہئے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد اِنَّا اَعْطَیْنَا تین مرتبہ پڑھنا چاہئے، اور پھر سجدہ میں یہ پڑھے:

"متعنی بسمعی و بصری و جعلھا الوارث"

بعض کرامات

ایک دن عزیز الدین آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا، اور وہ کاغذ عزیز الدین کو دیا کہ اس کو حضرت نظام الدین اولیاء کے روضہ مبارک میں پیش کردینا۔ عزیز الدین نے اس کو پڑھنا چاہا لیکن نہیں پڑھا۔ انہوں نے سوچا کہ پہلے حکم کے موافق کاغذ روضہ مبارک میں پیش کردیں پھر پڑھیں۔ روضہ مبارک میں کاغذ پیش کرنے کے بعد جو انہوں نے نگاہ ڈالی تو کا

بالکل صاف تھا اور اس پر کچھ نہیں لکھا ہوا تھا۔[1]

سلطان محمد بن تغلق ٹھٹھہ روانہ ہوا۔ دہلی کے مشائخین و بزرگان کو اپنے ہمراہ لیا۔
حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کو بھی ساتھ لینا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ :

"سلطان کو اس سفر میں میرا ساتھ لینا مبارک نہیں ہے کیوں کہ وہ
صحیح سلامت واپس نہ آئے گا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سلطان محمد بن تغلق کا انتقال ہوا، اور آپ کی دعا سے فیروز شاہ
بادشاہ ہوا۔

آخر عمر میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے جسم سے ایسی ہی خوشبو آنے
لگی تھی جیسی کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے جسم سے آتی تھی۔

---

[1] سیر الاولیاء، صفحہ ۲۴۳۔

باب ۸

حضرت امیر خسرو

حضرت امیر خسرو بادشاہِ سلطنتِ شمائل ہیں اور خسرو مملکتِ فضائل ہیں۔

آپ حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

خاندانی حالات آپ ہزارہ بلخ کے ایک ممتاز خاندان سے وابستہ تھے۔ علم اور دولت اس خاندان کی خصوصیات ہیں۔

والد ماجد آپ کے والد ماجد کا نام امیر سیف الدین محمود ہے۔ آپ ہزارہ بلخ کے امیرزادوں میں سے تھے۔ چنگیز خاں کے زمانے میں ہندوستان تشریف لائے اور شاہی دربار میں ممتاز عہدے پر فائز ہوئے۔

بھائی آپ کے دو بھائی تھے۔ ایک بھائی کا نام اعزاز الدین علی شاہ ہے اور دوسرے بھائی کا نام حسام الدین ہے۔

پیدائش آپ مومن آباد میں جواب پٹیالی کے نام سے مشہور ہے پیدا ہوئے آپ کا نام ابوالحسن ہے۔

لقب آپ کا لقب یمین الدین ہے۔[1]

تعلیم و تربیت آپ نے اپنے والد بزرگوار کے سایۂ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی۔ جب آپ کی عمر نو سال کی ہوئی، والد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ والد کے انتقال کے بعد آپ کی والدہ کے ایک دور کے رشتہ دار نے آپ کی تعلیم و تربیت پر کافی التفات اور توجہ دی۔ عماد الملک جو اپنے ہمعصروں میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے تھے، اور جن کی عمر ایک سو تیس سال کی تھی، آپ کے جلدار تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت دہلی میں ہوئی۔

بیعت اور خلافت جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی، آپ کے والد آپ کو اپنے ہمراہ لے کر حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ چاہتے تھے کہ اپنے پیر کا انتخاب خود کریں۔ آپ کے والد یہ سن کر حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں اندر چلے گئے۔ لیکن آپ دروازہ پر باہر بیٹھ کر کچھ اشعار لکھنے لگے۔ آپ نے وہاں بیٹھے بیٹھے حسب ذیل قطعہ لکھا :

تو آں شاہی کہ بر ایوان قصرت　　کبوتر گر نشیند باز گردد

غریبے مستمندے بر در آمد　　بیاید اندروں یا باز گردد

آپ سوچنے لگے کہ حضرت محبوب الٰہی شیخ کامل ہیں تو آپ کے اشعار کا جواب دیں گے اور آپ کو اپنے پاس بلائیں گے۔

حضرت محبوب الٰہی نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ باہر جو لڑکا بیٹھا ہے اس کے پاس جا کر یہ اشعار پڑھ دو۔

---

[1] نفحات الانس صفحہ ۵۴۱۔

بیاید اندرون مرد حقیقت   کہ با مایک نفس ہمراز گردد
اگر ابلہ بود آں مرد ناداں   ازاں راہے کہ آمد باز گردد

آپ نے جب یہ اشعار سُنے فوراً حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیعت سے مشرف ہوئے۔ خلوص، اعتقاد اور محبت نے اپنا کام کیا، اور کچھ ہی دنوں میں آپ کو اپنے پیرو مرشد کی عنایت، محبت اور شفقت اس درجہ حاصل ہوئی کہ جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ حضرت محبوب الٰہی نے آپ کو خرقۂ خلافت پہنایا۔

خواجہ حسن سے محبت آپ کی خواجہ حسن سے محبت عشق کے درجے تک پہنچ گئی تھی۔ اس عاشقی، اور معشوقی کا چرچہ ہونے پر شہزادہ سلطان خاں نے خواجہ حسن کے چند کوڑے مارے۔ شہزادہ سلطان خاں نے آپ کو بلایا اور اس محبت کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ "دوئی ہمارے درمیان سے اُٹھ چکی ہے۔" شہزادہ سلطان نے کہا "اس کا ثبوت؟" آپ نے اپنی آستین اُٹھا کر دکھائی۔ جس جگہ خواجہ حسن کے کوڑے لگے تھے اسی جگہ آپ کے ہاتھ پر کوڑوں کے نشان موجود تھے۔[1]

بادشاہوں سے تعلقات آپ اور خواجہ حسن سلطان غیاث الدین بلبن کے لڑکے شہزادہ محمد سلطان خاں کے پاس ملازم تھے۔ شہزادہ سلطان ملتان میں رہتے تھے۔ آپ نے کئی بار نوکری سے استعفیٰ دینا چاہا لیکن شہزادہ سلطان نے آپ کو اجازت نہیں دی۔ جب شہزادہ سلطان ملتان میں شہید ہوا، آپ نے دہلی آ کر امیر علی کی ملازمت اختیار کی۔ سلطان جلال الدین خلجی کے تخت پر بیٹھنے کے بعد آپ اس کے مقرب ہوئے۔ غرض سلطان قطب الدین

---

[1] تاریخ فرشتہ ص۲۰۴

مبارک شاہ تک آپ پر ہر بادشاہ نے مہر و محبت اور لطف و کرم کی نظر رکھی۔ شاہی دربار میں آپ کی کافی عزت تھی۔ سلطان غیاث الدین تغلق جس کے نام پر آپ نے تغلق نامہ لکھا ہے، سب بادشاہوں سے زیادہ آپ کی عزت اور احترام کرتا تھا۔[1]

حضرت قلندر صاحب سے ملاقات

ایک دفعہ سلطان علاء الدین خلجی نے کچھ تحفے آپ کے ساتھ کر کے آپ کو حضرت شیخ ابو علی قلندر پانی پتی کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت قلندر صاحب آپ کا کلام سن کر بہت خوش ہوتے اور پھر اپنا کلام آپ کو سنایا۔ آپ قلندر صاحب کا کلام سن کر رونے لگے۔ حضرت قلندر صاحب نے آپ سے پوچھا:

"خسرو صرف روتا ہے۔ یا کچھ سمجھا بھی۔"

آپ نے جواب دیا:

"اسی وجہ سے روتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

حضرت قلندر صاحب یہ جواب سن کر بہت خوش ہوتے اور سلطان علاء الدین خلجی کے بھیجے ہوئے تحفے قبول فرمائے۔[2]

آپ کا آئندہ خطاب

آپ کے دل میں ایک دن یہ خیال گزرا کہ آپ کا تخلص دنیا داروں کا سا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ آپ کا تخلص فقیروں سے منسوب ہوتا۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا: "محشر میں تجھ کو 'محمد کاسہ لیس' کے خطاب سے پکاریں گے۔"[3]

آپ کی وصیت

آپ کے پیر و مرشد کی زبان فیض ترجمان سے جو محبت اور شفقت کے کلمات آپ کے متعلق نکلے تھے، ان سب کلمات کو

---

[1] تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۰۰ [2] شرف المناقب [3] نفحات الانس صفحہ ۴۲۸

آپ نے ایک کاغذ پر لکھ کر بطور تعویذ گلے میں ڈال لیا تھا۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ اس کاغذ کو جس پر وہ کلمات لکھے ہوئے تھے، آپ کے ساتھ قبر میں دفن کیا جائے تاکہ وہ کاغذ آپ کی بخشش کا ذریعہ بنے۔

وفات شریف

حضرت محبوب الٰہی کی وفات کے وقت آپ دہلی میں نہیں تھے۔ اس وقت آپ سلطان غیاث الدین تغلق کے ساتھ لکھنوتی میں تھے۔[1] وفات کی خبر سن کر دہلی آئے۔ اپنے پیرو مرشد کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوئے۔ نوکری سے استعفیٰ دیا۔ جو کچھ پاس تھا فقرا۔ اور مساکین کو تقسیم کیا۔ سیاہ ماتمی لباس پہنا، اور مزار پر رہنے لگے۔ چھ مہینے نہایت رنج و غم میں گذارے آخر کار ۱۸۔ شوال ۷۲۵ھ کو رحمت حق میں پیوست ہوئے۔ آپ کا مزار حضرت محبوب الٰہی کے مزار کے پاس چبوترہ یاران کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال آپ کا عرس بڑے تزک و احتشام سے ہوتا ہے۔

سیرتِ پاک

آپ نہ صرف ایک خوش گو شاعر، ایک اچھے مصنف، ایک بڑے عالم، ایک بامذاق شخص۔ ایک کامیاب مقرب سلاطین تھے بلکہ آپ ایک صاحبِ دل، صاحبِ نسبت صوفی صافی۔ اور ایک درویش دلریش بھی تھے۔ آپ آخر شب میں بیدار ہوتے تھے۔ تہجد کی نماز میں قرآن مجید کے سات پارے پڑھتے تھے، اور ذوق و شوق میں بے حد روتے تھے۔ باوجود نوکری کے آپ نے چالیس سال تک بارہ مہینے روزے رکھے۔[2] آپ نے حضرت محبوب الٰہی کے ہمراہ طے عرض کے طریق پر حج کئے ہیں۔[3]

پیرو مرشد سے محبت

آپ کو اپنے پیرو مرشد سے والہانہ محبت اور عقیدت تھی۔ آپ فنا فی الشیخ کے درجے پر پہنچ

---

[1] تاریخ فرشتہ ص ۲۰۲، ۲۰۳۔ [2] تاریخ فرشتہ ص ۲۰۳۔ سفینۃ الاولیاء ص ۹۹ [3] سفینۃ الاولیاء ص ۹۹

گئے تھے جب آپ دہلی میں ہوتے، زیادہ وقت اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں گزارتے تھے۔ ایک دن ایک شخص حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے سات بیٹیاں تھیں۔ وہ ان کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ حضرت محبوب الٰہی سے کچھ مالی امداد چاہتا تھا، لیکن اتفاق سے اس روز خانقاہ میں سوائے نعلین کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ نے وہ نعلین ہی اس شخص کو دے دیں، بڑی اُمیدیں لے کر آیا تھا، نعلین لے کر وہ کچھ خوش نہ ہوا۔ دہلی سے روانہ ہو کر ایک سرائے میں ٹھیرا۔ آپ بھی بہت کچھ سازو سامان کے ساتھ دہلی جاتے ہوئے اسی سرائے میں ٹھہرے۔ اس سرائے میں آپ کو اپنے پیرو مرشد کی خوشبو آئی۔ آپ سرائے میں تلاش کرتے پھرے کہ دہلی سے کون آیا ہے۔ جب اُس شخص سے ملاقات ہوئی، پہلے پیرو مرشد کی خیریت معلوم کی، اس شخص نے باتوں باتوں میں نعلین کا بھی ذکر کیا۔ آپ نے وہ نعلین لے لیں اور سب سامان اس کو دے دیا۔ وہ نعلین آپ نے اپنے عمامہ میں لپیٹ کر سر سے باندھ لیں، اور اس طرح سے حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ [1]

پیرو مرشد کی آپ سے محبّت

حضرت محبوب الٰہی کو بھی آپ سے انتہائی محبت تھی۔ [2] ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

"خسرو! میں سب سے تنگ آتا ہوں، مگر تجھ سے تنگ نہیں آتا!"

ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ:

"میں سب سے تنگ ہوتا ہوں۔ یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی

آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو "ترک اللہ" کا خطاب دیا تھا۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ: [3]

"میں بغیر اُس کے (امیر خسرو کے) جنت میں قدم نہیں رکھوں گا۔ اگر دو کا ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہوتا تو میں وصیّت کرتا کہ اُس کو میری قبر

---

[1] سفینۃ الاولیاء صفحہ ۱ [2] لطائف اشرفی فی بیان کو ائف صوفی صفحہ ۳۶ [3] تاریخ فرشتہ صفحہ ۴

میں دفن کیا جائے۔"

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا :

"روزِ قیامت ہر ایک سے پُوچھا جائے گا کہ کیا لائے، مجھ سے پُوچھیں گے تو کہوں گا کہ اس ترک اللہ کے سینے کا سوز۔" [1]

آپ فرماتے تھے کہ :[2]

"خداوند تعالیٰ مجھ کو اس ترک کے سینے کے سوز میں بخشے۔"

ایک مرتبہ آپ نے متقدمین پر کچھ اعتراض کیا اور خمسۂ نظامی کا جواب لکھتے وقت یہ شعر کہا :

دبدبۂ خسرویم چوں شد بلند　　زلزلہ در گورِ نظامی فگند

اسی وقت ایک برہنہ تلوار آپ کے سر پہ آئی۔ آپ نے حضرت محبوبِ الٰہی اور بابا فریدالدین گنج شکر سے امداد طلب کی۔ ایک ہاتھ نمودار ہوا، جس نے آستین کاٹی۔ پھر تلوار غائب ہوگئی۔ آپ محفوظ رہے۔ آپ حضرت محبوبِ الٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چاہتے تھے کہ سب حال بیان کریں۔ حضرت محبوبِ الٰہیؒ نے آپ کو وہ آستین دکھائی۔ آپ نے سر نیاز زمین پر رکھا۔[3]

حضرت محبوبِ الٰہیؒ نے حسبِ ذیل اشعار آپ کی تعریف میں ارشاد فرمائے :

خسرو کہ بہ نظم و نثر مثلش کم خاست　　ملکیت ملک سخن از خسرو ماست
ایں خسرو ماست ناصر خسرو نیست　　زیرا کہ خدا ناصر ایں خسرو ماست

نو سال کی عمر میں آپ نے اپنے والد ماجد کی وفات پر ایک مرثیہ کہا جس کا حسبِ ذیل مطلع ہے :

---

[1] سفینۃ الاولیاء ص۹۹ [2] تاریخ فرشتہ ص۴۰۳ [3] تذکرۃ الاتقیاء [4] نفحات الانس ص۵۸۴

سیف ازسرم گذشت ودل من دو نیم ماند — دریائے ماروال شد و دُرِّ یتیم ماند

آپ نے حضرت محبوب الٰہیؒ کی تعریف میں بہت سے اشعار لکھے۔ حسب ذیل اشعار پیرو مرشد کی تعریف میں ہیں:

جدا از خانقاہِ او بتقدیم — حطیم کعبہ را ماند بہ تعظیم

ملک کردہ بسقفش آشیانہ — چو اندر سقفہا گنجشک خانہ

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ آپ سے ملنے کے لئے ہندوستان آئے: [1]

ایک مرتبہ آپ کو حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ لعابِ دہن مرحمت فرمائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ "وہ سعادت شیخ سعدی شیرازیؒ کے حصہ میں آچکی"۔ آپ نے حضرت محبوب الٰہی سے اس کا ذکر کیا۔

حضرت محبوب الٰہی نے اپنا لعابِ دہن آپ کے مونہہ میں ڈال دیا۔ اس کی برکت سے آپ کے کلام کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ جو کسی کو نہیں حاصل ہوئی۔

خاص خاص کتابیں آپ کی تصنیف کردہ بانوے[92] کتابیں ہیں۔ خاص خاص کتابیں حسب ذیل ہیں:

راحت المحبین۔ اس کتاب میں آپ نے حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات تحریر کئے ہیں:
تحفۃ الصغیر۔ وسط الحیات۔ غرۃ الکمال۔ بقیہ نقیہ نہایت الکمال قران السعدین۔ مطلع الانوار۔ جواب مخزن اسرار نظامی۔ شیریں خسرو لیلیٰ مجنوں۔ آئینہ سکندری۔ ہشت بہشت۔ تاج الفتوح۔ نہ سپہر اعجاز خسروی، تغلق نامہ۔ خزائن الفتوح۔ مناقب ہند۔

کرامت شیخ نورالدین ابوالفتح ملتانی نے جب آپ کے جنازے پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا چاہی۔ آپ اٹھ بیٹھے[2] اور یہ شعر پڑھا۔

ما بعشقِ پیرِ خود چندانکہ مستغرق شدیم — نیست مارا حاجتِ آمرزشِ آمرزگار

---

[1] جواہر الانوار [2] سبع سنابل

باب ۹

حضرت مولانا شمس الدین محمد یحییٰ

حضرت مولانا شمس الدین محمد بن یحییٰ شمسِ ملت ودین ہیں۔ آپ زاہد ممکن ہیں۔ عابد متدین ہیں وصاف حقائق ہیں۔ کشافِ دقائق ہیں۔

والدِ بزرگوار آپ کے والد بزرگوار کا اسمِ نامی محمد یحییٰ ہے۔

نام آپ کا نام شمس الدین محمد ہے۔

تعلیم وتربیت آپ نے مولانا ظہیر الدین سے "بزدوی" پڑھی۔ آپ نے علمِ اصول، فقہ، تفسیر اور حدیث میں وہ درجہ حاصل کیا تھا کہ آپ کی شاگردی باعثِ فخر ومباہات تھی۔ بہت سے علمائے شہر آپ کے شاگرد تھے اور علومِ ظاہری کی سند اور علوم دینی کی تحقیق آپ کی نسبت سے منسوب کرتے تھے۔

حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت میں باریابی آپ اور مولانا صدر الدین نادلی ساتھ ساتھ رہتے

تھے اور دونوں مولانا ظہیرالدین کے پاس پڑھتے تھے۔ جب تعطیل ہوتی آپ اور مولانا صدرالدین ناولی دریائے جمنا پر کپڑے دھونے غیاث پور آتے تھے۔ آپ سُنا کرتے تھے کہ حضرت محبوب الٰہی بڑی شان کے بزرگ ہیں۔ اُن کی عظمت و کرامات کے قصے سنتے تھے۔ آپ سُنا کرتے تھے کہ شہر کے بڑے بڑے لوگ، علماء اور فضلائے روزگار حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت میں حاضر ہو کر زمیں بوس ہوتے ہیں اور قدم چُومتے ہیں

ایک دن آپ اور مولانا صدرالدین ناولی غیاث پور کپڑے دھونے آئے دونوں میں آپس میں مشورہ ہوا کہ حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت میں چل کر دیکھنا چاہیے کہ وہ علم کیسا رکھتے ہیں، لیکن جب ہم اُن کے پاس جائیں گے، زمیں بوس نہ ہوں گے اور نہ قدم چومیں گے، بس اسلامی شعار کے موافق سلام علیک کرکے بیٹھ جائیں گے۔

اس صلاح و مشورہ کے بعد آپ اور مولانا صدرالدین ناولی عجیب عجیب خیالات کے ساتھ حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حضرت محبوبِ الٰہی کے روئے انور پر نگاہ پڑتے ہی آپ پر مولانا صدرالدین پر جمالِ مبارک کا ایسا رعب طاری ہوا اور ایسی ہیبت بیٹھی کہ آپ دونوں نے سرِ نیاز زمین پر رکھ دیا[1]

حضرت محبوبِ الٰہی نے آپ دونوں سے بیٹھنے کو فرمایا۔ آپ دونوں باادب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت محبوبِ الٰہی نے دریافت فرمایا "شہر میں رہتے ہو؟" آپ دونوں نے جواب دیا "جی شہر میں رہتے ہیں!"

پھر محبوبِ الٰہی نے پوچھا:

"کچھ پڑھتے ہو؟"

عرض کیا:

---

[1] سیرالاولیا صـ ۲۲۳

"جی ہاں، مولانا ظہیرالدین سے بزدوی کی بحث کرتے ہیں"

حضرت محبوب الٰہی نے "بزدوی" کے اس حصہ میں جو اُنہوں نے پڑھ لیا تھا۔ ایک سوال پوچھا کہ جو مولانا ظہیر الدین سے بھی حل نہ ہوا تھا۔ دونوں کو سخت تعجب ہوا، نہایت ادب اور عاجزی سے عرض کیا:

"مخدوم، یہی مشکل مسئلہ حل ہونے سے رہ گیا ہے، ہمارے استاد مولانا ظہیر الدین فرماتے تھے کہ اس مسئلہ کی تحقیقات کریں گے"

یہ سُن کر حضرت محبوب الٰہی مسکرائے اور اس مسئلہ پر اتنی روشنی ڈالی کہ ان دونوں کی تسلی و تشفی بخوبی ہوگئی۔ واپسی کے وقت حضرت محبوب الٰہی نے مولانا شمس الدین کو پائجامہ اور مولانا صدرالدین کو دستار دے کر سرفراز فرمایا[1]

اس کے بعد جو آپ مولانا ظہیر الدین کے پاس پڑھنے گئے وہ پائجامہ جو آپ کو حضرت محبوب الٰہی نے عطا فرمایا تھا، سر سے باندھ کر گئے۔

بیعت وخلافت

دوسری بار جو آپ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، سعادتِ ارادت سے مشرف ہوئے۔ بیعت سے مشرف ہونے کے بعد آپ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر رہنے لگے۔ آپ کی خدمت، صدق، خلوص اور محبت نے اپنا کام کیا اور آخرکار خرقۂ خلافت پاکر ممتاز و سرفراز ہوئے۔

پند ونصائح

آپ کے خلافت نامہ میں جو پند و نصائح حضرت محبوب الٰہی کے درج ہیں، اُن کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے[2]

---

[1] سیرالاولیاء ص ۲۴۳

[2] سیرالاولیاء ص ۲۴۹ تا ص ۲۴۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"تمام تعریف اُس خدا کے واسطے ہے جس کے دوستوں کی ہمت نے تمام عالم کو چھوڑ کر خاص اُسی کی طرف بلند پروازی کی اور اُن کے دلی مقصد ایک بخشنے والے کے ساتھ از روئے نیک نامی کے وابستہ ہیں۔ پس اُن دوستوں پر اُن کے محبوب کے کوثر سے صبح و شام جام ہائے محبت دَور کرتے ہیں۔ ایسا دَور کہ جس کو زوال نہیں ہے اور جب رات آتی ہے تو اُن کے دل آتشِ شوق سے مشتعل ہو جاتے ہیں اور اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنا شروع ہوتا ہے۔ یہ دوست پوشیدہ طور پر اپنے حبیب کی مناجات سے نفع اُٹھاتے ہیں اور اپنی فکر کے ساتھ سراپردۂ عزت کا طواف کرتے ہیں۔ ان میں سے ہمیشہ ایک نہ ایک ایسا شخص موجود ہوتا ہے جس کے دل پر عرفان کی تروتازگی اور اطرافِ عالم میں اس کے آثار ظاہر اور انوار روشن ہوتے ہیں۔ زبان اُن کی ناطق بحق اور وہ مخلوقِ خدا کی طرف چلنے والا ہوتا ہے تاکہ مخلوق کو ظلمت سے روشنی کی طرف نکالے اور پروردگار بخشنے والے کا مقرب بنائے۔

پھر رحمتِ کاملہ روشن شریعت اور تابانِ طریقت والے رسولِ رحمت پر نازل ہو جو مقام بیعت میں پروردگار کی خلافت کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان کے خلفائے راشدین پر جو ہر ایک مقام میں کامیاب اور اُن کی آل و اصحاب پر جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اما بعد بے شک خدائے واحد علام کی طرف اُس کے بندوں کو بلانا مقاصدِ اسلامی کا بلند ترین مقصد اور ایمان کی محکم ترین دستگی

ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے۔ فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر تم چاہو تو میں اور قسم کھا کر بیان کروں کہ خدا کو اپنے سب بندوں میں زیادہ محبوب وہ بندے ہیں جو خدا کو اس کے بندوں کا اور خدا کے بندوں کو خدا کا محبوب بناتے ہیں، اور زمین میں چل پھر کر نصیحت اور نیک باتوں کا حکم کرتے ہیں اور خدا نے اپنے ان بندوں کی تعریف فرمائی ہے جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے، ہماری بیویوں اور اولاد میں سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہم کو نصیب فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا رہنما بنا۔ اور نیز خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حضرت سید المرسلین وقائد الغر المحجلین کی پیروی فرض کی ہے۔ فرمایا ہے کہ اے محمدؐ کہہ دو کہ اے لوگو! یہ میرا راستہ ہے۔ میں خدا کی طرف تم کو بلاتا ہوں۔ بینائی پر میں اور وہ لوگ جو میرے پیرو ہیں اور آں حضرت کی پیروی بغیر ان کے اقوال کی نگہداشت اور اُن کے اعمال و افعال کی اقتدار اور دل کے وجود میں کل ماسوا اللہ سے پاک کرنے اور معبود کی طرف منقطع ہو جانے کے حاصل نہیں ہوتی ہے پھر معلوم ہو کہ فرزند عزیز پرہیزگار عالم پسندیدہ خدا کی طرف متوجہ ہونے والا شمس الملتہ والدین محمد بن یحییٰ خدائے واحد اپنے انوار اہلِ تقویٰ و یقین پر نازل فرمائے۔ جب ہماری طرف اس کا قصد درست ہوا اور ہم سے اُس نے ارادت کا خرقہ پہنا اور ہماری محبت سے پورا حصہ حاصل کیا تو میں نے اُس کو اجازت دی کہ جب وہ سید کائنات کے اتباع اور طاعت و عبادت میں وقت کو معروف کرنے اور نفس کو نفسانی خواہشوں اور خطرات سے محفوظ رکھنے پر قائم ہوں اور دنیا اور اس کے اسباب سے اعراض کریں۔

اور اہلِ دنیا کی طرف میلان نہ کریں۔

اور بالکل خدا کی طرف منقطع ہو جائیں۔

اور ان کے دل میں انوارِ قدسی اور اسرارِ ملکوتی روشن ہوں اور تعریفاتِ الٰہیہ کی سمجھ کا دروازہ کھل جائے۔"

آپ کے شاگرد

آپ کے بہت شاگرد تھے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی آپ کے مایۂ نازشاگرد ہیں۔ حضرت مخدوم نے آپ سے "بزودی" پڑھی تھی۔ حضرت مخدوم آپ کا بہت ادب و احترام کرتے تھے[1] آپ نے اپنے استاد حضرت مولانا کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے:

سَأَلْتُ الْعِلْمَ مَنْ اَحْيَاكَ حَقًّا

فَقَالَ الْعِلْمُ شَمْسُ الدِّيْنِ يَحْيٰى

تَرجَمَہ: میں نے علم سے دریافت کیا کہ تجھ کو حقیقی طور سے کس نے زندہ کیا ہے۔ علم نے جواب دیا کہ شمس الدین یحییٰ نے۔

آخری ایام

عمر کے آخری حصے میں سلطان محمد بن تغلق نے آپ کو طلب کر کے کشمیر جانے کا حکم دیا۔ آپ واپس دولت خانے پر تشریف لائے اور کشمیر جانے کی تیاری میں معروف ہوئے۔ سلطان محمد بن تغلق نے آپ کو کشمیر بھیجنے کے واسطے کچھ لوگوں کو مقرر کر دیا تھا۔ آپ نے جو لوگ آپ کے دولت خانے پر موجود تھے، ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

"یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ میں نے اپنے پیر روشن ضمیر کو خواب میں دیکھا ہے کہ مجھ کو طلب فرماتے ہیں۔ میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں جاتا ہوں، وہ لوگ مجھے کہاں بھیجتے ہیں؟"

دوسرے دن آپ کے سینے پر ایک پھوڑا نکلا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ شگاف دیا گیا۔ آپ

---

[1] سیر الاولیاء، ص ۲۲۵

کی بیماری کی خبر سلطان کو پہنچی۔ اس کو یقین نہ آیا۔ اس نے آپ کو دیکھ کر اپنا اطمینان کرنا چاہا۔ آپ پالکی میں بیٹھ کر سلطان محمد بن تغلق کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں سے آکر تکلیف بڑھ گئی۔

وفات شریف آپ ۷۴۷ھ میں جوارِ رحمت رب العالمین میں پیوست ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک دہلی میں حضرت محبوب الٰہی کے آستانہ کے قریب واقع ہے۔

سیرت پاک آپ نے شادی نہیں کی۔ ساری عمر مجاہدات، ریاضات، اور عبادات میں مشغول رہے۔ آپ کی زندگی کا طور طریق سالکانِ راہِ طریقت کی طرح تھا۔ آپ کا ظاہر و باطن پاک و صاف تھا۔ تعلق تزنہ بچ سے مبرا تھے۔ تکلفات سے عاری تھے۔ دنیادار سے ملنا آپ کو سخت ناگوار ہوتا تھا۔ آپ فتوحات کو دیکھتے تک نہ تھے۔ آپ کے خادم مسمی فتوح ساری فتوحات کو لوگوں پر خرچ کر دیتے تھے۔ علماء میں آپ کا درجہ بہت اونچا تھا۔ آپ محقق روز گار تھے۔ علومِ دینی سے متعلق آپ کی چند تصنیفات بھی ہیں۔ آپ شریعت اور طریقت میں یک کامل فرد تھے۔ علمائے عصر اور مشائخ روزگار آپ کے منقاد اور معتقد تھے۔ جس کو صادق پاتے اس کو بیعت کرتے۔ جہاں تک ممکن ہوتا گریز کرتے۔

ذوقِ سماع آپ کو سماع کا شوق تھا۔ وصال سے چند روز قبل حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ میں عرس کے موقع پر محفلِ سماع میں آپ، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی اور شیخ قطب الدین منور اور بہت سے لوگ تھے۔ آپ کو اس غزل پر وجد طاری ہوا، آپ کھڑے ہو گئے اور اپنے سینے پر ہاتھ ملتے تھے[1]

---

[1] سیر الاولیاء ص ۲۲۷، ۲۲۸

غزل

غمے کز تو دارم بہ پیشِ کہ گویم
دوائے دلِ دردمند از کہ جویم

اگر کشتہ گردم بہ تیغ جفایت
بہ پیشِ کس ایں ماجرا را نگویم

طبیبم تو باشی علاج از کہ خواہم
اسیرِ تو باشم خلاص از کہ جویم

ز سعدی چہ گویم چہ جویم چہ پویم
غمے کز تو دارم بہ پیشِ کہ گویم

کشف و کرامت

حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی کے مرید مولانا سلیمان ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کپڑے اتار کر کتابت میں مشغول ہوئے۔ مولانا سلیمان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ جمعہ کی نماز کے بعد مشائخ کے واسطے مشغولی کا وقت ہے اور یہ کیسے بزرگ ہیں کہ کتابت میں معروف ہو گئے۔

مولانا سلیمان کے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا:

"اے سلیمان۔ میں اس سے کبھی خالی نہیں ہوں۔" [1]

---

[1] سیر الاولیاء ص ۲۲۶-۲۲۷

باب ۱۰

حضرت مولانا علاء الدین نیلی چشتی

حضرت مولانا علاء الدین نیلی چشتی قطب ربانی ہیں۔ گنجِ اسرارِ ذوالجلال ہیں۔ گوہرِ دریائے فضل و کمال ہیں۔

نام آپ کا نام علاء الدین ہے۔

تعلیم و تربیت آپ علومِ ظاہری کی تحصیل و تکمیل سے جلد ہی فارغ ہوئے، فقہ، حدیث، منطق، تفسیر اور علم سلوک میں دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ نے قرآن مجید بھی حفظ کیا۔ آپ ایک اچھے قاری تھے۔

بیعت و خلافت آپ حضرت محبوبِ الٰہی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

حضرت محبوبِ الٰہی کا عطیہ ایک دن حضرت محبوبِ الٰہی حسبِ معمول بالائی منزل میں تشریف فرما تھے۔ آپ

خانقاہ میں حاضر ہوئے اور جماعت خانے کے صحن میں نماز میں مشغول ہوئے۔ جن لوگوں نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے[1] آپ کی قرأت اور خوش الحانی مشہور تھی۔ آپ کی قرأت اور خوش الحانی سن کر حضرت محبوب الٰہی کو ایک عجیب حال اور ذوق و شوق پیدا ہوا۔ حضرت محبوب الٰہی نے اپنے خادم اقبال کو حکم دیا کہ اُن کا مصلیٰ خاص اُس شخص کو جا کر دو جو امامت کر رہا ہے[2] خواجہ اقبال نیچے آ گئے۔ جب آپ نے نماز ختم کی۔ خواجہ اقبال نے حضرت محبوب الٰہی کا عطیہ آپ کو دیا۔ آپ نے بصد احترام و ادب وہ مصلیٰ لیا۔ اس کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا، سر پر رکھا اور اپنے بخت رسا پر فخر کیا۔

پیر و مرشد کا ادب

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ مولانا شمس الدین یحییٰ اور چند لوگ اودھ سے دلی آئے۔ آپ اور مولانا شمس الدین یحییٰ دہلی پہنچ کر حضرت محبوب الٰہی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور آداب بجا لائے۔ حضرت محبوب الٰہی نے آپ کو اور شمس الدین یحییٰ کو جو کہ تیسرے روز ہی اودھ جانے کا حکم دیا۔ آپ دونوں اس قدر جلد واپسی کے حکم پر کبیدہ خاطر ہوئے۔ لیکن پیر و مرشد کا فرمان تھا، کیسے ٹالتے۔ آپ دونوں اُدھر روانہ ہو گئے۔ جب تلپتہ پہنچے، آپ کو تیز بخار ہو گیا۔ آپ تلپتہ میں رکنے پر مجبور ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا اور اس میں اپنی بیماری کی اطلاع کے علاوہ یہ بھی تحریر کیا کہ اب فرمانِ عالی کیا ہے۔ جیسا حکم ہو اس پر عمل کیا جائے۔

حضرت محبوب الٰہی کو جب آپ کی بیماری کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے خرچ کے لئے کچھ رقم اور سواری کے لئے اپنی خاص پالکی روانہ کی اور حکم دیا کہ واپس دہلی آ جاؤ۔

---

[1] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی ص ۳۷۵

[2] سیر الاولیاء ص ۲۷۶

یہ حکم پاکر آپ بہت خوش ہوئے۔ جب آپ سے پالکی میں بیٹھنے کو کہا گیا آپ نے صاف انکار کر دیا، اور کہا کہ اتنی تاب، طاقت اور مجال کہاں کہ خاص پالکی میں بیٹھوں۔ غرض آپ ایک کرائے کے ڈولے میں روانہ ہوئے[1]

روانہ ہوتے وقت آپ نے تاکید کی کہ پالکی آپ سے آگے چلے تاکہ آپ کی نظر اس پر پڑتی رہے اور اس کو دیکھتے رہنے کی برکت سے آپ کو صحت نصیب ہو[2] آپ اسی طرح سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے۔ جب حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے بیماری کا حال عرض کیا۔ حضرت محبوب الٰہی نے اپنے خادم خواجہ اقبال کو حکم دیا کہ صبح کے بچے ہوئے کھانے میں سے کچھ کھانا لاکر ان کو دو۔ خواجہ اقبال نے کھچڑی، روغن اور آبہری لاکر آپ کو دی۔ آپ نے حسب فرمان اپنے پیر و مرشد کے کھچڑی، روغن اور آبہری کھائی۔ کھانے کے بعد آپ کا بخار اتر گیا۔ حضرت محبوب الٰہی کو جب معلوم ہوا کہ آپ پالکی میں سوار نہیں ہوئے۔ آپ سے دریافت فرمایا کہ پالکی میں سوار کیوں نہ ہوئے۔ آپ نے بصد ادب عرض کیا کہ اگر حضرت مخدوم کرم و شفقت بندہ کے حال پر فرمائیں تو یہ عین بندہ نوازی ہے، لیکن بندہ کو بھی تو اپنے محل سے واقف رہنا چاہئے اور اس کو نہ بھولنا چاہئے۔ جب کبھی بھی آپ کی نظر اس پالکی پر پڑتی، آپ نہایت تعظیم و تکریم کرتے اور اس پالکی سے فیوض و برکات حاصل کرتے۔

حضرت مولانا حسام الدین ملتانی سے ملاقات

حضرت محبوب الٰہی کا یہ طریقہ تھا کہ جو کوئی ادھر سے آتا تھا، آپ اس کو قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

---

[1] سیر الاولیاء ص۲۷۱

[2] سیر الاولیاء ص۲۷۱

کے مزار پرانوار پر حاضر ہونے کا حکم دیتے اور بعدازاں اپنی قدم بوسی کا شرف عطا فرماتے۔
آپ اور مولانا شمس الدین یحییٰ ساتھ ساتھ اندھ سے دہلی آئے۔ فرمانِ عالی کے مطابق آپ دونوں قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح کے مزار پر حاضر ہوئے۔ اس کے بعد شہر آکر کچھ لوگوں سے ملے۔ پھر آپ دونوں حضرت حسام الدین ملتانی کے درِ دولت پر گئے۔
مولانا حسام الدین گھر پر تشریف نہیں رکھتے تھے۔ تھوڑی دیر میں مولانا حسام الدین آتے دکھائی دئے۔ ان کے ایک ہاتھ میں ایک کپڑا تھا، جس میں کھچڑی بندھی ہوئی تھی اور دوسرے ہاتھ میں لکڑیاں تھیں۔ آپ دونوں نے چاہا کہ کھچڑی کی پوٹلی اور لکڑیاں اُن کے ہاتھ سے لیں۔ لیکن مولانا حسام الدین نے اجازت نہیں دی۔ اور فرمایا کہ "بوجھ اُٹھانا میرا حق ہے"۔
آپ دونوں ایک پرانے بورے پر بیٹھ گئے۔ مولانا شمس الدین نے ایک پائجامہ اور آپ نے ایک چاندی کا سکہ پیش کیا۔ سب نے کھچڑی کھائی۔ رخصت ہوتے وقت مولانا حسام الدین نے چاندی کا سکہ جو آپ نے پیش کیا تھا، مولانا شمس الدین یحییٰ کے سامنے رکھ دیا اور مولانا شمس الدین یحییٰ کا لایا ہوا پائجامہ آپ کے سامنے رکھ دیا، اور قبول نہ کرنے کی معذرت کی۔[1]

سیرتِ مبارک

اگرچہ آپ مجازِ مطلق تھے، لیکن آپ نے کسی کو مرید نہ کیا۔ آپ علماء کا سا لباس زیب تن فرماتے تھے، لیکن باطنی طور پر درویشانہ اوصاف سے متصف تھے۔ آپ تقریر بہت اچھی کرتے تھے۔ بڑے بڑے علماء آپ کی تقریر پر عاشق تھے۔ آپ ایک بہت بڑے عالم تھے اور ساتھ ہی ساتھ ایک صاحبِ دل اور صاحبِ کمال بزرگ بھی تھے۔ آپ کی آواز میں ایک عجیب دل کشی تھی۔ قرآن مجید قرأت سے پڑھتے تھے اور اپنے پیر و مرشد کا انتہائی احترام و ادب کرتے تھے۔ طبیعت

---

[1] سیر الاولیاء صفحہ ۱۵۹

میں سادگی تھی۔ ترک و تجرید اعلیٰ درجہ کا تھا۔

آخری ایام

زندگی کے آخری دنوں میں آپ نے سب کتابیں اور اوراد بالائے طاق رکھ دیئے تھے۔ آپ صرف ایک کتاب پڑھتے تھے، اور آپ کا صرف ایک وِرد تھا۔ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت محبوبِ الٰہی کے ملفوظاتِ بابرکات "افضل الفوائد" پڑھتے تھے۔ اُن سے روحانی انبساط حاصل کرتے تھے اور اُن کو خود اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اُن کو کسی وقت بھی نگاہ سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے[1]

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس ہر علم کی معتبر کتابیں ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ صرف حضرت محبوبِ الٰہی کے ملفوظات طیبات پڑھتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ "یہ صحیح ہے کہ دنیا سلوک کی کتابوں سے بھری ہوئی ہے، لیکن میرے لئے میرے مخدوم کے رُوح افزا ملفوظات نجات کا ذریعہ ہیں"۔

وفات شریف

آپ نے ۷۶۲ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کا مزارِ مقدس حضرت محبوبِ الٰہی کے مزارِ پُرانوار کے قریب چبوترۂ یاراں میں مشہور ہے۔

---

[1] سیر الاولیاء ص۲۷۱

باب ۱۱

حضرت خواجہ محی الدین کاشانی

حضرت خواجہ محی الدین کاشانی عارفِ ربانی ہیں، نظام الحقیقت ہیں، نصیر الطریقت ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کے بزرگان نے ایک عرصے تک ممالکِ طبرستان میں حکومت کی۔ اُن کا دار الخلافت کاشان تھا۔ آپ کے دادا حضرت خواجہ قطب الدین کاشانی کو چنگیز خاں کی قتل و غارت گری نے ترکِ سکونت پر مجبور کیا۔ آپ سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں ہندوستان تشریف لائے۔ آپ ملتان میں رہتے تھے اور علیحدہ مدرسے میں پڑھایا کرتے تھے۔ آپ علم و دیانت میں مشہور تھے۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی روز وہاں جاکر نماز ادا کرتے تھے۔ ایک روز قاضی صاحب نے اُن سے دریافت کیا کہ وہ کیوں اپنے یہاں سے اس قدر دُور آکر اور مقتدی بن کر نماز ادا کرتے ہیں۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے جواب دیا: "اس حدیث پر عمل کرتا ہوں: "من صلی خلف عالم تقی کانما صلی خلف نبی مرسل"

(جس نے پرہیزگار عالم کے پیچھے نماز ادا کی گویا اس نے نبی مرسل کے پیچھے نماز ادا کی) [1]

آپ ملتان سے دہلی تشریف لائے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ بادشاہ نے آپ کو طلب کیا۔ جب آپ تشریف لے گئے، بادشاہ حرم گاہ میں تھا اور سید نورالدین مبارک بادشاہ کے دائیں طرف اور قاضی فخرالائمہ بادشاہ کے دوسری طرف حرم گاہ سے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ قاضی صاحب جب باہر تشریف لائے، انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں بیٹھیں گے؟" قاضی صاحب نے جواب دیا کہ:

"علوم کے سائے کے نیچے۔"

جب آپ بادشاہ کے قریب پہنچے اور سلام کیا۔ بادشاہ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوا۔ آپ کا دست مبارک پکڑا۔ آپ کو حرم گاہ کے اندر لے گیا اور نہایت عزت سے اپنے پاس بٹھایا [2]

آپ کے سپرد بادشاہ نے قضاء اودھ کا ممتاز عہدہ کیا اور آپ اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہ کر اپنے فرائض بہ حسن و خوبی انجام دیتے رہے۔

والد ماجد آپ کے والد ماجد کا نام حضرت قاضی جلال الدین کاشانی ہے۔ اپنے والد حضرت قاضی قطب الدین کاشانی کی وفات کے بعد آن کی جگہ تھا اودھ کے عہدے پر مامور ہوئے۔

سلسلۂ نسب آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

قاضی محی الدین کاشانی بن قاضی جلال الدین کاشانی بن قاضی قطب الدین

---

[1] فوائد الفواد ص ۱۹۱۔

[2] فوائد الفواد ص ۱۹۲۔

کاشانی از اولاد حضرت زید اسود بن سید ابراہیم بن سید محمد اسحٰق بن امام قاسم اسحٰق بن حضرت ابراہیم طبا طبا سلطان طبرستان بن حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم بن حضرت عمر بن حضرت حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن علیہ السلام بن امام الاولیاء حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ۔

نام

آپ کا نام محی الدین ہے، لیکن آپ مشہور قاضی محی الدین کاشانی کے نام سے ہیں۔

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم والد ماجد کی آغوشِ عاطفت میں ہوئی۔ علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل سے آپ جلد ہی فارغ ہو گئے۔

والد کا وصال

اپنے والد کے انتقال کے بعد آپ نے قضاء، اودھ کے ممتاز عہدے کو عزت و زینت بخشی۔

بیعت و خلافت

کچھ عرصے قضاء کے عہدے پر مامور رہنے کے بعد آپ کا دل دنیا سے اور دنیاوی معاملات سے یک سر سرد ہو گیا۔ آپ کو محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیا کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرنے کی تمنا حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمتِ بابرکت میں لے گئی۔ حضرت محبوبِ الٰہی نے بیعت سے آپ کو مشرف فرمایا اور پھر خرقۂ خلافت سے آپ کو سرفراز فرمایا۔

حضرت محبوبِ الٰہی کا عطیہ

حضرت محبوبِ الٰہی نے آپ کو اپنا ایک کمبل عنایت فرمایا۔ آپ اس کمبل کو تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے گھر لائے اور بہت احتیاط سے ایک صندوق میں رکھ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے صندوق کھولا اور وہ کمبل نکالا۔ اس کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا۔ اس کمبل میں نہایت عمدہ خوشبو بسی ہوئی تھی۔ آپ اسی طرح سے صندوق کھولتے رہے اور کمبل کی زیارت کرتے رہے۔ کئی سال گزر گئے، لیکن کمبل کی خوشبو

میں کوئی کمی نہ ہوتی ۔ آپ کو سخت تعجب ہوا ۔ آخر ایک دن کمبل کو خوب اچھی طرح دھویا ۔ جتنا آپ کمبل کو دھوتے جاتے تھے، خوشبو تیز ہوتی جاتی تھی ۔ یہ واقعہ آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت میں عرض کیا ۔ حضرت محبوبِ الٰہی نے چشم پُر آب ہو کر فرمایا:

قاضی صاحب ۔ یہ میری ہمت ہے جس کو محبانِ باری تعالیٰ کی ذات میں رکھا گیا ہے ۔

پند و نصائح

حضرت محبوبِ الٰہی نے جو خلافت نامہ آپ کو عطا فرمایا تھا اس میں چند پند و نصائح تھے، وہ خلافت نامہ یہ ہے: [1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

می باید کہ تارکِ دنیا باشی ۔ بسوئے دُنیا و اربابِ دنیا مائل نشوی ۔ و دیہہ قبول نکنی ۔ وصلۂ بادشاہاں نگیری ۔ و اگر مسافران بر تو آیند و بر تو چیزے نباشد ایں حال را غنیمتے و نعمتے شمری از نعمت ہائے الٰہی فَاِنْ فَعَلْتَ مَا اَمَرْتُکَ فَظَنِّیْ بِکَ اَنْ تَفْعَلَ کَذَالِکَ فَاَنْتَ خَلِیْفَتِیْ و ان لم تفعل فَاللّٰہُ خَلِیْفَتِیْ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ ۔

ترجمہ: تم کو تارکِ دنیا رہنا چاہیئے ۔ دنیا و اہلِ دنیا کی طرف میل نہ کرنا اور جاگیر قبول نہ کرنا اور بادشاہوں کا صلہ قبول نہ کرنا اور اگر مسافر تمہارے پاس مہمان آئیں اور تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو ایسے موقعہ کو خدا کی نعمتوں میں سے نعمت اور غنیمت سمجھنا ۔ اگر تم نے ایسا ہی کیا اور مجھ کو یقین ہے کہ تم ایسا ہی کرو گے تب تم میرے خلیفہ ہو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خدا مسلمانوں پر خلیفہ ہے ۔

---

[1] سیر الاولیاء ص ۲۹۵ ۔

لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی ص ۲۹۵ ۔

ترک وتجرید سعادتِ ارادت سے مشرف اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ دنیا اور اہلِ دنیا اور دنیاوی معاملات سے بالکل علیحدہ ہو گئے۔ ترک وتجرید آپ کا شعار ہو گیا۔ قضاء کے عہدے سے مستعفی ہو گئے اور سندِ قضاء حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت میں لا کر چاک کر دی۔

سلطان کی پیش کش دنیاوی وسائل منقطع کرنے کے بعد آپ کو سخت دشواری پیش آئی۔ فقر وفاقہ کی نوبت پہنچی۔ تنگی اور عسرت سے گزرنے لگی۔ آپ کے ایک معتقد نے بغیر آپ کے علم اور اجازت کے اس حال کی خبر سلطان علاء الدین خلجی کو کی۔ سلطان علاء الدین خلجی کو جب آپ کا یہ حال معلوم ہوا اس نے حکم دیا کہ قضاء کا عہدہ جو قاضی صاحب کی میراث ہے، ان کو بہت انعام وقریات کے ساتھ تفویض کیا جائے[1] چنانچہ قضاء اودھ کے عہدے کی سند تیار کی گئی۔ سلطان علاء الدین خلجی نے بہت کوشش کی کہ وہ عہدہ آپ قبول فرمالیں۔

معروضہ آپ کو جب یہ معلوم ہوا، آپ اپنے پیر روشن ضمیر حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ عرض کیا کہ سلطان علاء الدین خلجی بغیر آن کی درخواست اور خواہش کے ان کو قضاء اودھ کے عہدہ کی سند دینا چاہتا ہے۔ جیسا حکم عالی ہو اس پر عمل کیا جائے۔

جواب

حضرت محبوبِ الٰہی نے اس بات کو پسند نہ فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ:

"تمہارے دل میں اس کا خطرہ ضرور گزرا ہوگا جو یہ بات ظہور میں آئی ہے"۔[2]

---

[1] سیر الاولیاء ص ۲۹۵۔

[2] سیر الاولیاء ص ۲۹۵۔

آپ کو رنج ہوا کہ ایسی بات حضرت محبوبِ الٰہی سے کیوں عرض کی، آپ نے اسی طرح سے فقر و فاقہ میں زندگی گزاری۔ ترک و تجرید پر قائم رہے۔ فقر کو اپنے لئے باعثِ فخر اور سعادت سمجھا۔

پیرو مرشد کی شفقت

ایک بار آپ سخت بیمار ہوئے۔ بظاہر بچنے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ حضرت محبوبِ الٰہی کو جب ان کی بیماری کا علم ہوا، بہ نفسِ نفیس عیادت کو تشریف لائے۔ آپ حضرت محبوبِ الٰہی کی تعظیم کے لئے اُٹھے۔ اُسی وقت سے مرض میں کمی ہوئی۔ جب حضرت محبوبِ الٰہی واپس تشریف لے گئے آپ نے کہا کہ حضرت محبوبِ الٰہی بظاہر عیادت کو تشریف لائے تھے، مگر درپردہ مرض کو سلب کر گئے [1]

آپ کے مشہور شاگرد

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی صاحبزادی حضرت بی بی مستورہ کے صاحبزادے حضرت شیخ عزیزالدین بحکم حضرت محبوبِ الٰہی آپ کے شاگرد ہوئے اور آپ سے تعلیم حاصل کی [2] حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی نے آپ سے "بزدوی" پڑھی [3]

وفاتِ شریف

آپ ۱۵ ربیع الاول ۷۱۹ھ کو رحمتِ حق میں پیوست ہوئے۔

سیرتِ مبارک

آپ صاحبِ کرامت تھے۔ علم و حلم، عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ و ورع میں مشہور تھے۔ آپ استادِ شہر تھے [4] حضرت محبوبِ الٰہی کی بہت عزت کرتے تھے۔ آپ طریقۂ اہلِ سلف پر کاربند تھے۔ طبیعت میں انتہائی سادگی تھی، تکلف سے بری تھے، ایثار پسند تھے۔ ارادت و خلافت سے مشرف ہونے کے بعد آپ دنیاوی معاملات سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ باقی زندگی فقر و فاقہ، عسرت و تنگی، قناعت و توکل میں گزاری۔

---

[1] خیرالمجالس اردو ترجمہ ص۱۰۹۔ [2] سیرالاولیاء ص۲۹۲۔ [3] خیرالمجالس ص۱۰۹۔ [4] سیرالاولیاء ص۲۹۳

باب ۱۲

حضرت خواجہ کمال الدینؒ

حضرت خواجہ کمال الدین، کمالِ طریقت ہیں اور جمالِ حقیقت ہیں۔

خاندانی حالات آپ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی بہن کے لڑکے ہیں۔ آپ کا خاندان اودھ میں رہتا تھا۔ آپ کا نسب حضرت امام حسن تک پہنچتا ہے[1]

والد بزرگوار آپ کے والد کا نام عبدالرحمٰن ہے[2]

والدہ آپ کی والدہ اپنے وقت کی رابعہ تھیں[3]

---

[1] انوار العارفین ص۳۱۳۔

[2] انوار العارفین ص۳۱۳۔

[3] سیر العارفین۔

بھائی زین الدین علی آپ کے بھائی ہیں۔ آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ ہیں[1]

ولادت شریف آپ اودھ میں پیدا ہوئے۔

نام آپ کا نام کمال الدین ہے۔

لقب آپ ایک بہت بڑے عالم تھے اور کثرتِ علم کی وجہ سے علامہ مشہور ہوئے۔

بیعت و خلافت دہلی آکر آپ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرید ہوئے اور خرقۂ خلافت پایا۔ آپ کو حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی سے بھی خرقۂ خلافت ملا[2]

احمد آباد میں قیام خرقۂ خلافت پہننے کے بعد آپ احمد آباد تشریف لے گئے[3]۔ وہاں آپ رشد و ہدایت فرماتے تھے۔ بہت لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

مقاماتِ مقدسہ کی زیارت آپ نے سات حج کئے[4] مدینۂ منورہ میں روضۂ مطہرہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بیت المقدس بھی حاضر ہوئے۔ خراسان ہوتے ہوئے واپس دہلی آئے۔ اس سفر میں بہت سے امراء اور سلاطین آپ سے ملے۔ انہوں نے آپ کی عزت کی۔

فتوحات فتوحات کا یہ عالم تھا کہ جب دہلی واپس آئے، آپ کے ساتھ تیس اونٹ مال و اسباب سے بھرے ہوئے تھے جن میں تیس ہزار اشرفیاں اور روپے بھی تھے[5]۔ یہ دیکھ کر حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے آپ سے فرمایا کہ:

---

[1] اخبار الاخیار۔ [2] مجالس حسنیہ۔ [3] انوار العارفین۔

[4] مجالس حسنیہ۔ [5] تکملہ سیر الاولیاء، ص ۱۵۔

"شیخ کمال الدین! اس قدر دنیا اپنے ساتھ کیوں لائے ہو؟"

آپ نے عرض کیا: [1]

"مجھ کو راستے میں معلوم ہوا کہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء نے رحلت فرمائی اور اُن کی جگہ آپ سجادگی پر بیٹھے ہیں۔ پس اگر خالی ہاتھ جاؤں گا۔ میرے اپنے اور غیر کچھ کہیں گے اس وجہ سے میں اسباب ظاہر لایا ہوں۔ اب میں اس کو علماء، صلحاء اور مساکین میں تقسیم کر دوں گا۔"

چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

تاتار خاں نے آپ کو ساتی روپے روزانہ بطور نذر پیش کرنا چاہے اور اس امر کا پروانہ لکھ کر آپ کو پیش کیا۔ آپ وہ پروانہ لے کر حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس باب میں کیا حکم ہے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نے فرمایا:

"چونکہ بغیر طلب اور قصد کے تم کو وظیفہ ملا ہے، اس لئے یہ بمنزلہ فتوح ہے۔ تم اس کو قبول کرو۔"

اپنے پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق آپ نے وظیفہ قبول فرمایا۔

شادی اور اولاد

آپ نے حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے حکم سے شادی کی [2] آپ کے تین لڑکے ہوئے اور ایک لڑکی [3] آپ کے سب سے بڑے لڑکے شیخ نظام الدین کا جوانی میں انتقال ہوا۔ آپ کے دوسرے لڑکے شیخ نصیر الدین آپ کی حیات میں تحصیلِ علم سے فارغ ہو گئے تھے۔ آپ کے تیسرے لڑکے شیخ المشائخ سراج الدین ہیں۔ آپ کی لڑکی کی شادی شیخ برہان الدین سے ہوئی۔

---

[1] تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۵-۱۶۔ [2] انوار العارفین۔ [3] مجالسِ حسنیہ۔

وفات شریف آپ نے ۲۷ ذی قعدہ ۷۵۶ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار دہلی میں حضرت نصیرالدین چراغ دہلی کے مزار کے قریب مرجع خاص و عام ہے۔

سیرتِ پاک آپ ایک باکرامت ہستی تھے۔ صاحبِ اجازت درویش تھے۔ آپ ایک بلند پایہ عالم تھے، مقتدائے عصر تھے۔ حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی آپ کی بہت عزت کرتے تھے[1]۔ راستے میں جہاں کہیں بھی آپ مل جاتے حضرت نصیرالدین چراغ دہلی رک کر کھڑے ہو جاتے۔ حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز نے آپ کے بہت سے مناقب اپنی کتابوں میں تحریر فرمائے ہیں۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے آپ سے مشارق الانوار کی شرح پڑھی ہے۔ مولانا احمد تھانیسری، مولانا عالم پانی پتی، تاتار خاں اور مولانا سنگریزہ ملتانی اُن کے شاگردوں میں ہیں[2]۔ سلطان فیروز شاہ، امراء، وزراء، خواص و عوام غرض سب ہی آپ کے معتقد تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو جو منشور خلافت حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی سے ملا، وہ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا[3]۔

---

[1] مجالس حسنیہ۔

[2] مجالس حسنیہ۔

[3] تکملہ سیرالاولیاء ص ۱۶۔

لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ ط

پ ۶ - مائدہ - ۸ ع

مَطْلَبْ: وہ نیک کام میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔

حصّہ سوم

باب ۱۴

حضرت مخدوم سماءُالدّینؒ سہروردی دہلوی

حضرت مخدوم سماء الدین سہروردی دہلوی شمعِ انجمنِ توفیق ہیں، رکنِ روزگار ہیں۔ صاحبِ اسرار ہیں، تاج الاولیا ہیں، سراج الاتقیا ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کا سلسلۂ نسب مؤلہ واسطوں سے حضرت مصعب بن حضرت زبیرؓ تک اس طرح پہنچتا ہے[1]

مخدوم سماء الدین بن مولانا شیخ فخر الدین بن شیخ جمال الدین بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن شیخ حسن بن شیخ کمال الدین بن شیخ حسن بن عیسیٰ بن نوح بن محمد سلیمان بن داؤد بن یعقوب بن ایوب بن ہادی بن عیسیٰ بن مصعب بن زبیرؓ۔

---

[1] مصباح العاشقین۔
شمس التواریخ جلد دوم صک۔

والد ماجد آپ کے والد ماجد کا نام شیخ فخر الدین ہے۔ جو سید صدر الدین محمد عرف راجہ قتال کے مرید تھے[1]

بھائی حضرت مولانا مخدوم شیخ اسحاق دہلوی آپ کے بڑے بھائی ہیں[2]

ولادت شریف آپ ۸۰۸ھ میں ملتان میں پیدا ہوئے[3]

نامِ نامی آپ کا نام سماء الدین ہے۔

تعلیم و تربیت آپ نے میر سید شریف جرجانی کے مشہور شاگرد مولانا شماء الدین سے علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کی اور فقہ، حدیث اور تفسیر میں دستگاہ حاصل کی۔ آپ کا شمار صاحب کمال اور سر آمد فضلائے روزگار میں ہونے لگا۔

علوم باطنی کی تحصیل آپ نے اپنے والد ماجد سے کی۔ بارہ برس کی عمر میں آپ کے والد بزرگوار آدھی رات کے وقت اپنی خلوتِ خاص میں بلا کر آپ کو پند و نصائح کرتے تھے اور اسرارِ الٰہی و رموز و نکات کی تعلیم و تلقین فرماتے تھے۔ آپ کے لئے نہایت خشوع و خضوع سے دعا کرتے تھے[4]

"یا الٰہی اپنے کرم عمیم و لطفِ عظیم سے سماء الدین کو سعادت ابدی و دولتِ سرمدی عطا فرما۔"

بیعت و خلافت اگرچہ آپ کے والد ماجد آپ کے مرشد و پیر تھے۔ لیکن آپ نے خرقۂ خلافت و ارشاد حضرت شیخ کبیر الدین اسمٰعیل سے جو شیخ کبیر کہلاتے تھے، حاصل کیا۔ آپ حضرت شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہونے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ اُن کے کمالات میں ایسی صورت میں کچھ کمی نہ آئے گی یہ

---

[1] المشاہیر ص۲۹۔ [2] المشاہیر ص۲۹۔

[3] المشاہیر ص۳۳۔ [4] المشاہیر ص۲۹۔

کم نہ گردد تابشِ خورشید اگر
در بدخشاں لعل سازد سنگ را

ترجمہ: سورج کی روشنی میں کمی نہ ہوگی، اگر بدخشاں میں پتھر کو لعل کرے۔

حضرت شیخ کبیر نے فرمایا کہ وہ اپنے بھائی حضرت شیخ فضل اللہ سے اُن کو خرقہ دلائیں گے۔ آپ نے چند بار عرض کیا، لیکن وہی جواب ملا۔ آخر آپ نے ایک دن عرض کیا کہ:[1]

"بنا ارادت و معاملہ پیری و مریدی ربطِ قلب سے متعلق ہے۔ میں اس رابطہ کو حضور کے ساتھ مستحکم اور مستقیم پاتا ہوں۔" ؎

گر تلطف کنی ور نکنی در نگذارم
من در تو گرفتم دگر جائے ندارم

ترجمہ: اگر آپ مہربانی کریں یا نہ کریں در نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے تمہارا در پکڑ لیا ہے دوسری جگہ نہیں ہے (نہیں رکھتا ہوں)

یہ سن کر حضرت شیخ کبیر بہت خوش ہوئے۔ آپ کو بغل میں لیا۔ اپنے حجرۂ خاص میں لے جا کر مریدی کا شرف بخشا اور ذکر تلقین فرمایا بعد ادائے دوگانہ آپ کو خرقۂ خاص سے سرفراز فرمایا۔

خرقۂ خاص سے سرفراز ہونے کے بعد آپ کو خیال آیا کہ اب بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلیمِ ظاہری کو ترک کر کے تصفیۂ باطن میں مشغول ہونا چاہیے۔ آپ کے پیر و مرشد آپ کے اس خیال سے آگاہ ہوئے۔ انہوں نے آپ سے فرمایا کہ:[2]

---

[1] المشاہیر ص۲۹

[2] سیر العارفین

"بناءِ شرع واساسِ دین علم سے قائم ہے اسے ترک نہ کرو۔ میں نے خداوند تعالیٰ سے چاہا ہے کہ اہلِ ظاہر و باطن دونوں تم سے فائدہ اُٹھائیں اور جس طرح ہمارے پیرانِ طریقت نعمتِ صوری و دولتِ معنوی سے معمور ہوئے ہیں، مجھ کو اُمید ہے کہ تم بھی مثل اُن کے آراستہ و پیراستہ ہو۔"

شجرۂ طریقت آپ کا شجرۂ طریقت حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی تک اس طرح پہنچتا ہے:

"سمار الدین مرید اپنے والد حضرت شیخ فخر الدین و حضرت شیخ کبیر و مرید حضرت سید صدر الدین محمد عرف راجو قتال و مرید حضرت سید احمد کبیر و مرید حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح و مرید حضرت شیخ صدر الدین عارف و مرید حضرت شیخ بہار الدین زکریا و مرید حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی۔

ترکِ سکونت ملتان سے سکونت ترک کر کے آپ کچھ عرصہ انستبور اور بیانہ میں رہے۔ پھر سلطان بہلول لودی کے زمانے میں رونق افروز ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔

بادشاہوں کی باریابی سلطان بہلول لودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو نصیحت فرمائی[1]

"اے بادشاہ تیسنے بڑھاپے میں سلطنت پائی ہے۔ خدا سے ڈر اور کذب و معصیت سے بچارہ۔ اس کا شکر کیجیے۔ شکر نعمت کو بڑھاتا ہے

---

[1] المشاہیر ص۱۰۸

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (شکر کرو گے تو اور دوں گا) اور معصیت سے کنارہ کش ہو۔ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے) میں داخل نہ ہو جاوے۔"

آپ نے اپنا مصلائے خاص بادشاہ کو عنایت فرمایا۔ بادشاہ نے مصلّٰے سر پر رکھا اور واپس ہوا۔

سلطان بہلول لودی کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا نظام خاں جو سلطان سکندر لودی کے لقب سے مشہور ہے ، دہلی سے روانگی سے قبل آپ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا اور استدعا کی کہ "میں میزان الصرف حضرت سے پڑھنا چاہتا ہوں۔" اس نے سبق کے بہانے سے اَسْعَدَکَ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ کے معنی آپ سے پوچھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ "نیک بخت کرے تجھ کو خدائے تعالیٰ دونوں جہان میں۔" شہزادہ نظام خاں نے عرض کیا پھر فرمائیے۔ اس طرح تین مرتبہ تکرار کرائی پھر اُس نے آپ کے ہاتھ چومے اور بصد عاجزی عرض کیا: "میری مراد حاصل ہو گئی۔ میں یہی چاہتا تھا کہ آپ کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات نکلیں۔"

آپ کو اس کا حُسنِ ادب بہت پسند آیا۔ آپ نے کچھ دیر مراقبہ کیا اور پھر زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا[1]

"نظام! میں نے خدا سے چاہا کہ تُو سکندرِ وقت ہو اور بہت بندگانِ خدا تجھ سے فائدہ اٹھائیں۔" چنانچہ نظام خاں سلطان سکندر لودی کے لقب سے مشہور ہوا۔

شادی اور اولاد

آپ کے دو لڑکے تھے۔ ایک حضرت شیخ عبداللہ بیابانی اور دوسرے حضرت نصیرالدین جو آپ کے قائم مقام اور جانشین تھے۔

---

[1] الشاہیر ص۱۱۔

آخری ایام آپ کے خاص مرید اور خلیفہ حضرت مولانا شیخ جمالی نے سفر بیت اللہ سے واپس آکر آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ عبداللہ بیابانی سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا اور ان کو آپ کی خدمت میں لانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ حضرت شیخ جمالی کو سینے سے لگایا اور ان کو ملبوسِ خاص عطا فرمایا۔ ایک خط لکھ کر آپ کے حوالے کیا۔
سرنامہ پر یہ شعر تحریر فرمایا[1]

طاقتِ صبر مرا نیست دریں ہجرِ طویل
قدمِ زود بنہ بر سرِ ایں پیرِ علیل

دوسرے دن حضرت شیخ جمالی کو بلا کر فرمایا:

"واللہ اعلم میرے فرزند شیخ عبداللہ کا دیدار تم کو میسّر ہو کہ نہ ہو۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم میرے پاس سے جدا ہو جاؤ۔ میرے جنازے کی نماز کے لئے حاضر رہنا۔"

وفات شریف اس کے ایک ہفتہ بعد ۱۷ جمادی الاولیٰ ۹۰۱ھ کو آپ رحمتِ حق میں پیوست ہو گئے۔

مدفن وفات سے چند سال قبل آپ نے قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو خواب میں دیکھا کہ آپ حوضِ شمسی کے کنارے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ جگہ تمہاری ہے۔ چنانچہ آپ کا مزار پُرانوار مہرولی میں (پرانی دہلی) حوضِ شمسی کے قریب مرجع خلائق ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ہوتا ہے۔ "قضا" "مہتاب جنت" اور "عارف متقی" آپ کی وفات کی تاریخیں ہیں[2]

---

[1] المشاہیر صفحہ ۲۳ [2] خزینۃ الاصفیاء۔

آپ کے خلفاء آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں:
حضرت نصیرالدین، مولانا شیخ جمالی، شیخ ادہن۔

سیرتِ پاک آپ جامع علوم شریعت و طریقت تھے۔ آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ ہزاروں روپے آتے تھے، لیکن آپ فتوح کے روپوں میں سے کچھ بھی نہ بچاتے تھے۔ سب رقم فقراء، غرباء، مساکین اور یتیموں پر خرچ کر دیتے تھے۔ اکثر قرض لے کر آپ دوسروں کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ آپ کی ذات والا صفات صوری و معنوی خوبیوں سے متصف تھی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ[1]:

"شیخ سماء الدین ورع و تقویٰ اور علوم رسمی و حقیقی کے جامع تھے۔ جذب خواطر میں آپ کو تصرف کامل تھا۔ جس بیمار کو بہ نگاہ تلطف دیکھ لیتے، امراضِ روحانی سے سینہ اس کا پاک ہو جاتا اور جس طالب کی طرف مسکرا کر نظر کرتے اس کا دامنِ اُمید گل ہائے مراد سے بھر جاتا۔"

علمی ذوق آپ نے لمعات شیخ الدین عراقی پر حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ ایک رسالہ "مفتاح الاسرار" آپ کی علمی یادگار ہے[2]۔

تعلیمات آپ فرماتے ہیں[3]:

"تین شخص خداوند تعالیٰ کے انعام مستدام سے محروم رہیں گے۔ اوّل وہ بوڑھے جو معصیت میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جوان جو بہ اُمید توبہ گناہ نہیں چھوڑتے۔ تیسرے بادشاہ دروغ گو۔"

قولِ صادق صورت کی ریزہ چینی سے مراد یہ ہے کہ درویشوں کے طریق حالی کا اختیار

---

[1] اخبار الاخیار۔ [2] المشاہیر ص ۲۶۔ [3] المشاہیر ص ۳۲۔

اور تتبع کی توفیق نہ ہو تو اُن کے اقوال، افعال اور اعمال ہی کی متابعت کی جائے تاکہ درویشوں کی ظاہری صورت کا اثر کدورتِ باطنی کے زنگ کو دُور کر دے۔

ورد و وظائف

آپ آدھی رات کو اُٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ایک پہر نوافل پڑھتے تھے۔ پھر صبح تک مراقبہ میں رہتے تھے۔ نمازِ فجر، نمازِ چاشت اور نمازِ اشراق ادا کرتے تھے۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہوتے۔ عصر کی نماز کے بعد سے مراقبے میں رہتے۔ مغرب کی اذان سُن کر آنکھیں کھولتے۔ مغرب کی نماز اور نوافل اوّابین ادا کرتے پھر مراقبہ کرتے اور عشاء کی نماز ادا کر کے دولت خانہ تشریف لے جاتے۔

کشف و کرامات

حضرت شیخ جمالی بیت اللہ سے واپس ہو کر گجرات تک آئے ہوں گے کہ آپ نے فرمایا "الحمدللہ جمالی نے مراجعت کی"۔ چند دن کے بعد ایک شخص ادھر سے آیا اور اُس نے حضرت جمالی کی آمد کی خبر دی۔

حضرت جمالی بیان کرتے ہیں کہ سفر میں آپ کو بہت خطرات پیش آئے۔ بعض اوقات ایسا ہوا کہ زندگی سے بھی نا اُمید ہو گئے۔ ایسے موقعوں پر انہوں نے آپ کو اچھی طرح سے دیکھا کہ خوشی خوشی ان کو برگِ پان دیتے ہیں اور ہمت باندھتے ہیں اور اطمینان دلاتے ہیں۔ حضرت جمالی فرماتے ہیں کہ آپ کی اس دستگیری و اعانت سے وہ زحمت فی الفور راحت و اطمینان میں تبدیل ہو گئی۔

وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰہِ

(پ ۱۳ - رعد - ۴ ع)

مطلب: اُن لوگوں کے دلوں کو خدا کی یاد سے تسلّی ہوتی ہے۔

حصّہ چہارم

باب ۱۴

حضرت خواجہ باقی باللہ

حضرت خواجہ باقی باللہ شمس حقیقت ہیں، شہباز طریقت ہیں اور رجانِ شریعت ہیں۔ آپ رفیع المرتبت ہیں اور خیر المناقب ہیں۔

خاندانی حالات نانا کی طرف سے آپ کا سلسلہ حضرت خواجہ احرار کے نانا حضرت شیخ عمر یاغستانی تک پہنچتا ہے۔ آپ کی نانی خاندانِ سادات سے تعلق رکھتی تھیں[1]

والد ماجد آپ کے والد کا نام قاضی عبدالسلام ہے[2] حضرت قاضی صاحب نے کابل میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کا شمار اہل علم اور ارباب کمال میں ہوتا تھا۔ آپ تصوف اور فقہ اور حدیث میں اپنی نظیر آپ تھے۔ مذہبی تقدس کے ساتھ ساتھ حضرت قاضی صاحب دنیاوی اعزاز اور دولت کے بھی مالک تھے۔

---

[1] حضرات القدس ص ۲۱۵۔ [2] الزاہد العارفین ص ۳۶۔

ولادت شریف

آپ کابل میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض نے آپ کی تاریخِ پیدائش ۹۷۱ھ اور بعض نے ۹۷۲ھ لکھی ہے۔

نام نامی

آپ کا نام سید رضی الدین ہے[1] آپ خواجہ محمد باقی باللہ کے نام سے مشہور ہیں۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والد آپ کی تعلیم و تربیت سے غافل نہ تھے جب آپ پانچ سال کے ہوئے، آپ کو ایک مکتب میں داخل کر دیا۔ مکتب میں قرآن مجید ختم کیا۔ ابتدائی علوم سے فارغ ہو کر آپ مولانا صادق حلوائی کی خدمت میں پہنچے[2] آپ اُن کے ساتھ کابل سے ماوراء النہر گئے۔ ابھی علوم رسمیہ پورے ہونے میں کچھ دیر تھی کہ آپ نے تصوف کے راستے میں قدم رکھا۔ ماوراء النہر کی ایک علمی مجلس کے ایک فاضل رکن نے افسوس کیا کہ آپ نے اتنی جلدی علومِ رسمیہ کی تحصیل کو کیوں ترک کر دیا۔ جب آپ نے یہ سُنا تو فرمایا کہ وہ مشکل سے مشکل کتاب پیش کریں۔ اگر اُن کی تسلی اور تشفی نہ ہو تو ان کا افسوس حق بجانب ہوگا۔

تلاشِ حق

آپ نے تحصیلِ علومِ ظاہری کی بجائے علومِ باطنی کے اکتساب میں کوشش کرنا شروع کی۔ آپ ماوراء النہر میں درویشوں، فقیروں اور اہلِ دل کی تلاش میں گھوما کرتے تھے۔ اسی تلاش میں آپ بلخ، بدخشاں اور سمرقند تشریف لے گئے۔ لاہور بھی تشریف لائے۔ جن بزرگان کے رُوحانی فیوض و برکات سے آپ مستفید و مستفیض ہوئے، ان میں حضرت خواجہ عبید، حضرت امیر عبداللہ بلخی، حضرت شیخ سمرقندی، حضرت شیخ بابائی والی قابلِ ذکر ہیں[3]

مجذوب سے ملاقات

لاہور میں ایک مجذوب رہا کرتا تھا۔ آپ نے اُس سے ملنے کی بہت کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔

---

[1] حضرات القدس ص۱۱۵ - [2] انوار العارفین ص۳۶۷ - [3] انوار العارفین ص۳۶۸ -

آخر کار ایک دن اُس مجذوب نے آپ کو اپنے پاس بلا کر بہت سی دُعائیں اور بہت سی باطنی نعمتیں دیں۔

بیعت و خلافت

لاہور سے ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ آپ نے حضرت خواجہ امکنگی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں :

"اے فرزند! ہم تمہارے منتظر ہیں۔ جلد آؤ اور ہمارے انتظار کی تشویش کو دُور کرو۔"

آپ جلد ہی حضرت خواجہ امکنگی کی خدمتِ بابرکت میں پہنچے۔ آپ نے اُن سے بیعت کی۔ حضرت خواجہ امکنگی نے تین شبانہ روز اپنے پاس رکھا۔[1] یہ تین دن آپ نے خلوت میں گزارے۔ ان تین دن میں آپ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ امکنگی کے احوال اور مقامات سے بخوبی واقف ہوئے اور ان کے فیوضِ باطنی اور دیگر فوائد سے بہرہ مند ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو خلافت سے مشرف فرمایا

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی کی رُوحِ پُرفتوح سے بھی فیض یاب ہوئے ہیں۔

ہندوستان میں قیام

اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق آپ ہندوستان تشریف لائے اور دوبارہ لاہور پہنچ کر ایک سال وہاں قیام فرمایا۔ لاہور سے کوچ ترک کر کے آپ دہلی میں رونق افروز ہوئے۔ دہلی میں آپ نے قلعۂ فیروزی میں قیام فرمایا۔ آپ پانچوں وقت کی نماز مسجد فیروزی میں ادا کرتے تھے۔

ازواج و اولاد

آپ نے دو شادیاں کیں۔ آپ کے دو لڑکے ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ ایک بیوی سے ہیں اور حضرت خواجہ محمد عبد اللہ

---

[1] انوار العارفین ص ۴۳۰۔

دوسری بیوی سے۔ حضرت خواجہ محمد عبداللہ اپنے بڑے خواجہ محمد عبیداللہ سے چار سال چھوٹے ہیں[1]

یہ دونوں بھائی دو سال کے بھی نہ ہوئے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔

وفات شریف

آپ نے ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ میں رحلت فرمائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر چالیس کی تھی۔ آپ کا مزار مبارک دہلی میں مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کے خلفاء

آپ کے خلفاء میں حضرت شیخ احمد سرہندی جو مجدد الف ثانی کے خطاب سے مشہور ہیں۔ سب سے زیادہ عالم کامل اور ممتاز تھے۔ آپ نے حضرت شیخ احمد سرہندی کو تاکید فرمائی تھی کہ ان کے دونوں لڑکوں کو کچھ دن اپنی صحبت میں رکھیں۔ ان دونوں کو تعلیم و تلقین سے بہرہ مند کریں[2]

آپ کے دیگر ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں:

شیخ تاج الدین سنبھلی۔ خواجہ حسام الدین۔ شیخ الہداد۔

سیرت مبارک

حضرت خواجہ باقی باللہ سلسلۂ نقشبندیہ میں ایک نمایاں اور ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ سلسلۂ نقشبندیہ کی ہندوستان میں مقبولیت کا راز حضرت خواجہ باقی باللہ کی پرکشش ذاتِ والا صفات میں مضمر ہے۔ آپ تواضع، خشوع و خضوع، عجز و انکساری میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ عزلت اور گوشہ نشینی کو پسند فرماتے تھے۔ آپ زیادہ تر خاموش رہتے تھے۔ بہت کم بولتے تھے۔ درویشوں، عالموں، سادات کی بے حد عزت کرتے تھے۔ شفقت، ترحم اور عفو و درگذر میں آپ لاثانی تھے۔ رقت طبع کا یہ حال تھا کہ کسی کی تکلیف نہیں دیکھ سکتے تھے۔ آپ نے تحمل اور بردباری، زہد و استغناء

---

[1] حضرات القدس صفحہ ۲۶۲۔ [2] زبدۃ المقامات۔

فیاضی، سادہ مزاجی اور احتیاط کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ آپ عبادات اور مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ آپ تفریدمیں اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ کا شوکت وقار آپ کے چہرے سے نمایاں تھا۔ آپ کی عظمت اور علو مرتبت کے سب معترف تھے۔

علمی ذوق

آپ نے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے یہ رسالہ آیت کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ اور أَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ کی تفسیر ہے[1] آپ کے مکتوبات بھی آپ کے علمی ذوق کا آئینہ دار ہیں۔ آپ کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا۔ آپ نے اپنے دونوں لڑکوں کی پیدائش پر قصیدے لکھے ہیں۔

آپ کی تعلیمات

نقشبندیہ سلسلہ کی بنیاد چند اصطلاحات پر ہے[2] وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ہوش در دم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن (۵) یاد کرد (۶) بازگشت (۷) نگہداشت (۸) یادداشت

ان کے علاوہ تین اور اصطلاحیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) وقوف زمانی (۲) وقوف قلبی (۳) وقوف عددی۔

آپ کی تعلیمات معارف و حقائق کا خزانہ ہیں۔

توکل

آپ نے فرمایا کہ[3]

توکل یہ نہیں ہے کہ اسباب کو چھوڑ کر بیٹھ جائیں۔ بلکہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ اسباب مشروع کو اختیار کریں اور سبب کی طرف نظر نہ کریں۔"

قطع علائق

آپ نے فرمایا کہ[4]

"قطع علائق سے مراد یہ ہے کہ دل دنیا اور آخرت کی تمام نعمتوں

---

[1] حضرات القدس صفحہ ۲۔ [2] قول جمیل فی بیان سواء السبیل (اردو ترجمہ) صفحہ ۲۳، [3] حضرات القدس صفحہ ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۴۶۔

سے رہا ہو جائے اور تمام احوال اور مشاہدات سے یک سوئی اور بے نیازی ہو جائے اور کشش و قلق دائمی احدیت کی طرف ہو۔"

اقوالِ زرّیں

- زہد یہ ہے کہ آدمی رغبت کے کاموں سے باز آئے۔
- قناعت فضول چیزوں سے نکل جانے اور بقدرِ حاجت پر اکتفا کرنے اور کھانے پینے اور رہنے کی چیزوں میں اسراف سے پرہیز کو کہتے ہیں۔
- صبر لذاتِ نفس سے نکل جانے اور مرغوب و محبوب اشیاء سے باز رہنے کو کہتے ہیں۔
- پیر، تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک پیرِ خرقہ، دوسرے پیرِ تعلیم، تیسرے پیرِ صحبت۔
- جو لوگ خدا کے آگے گردنِ تسلیم و رضا خم کیے ہوئے ہیں وہ مصیبت و بلا کو بلا کی صورت میں نہیں دیکھ سکتے۔
- دوام مراقبہ بہت بڑی دولت ہے جو دلوں میں مقبولیت کا سبب ہوتی ہے۔

اوراد و وظائف

ذکر کے علاوہ آپ اثباتِ مجرد کی تلقین فرماتے تھے یعنی فقط اللہ کا ذکر کیا جائے بدون نفی اور اثبات کے کچھ کو آپ ذکرِ قلبی کی تعلیم فرماتے۔ کچھ کو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اور کچھ اسم اللہ کا ذکر کراتے تھے۔

کشف و کرامات

وفات سے کچھ دن قبل آپ نے فرمایا کہ بعض خوابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نقشبندی سلسلے کا کوئی بڑا شخص عنقریب فوت ہونے والا ہے [1]

ایک روز آپ کے سائیس کا لڑکا آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اس کے باپ کے پیٹ میں سخت درد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے گھوڑے کا حق لیا ہے۔ گھوڑے کا حق گھوڑے کو واپس کر دے گا، اچھا ہو جائے گا۔ اس لڑکے نے اپنے باپ سے جا کر آپ کا فرمان سنایا۔ سائیس نے کہا کہ واقعی گھوڑے کا حق غصب کیا ہے۔ کچھ روغن اور دانہ گھوڑے کو دیا اور وہ اسی وقت اچھا ہو گیا [2]

آپ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا۔ اس پر ایک حاکم نے جبر و تشدد کیا اور اس کو گھر سے نکال دینے کی کوشش کی۔ یہ خبر آپ کو پہنچی۔ آپ نے اس ظالم حاکم سے فرمایا کہ محلے میں فقراء رہتے ہیں ظلم کرنا جائز نہیں۔ وہ ظالم حاکم حکومت کے نشے میں اتنا مخمور تھا کہ آپ کے کہنے کی کچھ پرواہ نہ کی۔ ایک بار اور آپ نے اس کو نصیحت فرمائی۔ اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ دو تین کے بعد وہ ظالم حاکم چوری کے الزام میں گرفتار ہوا اور مع اپنے رشتہ داروں اور گھر والوں کے قتل کیا گیا [3]

---

[1] حیات باقیہ ص۲۲ — حضرات القدس ص۲۵۸ [2] حضرات القدس ص۲۵۴ [3] حضرات القدس ص۲۵۵

باب ۱۵

حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی عالم ربانی ہیں، مرتاض حقانی ہیں۔ آپ شیخ العصر تھے، علامۃ الدہر تھے۔

خاندانی حالات

آپ بخارا کے ایک معزز خاندان سے ہیں۔ آپ کے دادا آغا محمد خاندانی دولت اور عظمت کے ساتھ ساتھ روحانی اور علمی دولت سے بھی سرفراز تھے۔ وسط ایشیا کے لئے تیرھویں صدی عیسوی ایک پرآشوب دور تھا۔ قتل اور غارت گری عام تھی۔ آپ کے دادا آغا محمد منگولوں کے جبر و استبداد سے پریشان ہو کر بخارا چھوڑنے پر مجبور رہے۔ سلطان علاء الدین خلجی کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ شاہی دربار میں رسائی ہوئی۔ سلطان علاء الدین خلجی نے آپ کو اور دیگر خاص لوگوں کو گجرات فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ گجرات کی فتح کے بعد آپ نے وہیں بود و باش اختیار کی۔

آپ کے ایک سو ایک بیٹے تھے۔ سو بیٹوں کا انتقال ہو گیا۔ اس جانکاہ صدمہ نے آپ کو گجرات میں نہ رہنے دیا۔ آپ اپنے ایک بیٹے کو ساتھ لے کر دہلی آئے۔ آپ

۱۷ ربیع الثانی ۱۰۳۹ھ کو انتقال فرمایا۔

والد ماجد آپ کے والد ماجد کا نام مولانا سیف الدین ہے۔ آپ ایک اچھے شاعر اور ایک بڑے عالم ہونے کے علاوہ ایک صاحب دل بزرگ بھی تھے۔

ولادت آپ کی ولادت باسعادت محرم ۹۵۸ھ میں ہوئی۔ آپ کا نام عبدالحق ہے۔

تعلیم و تربیت آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی تعلیم و تربیت پر کافی توجہ کی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کی آغوش میں ہوئی۔ آپ بہت ذہین تھے۔ چند ماہ میں قرآن مجید ختم کر لیا اور بہت کم مدت میں حفظ بھی کر لیا۔ آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت پائی۔

حج بیت اللہ آپ کو حج کا شوق ہوا۔ حج کے ارادے سے آپ دہلی سے روانہ ہوئے۔ آپ رمضان ۹۹۶ھ میں شیخ عبدالوہاب منتقی کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے فیض و برکات سے بہرہ مند ہوئے۔ علم باطنی کی تعلیم آپ نے شیخ عبدالوہاب منتقی سے حاصل کی۔ تصوف کی کتابیں اُن سے پڑھیں اور ان کی نگرانی میں حرم شریف میں عبادت کی۔ آپ خاص خاص مقامات پر حاضر ہو کر دعا بھی کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:[1]

> "یہ فقیر جب مکہ معظمہ میں تھا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر جسے بیتِ خدیجہؓ کہتے ہیں اور وہ مکہ شریف میں بیت اللہ کے بعد سب مقامات سے افضل ہے، حاضر ہوتا تھا اور

---

[1] لطائف الحق اردو ترجمہ نکات الحق مشہ۔

وہاں کھڑا ہو جاتا تھا اور فقیروں کی طرح چیختا تھا اور یہ کہتا تھا "اے رسول اللہ! کچھ مرحمت کیجئے اور یا رسول اللہ! یہ فقیر آپ کا سائل اور آپ کے دروازے پر حاضر ہے۔ جو کچھ اس وقت سوجھتی تھی اور زبانِ حال گویائی دیتی تھی طلب کرتا تھا اور دامنِ اُمید بھر کر واپس آتا تھا۔

بیعت و خلافت آپ کے والد بزرگوار آپ کے پہلے روحانی مرشد و پیشوا ہیں۔ اپنے والد ماجد کے حکم کے مطابق آپ حضرت سید موسیٰ گیلانی سے بیعت ہوئے اور ان کی خصوصی توجہ سے مستفید ہوئے[1] جب مکہ معظمہ پہنچے وہاں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت شیخ عبدالوہاب متقی نے آپ کو چشتیہ قادریہ شاذلیہ سلسلہ کی خلافت عطا فرمائی۔ اس طرح سے آپ چاروں سلسلوں یعنی چشتیہ، قادریہ، شاذلیہ اور نقشبندیہ سے وابستہ ہوگئے۔

بشارت[2] آپ فرماتے ہیں کہ:

"مجھے خواب میں حضرت غوث الاعظم نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر مرید کیا تھا۔ بیعت ہونے کے بعد حضور سرورِ کائنات نے فارسی زبان میں مجھے بشارت دی: "بزرگ خواہی شد" یعنی تو بزرگ ہوگا۔"

واپسی دہلی حضرت شیخ عبدالوہاب متقی کا اشارہ پاکر آپ دہلی تشریف لائے۔ دہلی میں آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا، جہاں مذہبی تعلیم دی جاتی تھی۔ آپ نے دہلی میں تمام عمر درس و تدریس، رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف میں گزاری۔

---

[1] روضۃ الاقطاب ص۹ [2] زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار۔

اولاد آپ کے صاحب زادے شیخ نور الحق صاحب دل بزرگ تھے۔

وفات شریف آپ ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۱ھ کو واصل بحق ہوئے۔
آپ کا مزار مہرولی میں (نزد نئی دہلی) حوض شمسی کے داہنے کنارے زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

سیرت مبارک آپ ایک عالم باعمل تھے۔ صاحب حال اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ عبادت اور ریاضت میں بہت مشغول رہتے تھے۔

ہندوستان میں آپ محدث کہلائے۔ آپ کو علم حدیث پر کافی عبور تھا اور آپ نے اس علم کو پھیلانے میں سعی بلیغ کی۔

علمی ذوق آپ کے علمی ذوق کا پتہ آپ کی تصانیف سے چلتا ہے۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ بعض نے آپ کی تصانیف کی تعداد سو سے زیادہ بتائی ہے۔

آپ کی تصانیف مختلف موضوعات پر ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں[1]

اصول حدیث۔ مرج البحرین۔ رسالہ در مسئلہ سماع۔ رسالہ در مسئلہ وحدت وجود۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار۔ لطائف الحق۔ اسماء الرجال۔ مدارج النبوۃ۔ جامع البرکات تکمیل الایمان۔

آپ کی تعلیمات (حدیث)

آپ فرماتے ہیں کہ[2]:

"جمہور محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا اطلاق رسول خدا صلعم کے قول و فعل و تقریر پر ہوتا ہے۔ جس حدیث کی سند رسول خدا تک پہنچی اس

---

[1] فہرست التصانیف۔ [2] اصول حدیث (ترجمہ) ص ۲۔۳

کو مرفوع کہتے ہیں، اور جس کی سند صحابی تک پہنچی، اس کو موقوف بولتے ہیں۔ جس حدیث کی سند تابعی تک پہنچی اس کو مقطوع بولتے ہیں۔ جو شخص سُنّت کے ساتھ مشغول ہے اور کو محدث اور جو تواریخ کے ساتھ مشغول ہے اس کو اخباری کہتے ہیں۔

حدیث کے اقسام

آپ فرماتے ہیں کہ:[1]

"حدیث کے اقسام میں سے شاذ، منکر، مُعَلّل ہے" اور حدیث کی اصل اقسام تین ہیں۔ صحیح، حسن، ضعیف[2]

راوی

آپ فرماتے ہیں کہ:[3]

"حدیث صحیح کا راوی اگر ایک شخص ہے تو وہ حدیث غریب ہے اور اگر دو راوی ہیں تو عزیز ہے اور اگر دو سے زیادہ راوی ہیں تو مشہور ہے اور اگر حدیث کے راوی کثرت میں اس حد کو پہنچ جاویں کہ عادت محال سمجھے اُن کے اتفاق کرنے کو جھوٹ پر تو ایسی حدیث کو متواتر کہتے ہیں"

چھ کتابیں

آپ فرماتے ہیں:[4]

"وہ چھ کتابیں جو اسلام میں مقرر و مشہور ہیں، جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں"

---

[1] اصول حدیث ص۱۱۔ [2] اصول حدیث ص۱۱۔ [3] اصول حدیث ص۲۱۔ [4] اصول حدیث ص۲۸-۲۹۔

ان کے نام یہ ہیں: صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ جامع ترمذی
سنن ابوداؤد۔ نسائی۔ سنن ابن ماجہ اور بعض کے نزدیک ابن ماجہ
کی جگہ مؤطا امام مالک ہے۔"

سیدھا راستہ

آپ فرماتے ہیں کہ[1] "سالک کو راہِ سلامت اور طالب کو سبیلِ استقامت یہ ہے کہ خوضِ فلسفیات کو حرام جانے اور زیادتی دلائلِ کلامیہ سے پرہیز کرے اور دروازہ قیل و قال اہلِ بحث و جنگ و جدال کا بند رکھے۔ عقائد اہلِ سنت و جماعت میں یہی کافی ہے کہ دلائلِ اجمالیہ پہ اکتفا کرے۔ اور اسی کے اتباع میں رہے اور عقل کو معاملاتِ شریعت و احکامِ کتاب و سنت میں معزول جانے اور منقول کو تابع معقول نہ کرے اور تاویل و تشکیک سے باز رہے اور دائرۂ اعتقاد و انقیاد سے باہر نہ جاوے اور اپنی فہمِ قاصر و عقلِ ناقص پر اعتماد نہ کرے۔"

تطابقِ شریعت و طریقت

آپ فرماتے ہیں کہ[2]: "یہ گمان نہ کریں کہ طریقہ تصوف کا مخالف مذہب شریعت اور کتاب و سنت کے ہے۔ حاشا وکلا ہرگز دونوں فرقوں میں سرِ مو مغایرت نہیں اور نہ کسی قسم کی باہم مباینت ہے۔ خاص و خلاصہ اس ملت کے صوفیہ کرام ہیں کہ وہ ظاہراً و باطناً چھپنے والے نورِ سنت اور کھولنے والے پردوں حقیقت کے ہیں اپنے سلوک طریقت میں عملاً، حالاً اور تحقیق معنی میں تعبد کیا اور اخلاص میں یقیناً اور جاننے مکر نفس میں صریحاً اور روانفیت ناآگاہی ورع و تہذیب اخلاق میں یکتا ہیں۔ سوائے

[1] مرج البحرین (ترجمہ) ص۱۱ [2] مرج البحرین ص۱۲

اس کے تزکیۂ ظاہر و تصفیۂ باطن و تخلیۂ قلب و تزکیۂ روح میں کوئی شخص ان سے سبقت نہیں لے گیا ہے اور جیسا کہ اُن کو اعمال و احوال اور اخلاق و مقامات اور وجد و ذوق و نکات و اشارات بلکہ تمام کمالات نے ہاتھ دیا ہے ایسا کسی فرقہ کو نہیں دیا۔"

اقوال

آپ کے چند اقوال حسب ذیل ہیں:

- خوش نصیبی اور کامیابی اور بلند اقبالی اور نیک بختی کی نشانی بزرگوں کی ملاقات ہے[۱]
- اکثر آدمی غیرت اور عزت کی وجہ سے پرہیزگاری اور نیک بختی کے پردے میں رہتے ہیں[۲]
- فکر سے خالی بیٹھنا اور قوتِ ذہنیہ سے کام نہ لینا بھی نکمی بات ہے اور قوتِ نظری یعنی ذکاوت کے زائل ہونے کا سبب ہے[۳]
- نعمت کی بے قدری موجب عتابِ باری ہے[۴]
- ایک شے سے دھیان لگانا اور اس کو بخوبی حاصل کرنا اس کے ماسوا کے زائل کرنے کا سبب ہے[۵]
- دل کی یکسوئی وحدت میں ہے اور پریشانی اور فتور کثرت میں[۶]
- سب سے زیادہ بری چیز ناقصوں کی صحبت ہے اور اس بارے میں ناقص میرے نزدیک وہ شخص ہے جس کو کمال کا غم اور اپنے حال پر افسوس نہیں[۷]
- محبّتِ دنیا و اعتقادِ عقل و اطاعت نفس کی موجب کفر و ضلالت کا ہے[۸]

---

۱ لطائف الحق (ترجمہ اردو نکات الحق) ص۱۱ ۲ لطائف الحق ص۱۱ ۳ لطائف الحق ص۱۵۸ ۴ لطائف الحق ص۱۶۰
۵ لطائف الحق ص۲ ۶ لطائف الحق ص۱۲ ۷ لطائف الحق ص۱۲۶ ۸ مرج البحرین ص۵

اوراد و وظائف

آپ یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے:[1]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّۃٍ"

ترجمہ: اے اللہ پاک جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر ذرّے کے شمار کے برابر ہزار ہزار دفعہ رحمت نازل کر۔

آپ فرماتے ہیں کہ علم، قدرت اور رحمت، اللہ پاک کی تین صفتیں ہیں۔ طالب مقصود کے لئے ضروری ہے کہ ان تینوں صفتوں کی طرف توجہ رکھے اور رحمت حاصل کرتا رہے۔ لیکن ان صفتوں کی طرف نظر کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اپنی کیفیت میں فتور ڈالے۔[2]

آپ فرماتے ہیں کہ:[3]

"اللہ کی وحدت اور اس کے ذکر کی طرف رُخ کرے اور کہے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ اور کمال یک سُوئی سے اس کلمہ کی تکرار کرے اور اس ذکر میں غرق ہو جائے۔ اس کے بعد صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر کرے اور اگر ہو سکے تو اپنے تئیں اس پر قائم کرے اور نا اقرار دے۔ مجھ سے تو رسوائے اللہ کا جملہ چھوڑا نہیں جاتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو میں ترک نہیں کر سکتا اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے حرف پر نہیں ٹھہر سکتا، کیوں کہ حضورؐ کا نور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے نور میں اور حضورؐ کی یاد اس کے جمال اور کمال کو زیادہ کرتی ہے۔"

---

[1] لطائف الحق ص۶۲ [2] نکات الحق ص۱۲ [3] نکات الحق ص۲۹

باب ۱۶

حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی

حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی مقبول بارگاہِ ایزدی ہیں۔ آپ زبدۂ ارباب ریاضات و مجاہدات لامتناہی ہیں اور عارف اسرار معارف الٰہی ہیں۔

خاندانی حالات آپ کے آباؤ اجداد خجند (ترکستان) کے رہنے والے تھے [۱]

والد ماجد آپ کے والد کا نام شیخ نور اللہ ہے۔ آپ کو حاجی بھی بتایا جاتا ہے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کو شیخ حاجی نور اللہ لکھا ہے [۲] آپ شاہجہاں کے زمانے میں ایک کامیاب اور قابل انجینیئر تھے۔

نسب نامہ پدری آپ کا سلسلۂ نسب پہلے خلیفہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے کہ شیخ نور اللہ بن شیخ احمد بن حامد صدیقی ... [۳]

---

[۱] انوار العارفین ص ۴۲۹ [۲] انوار العارفین ص ۴۲۹ [۳] انوار العارفین ص ۴۲۹

ولادت شریف آپ شاہجہان آباد (دہلی) میں ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ کو اس عالم میں تشریف لائے ۱؎ آپ نے اپنی تاریخ پیدائش رقعاتِ کلیمی میں تحریر فرمائی ہے۔ لفظ "غنی" سے آپ کی تاریخ پیدائش نکلتی ہے۔

نامِ نامی آپ کا اسم گرامی شیخ کلیم اللہ ہے۔

تعلیم و تربیت حدیث، فقہ اور دیگر علومِ ظاہری آپ نے شیخ ابوالرضا سے پڑھے۔ ان علوم کی تکمیل کے بعد شیخ ابوالفتح قادری سے علوم باطنی حاصل کرنے میں کوشاں ہوئے اور کچھ عرصہ بعد علومِ باطنی میں بھی درجۂ کمال کو پہنچے۔ آپ کو حضرت شیخ برہان الدین المعروف بہ شیخ بہلول بن کبیر محمد بن علی الصدیق برہان پوری سے نسبت تلمیذ اور اجازت اعمال حاصل ہے ۲؎

تلاشِ حق آپ ایک بزرگ سے ملے۔ اس وقت بھی آپ مشغولی سے خالی نہ تھے۔ ان بزرگ نے آپ کو صوتِ سرمدی کی تلقین کی۔ صوتِ سرمدی کو صوتِ لایزالی بھی کہتے ہیں۔ اور جوگ میں اس کو انہد کہتے ہیں۔ اس شغل سے آپ نے وہ آواز سنی جس کے متعلق ان بزرگ نے فرمایا تھا اور آپ کو وہ چیز حاصل ہوئی جو اب تک آپ کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے ان بزرگ سے کہا کہ مقصود جس کی وہ تلاش میں ہیں کب حاصل ہوگا۔ جب اس شغل سے مقصد برآری نہیں ہوئی آپ نے وہ شغل ترک کر دیا ۳؎

مجذوب سے ملاقات ایامِ جوانی میں آپ ایک کھتری لڑکے پر شیفتہ و فریفتہ ہوئے۔ اس لڑکے نے آپ کی طرف کچھ التفات نہیں برتا کہ شہر میں ایک مجذوب رہتے تھے۔ ان مجذوب کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ جس

۱؎ انوار العارفین ص ۴۲۹ ۔ ۲؎ تکملۂ سیر الاولیا ص ۸۵-۸۶ ۔ ۳؎ تکملۂ سیر الاولیا ص ۷۷ ۔ ۴؎ خلاصۃ الفوائد۔ تکملۂ سیر الاولیا ص ۹۱ ۔

کسی کی کوئی چیز منظور کر لیتے ہیں، اس کا کام ہو جاتا ہے اور جس کی چیز منظور نہیں کرتے اس کا کام نہیں ہوتا۔ آپ کچھ ریوڑیاں لے کر ان مجذوب کے پاس گئے۔ ان مجذوب نے آپ کی ریوڑیاں قبول کیں۔ دوسرے روز جب آپ اس لڑکے کے پاس گئے، اس لڑکے نے خود آپ کو اپنے قریب بٹھایا اور بہت التفات برتا۔ اس التفات کا آپ پر دوسرا اثر ہوا۔ آپ کا دل اس لڑکے سے برگشتہ ہو گیا۔ آپ ان مجذوب کے پاس آنے جانے لگے۔ ایک دن ان مجذوب نے آپ کو اپنے قریب بلایا اور اپنا سر آپ کی زانو پر رکھ کر سو گئے۔ جب وہ مجذوب سو کر اٹھے آپ کے اندر جذب کی صورت پیدا ہوئی۔ آپ نے اپنے میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کی۔ جب پھر ان مجذوب کے پاس گئے، ان مجذوب نے آپ کا خطرہ محسوس کیا۔ اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا:[1]

"اگر تم اس قسم کی آگ چاہتے ہو تو یہ میرے پاس بہت ہے لیکن پانی حضرت شیخ یحییٰ مدنی کے پاس ہے۔ ان کے پاس جاؤ۔"

زیارت کا شوق

آپ کو مکۂ معظمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہونے کا شوق ہوا۔ چنانچہ آپ سنہ ۱۱۰۱ھ میں مکۂ معظمہ پہنچے اور وہاں سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

بیعت و خلافت

آپ قافلے کے ہمراہ تھے۔ ایک نخلستان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ یحییٰ مدنی رہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ شہر کے باہر قافلے کے ساتھ ایک شخص کلیم اللہ نام کا ہے۔ اس کو بلا لاؤ۔ وہ شخص وہاں گیا اور آواز دی، لیکن کوئی نہیں بولا۔ آپ نے آواز سنی، لیکن خیال کیا کہ وہ کسی اور شخص کو پکارتا ہے، اس لئے آپ خاموش رہے۔ اس شخص نے واپس آکر حضرت شیخ

---

[1] تکملۂ سیر الاولیاء ص ۹۶

یحییٰ مدنی رح سے عرض کیا کہ وہاں اس نام کا کوئی شخص نہیں معلوم ہوتا۔ آواز دی لیکن کوئی نہیں بولا۔ حضرت شیخ یحییٰ نے اس شخص سے فرمایا کہ پھر جا کر کلیم اللہ جہان آبادی کے نام سے آواز دو۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ نے اس کی آواز سنی۔ آپ کو یقین ہوا کہ وہ آپ ہی کو پکارتا ہے۔ آپ نے اس کو جواب دیا اور اس کے ساتھ چل کر حضرت شیخ یحییٰ مدنی رح کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے[1]

آپ نے حسب ذیل رباعی پڑھی:

اے کرتو از نام تو می بارد عشق ورزنامہ و پیام تو می بارد عشق
عاشق شود آنکس کہ بکویت گذرد گوز درو بام تو می بارد عشق

حضرت شیخ یحییٰ مدنی رح یہ رباعی سن کر بہت خوش ہوئے۔ آپ نے بیعت ہونے کے لئے عرض کیا۔ حضرت شیخ یحییٰ مدنی رح نے آپ کی درخواست منظور فرمائی۔ آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور خرقۂ خلافت آپ کو مرحمت فرمایا۔ کچھ عرصے تک آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہے اور روحانیت کے اعلیٰ مقام طے کرتے رہے۔

واپسی اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق آپ ہندوستان واپس تشریف لائے۔ آپ نے دہلی آکر جامع مسجد اور لال قلعہ کے درمیان رہنا پسند فرمایا۔ دہلی میں آپ نے درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں ساری عمر صرف کی۔ ہزاروں لوگ آپ سے مستفید ہوئے۔

ذریعۂ معاش آپ کا ایک مکان تھا۔ اس کا ڈھائی روپے ماہوار کرایہ آتا تھا۔ آپ خود ایک کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ آٹھ آنے یعنی پچاس پیسے اس مکان کا کرایہ دیتے تھے اور باقی دو روپے میں اپنا اور اپنے وابستگان

---

[1] تکملہ سیر الاولیاء ص ۷۹، ۸۰

کا خرچہ چلاتے تھے[1]

وفات شریف آپ نے بعمر ۸۱ سال، ۹ ماہ - ۲۴ ربیع الاول ۱۲۳۲ھ کو رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار ٹیپا نوار دہلی میں جامع مسجد اور لال قلعہ کے درمیان واقع ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال بڑی شان و شوکت سے زیر اہتمام نقیب الاولیاء صاحبزادہ محمد محسن فاروقی متولی و سجادہ نشین منعقد ہوتا ہے اور تین دن تک عرس کی محفلیں بڑے تزک و احتشام سے جاری رہتی ہیں۔

اولاد آپ کے صاحبزادے حضرت محمد غوث صاحب دل تھے۔ آپ حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے مرید اور خلیفہ تھے[2]

آپ کے خلفاء آپ کے خاص خاص خلفاء حسب ذیل ہیں:
حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی، حضرت محمد ہاشم، مولانا شاہ ضیاء الدین صاحب، مولانا شاہ جمال صاحب۔ خواجہ یوسف۔

سیرت پاک آپ فانی فی اللہ ہیں۔ صاحب تجرید اور توحید ہیں۔ آپ کا شمار اکابر اولیاء میں ہے۔ آپ بہت بڑے عالم تھے۔ آپ قطب زمانہ تھے۔ آپ مجاہدات اور ریاضات میں بے مثل تھے۔ آپ سنت رسول کے سخت پابند تھے۔ نفل بہت پڑھتے تھے۔ رات کو جاگتے تھے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ جب تقریر فرماتے فصاحت اور بلاغت کے وہ جوہر دکھلاتے کہ سننے والے بے حد متاثر ہوتے۔ آپ کی طبیعت میں صفائی، نفاست اور پاکیزگی بدرجہ اتم موجود تھی۔ روزانہ صبح کو غسل کرتے تھے۔ آپ کا لباس نہایت صاف و شفاف ہوتا تھا۔ آپ کو سماع کا بے حد شوق تھا۔ تلاوت قرآن پاک آپ کا خاص شغلہ تھا۔ آپ توکل اور قناعت میں یگانۂ روزگار تھے۔

---

[1] تکملۂ سیر الاولیاء ص ۵۔ [2] مناقب فخریہ ص ۱۹۔

فرخ سیر بادشاہ کو آپ سے کافی عقیدت تھی۔ اس نے بارہا کوشش کی کہ آپ کچھ قبول فرمائیں لیکن آپ نے جاگیر، مکان یا نذرانہ قبول نہیں فرمایا[1]۔

علمی ذوق آپ کے خطوط تصوف اور معرفت کا خزانہ ہیں۔ یہ خط "مکتوباتِ کلیمی" کے نام سے شائع ہو گئے ہیں۔

آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں[2]:

سوار السبیل، تسنیم، عشرہ کاملہ، قرآن القرآن۔ مرقع شریف، کشکول۔

تعلیمات آپ نے اپنے خطبات، مکتوبات اور تصانیف سے لوگوں تک پیغام حق پہنچایا۔

رجوعِ حق آپ نے اپنے خلیفہ حضرت شیخ نظام الدینؒ کو تحریر فرمایا کہ[3]
ازدحام خلق موجب شکرِ الٰہی ہے۔ جتنا ازدحام خلق زیادہ ہو، اتنا ہی خداوند تعالیٰ کا شکر زیادہ کرنا چاہیے۔ رجوعِ خلائق محض خداوند تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اس سے تنگ نہ ہونا چاہیے۔ کیوں کہ یہ دولت ہر ایک کو حاصل نہیں ہے۔

فتوحات آپ نے فرمایا کہ: "جو کچھ فتوحات آئیں ان کو فقراء میں خرچ کر دینا چاہیے۔ اور جس دن نہ آئیں اُس دن کو غنیمت جاننا چاہیے کیونکہ فقر و فاقہ میں عظیم تاثیر ہے۔"

وصل آپ فرماتے ہیں کہ[4]: "وصل عبارت ہے جملہ اشیاء سے ترک تعلق کرنا اور کسی چیز کی طرف التفات نہ کرنا۔ بے رنگی محض میں گم اور ہلاک ہو جانے سے مراد ہے۔ مقدمہ ابتدا اس حال کی بے خودی جملہ حواس سے ہے۔ یہ حالت مثل موت کے ہوتی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ موت میں حضور نہیں ہوتا اور اس میں حضور ہے۔"

---

[1] تکملہ سیر الاولیاء ص۸۵۔ [2] تکملہ سیر الاولیاء ص۸۰-۸۱۔ [3] مکتوباتِ کلیمی۔ [4] کشکول ص۱۰

ذکر و فکر آپ نے فرمایا کہ[1]

• ذکر و فکر کو حاصل کرنے میں اپنی ساری ہمت اور تمام اوقات صرف کر دے اور ایک ساعت اور ایک لمحہ ایسی چیز کی طرف مشغول و معروف نہ ہو جو تیرے لئے ذکر و فکر کے حاصل کرنے میں خلل انداز ہو۔

اقوالِ زرّیں آپ کے بعض اقوال ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

• معرفت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علمی اور دوسری حالی۔

• توحید کے چار مرتبے ہیں۔ ایک توحیدِ ایمانی۔ دوسری توحیدِ علمی۔ تیسری توحیدِ حالی۔ چوتھی توحیدِ الٰہی۔

• محبّت ہی ایک ایسی چیز ہے جس پر دنیا میں ایمان و عمل کی صحت و سقم کا دار و مدار اور آخرت میں مجازات کا حصہ ہے۔

• اس چیز کا گم کرنا فقر ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈھونڈی جاتی ہے۔

• اپنے تمام امور کو نسیان کے ہاتھ میں سونپ دینا توکل ہے۔

• روزہ تمام عبادتوں سے افضل اور اشرف عبادت ہے بلحاظ اخفا و کتمان۔

اوراد و وظائف ذیل میں آپ کے بتائے ہوئے چند اوراد و وظائف پیش کئے جاتے ہیں:

حاجت پُوری ہونے کے واسطے حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی فرماتے ہیں کہ نفلوں کے بعد تنہا گوشے میں بیٹھنا چاہئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر سو بار یَا رَبِّ یَا رَبِّ کہے۔ جو خدا سے مانگے گا، پاوے گا۔ اگر ہزار بار کہے تو کامیابی میں کوئی شک نہیں[2]

(۲) آپ فرماتے ہیں کہ حاجت روائی کے واسطے تکبیر یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا بہت مفید ہے، لیکن سو بار سے کم نہ کہنا چاہئے[3]

---

[1] عشرۂ کاملہ ص ۱۹۔ [2] مرقع شریف ص ۱۹۔ [3] مرقع شریف ص ۱۹

دشمن کو مغلوب کرنے کے واسطے آپ فرماتے ہیں کہ جب دشمن کے سامنے جائے یہ دعا پڑھے[1]: یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ۔

کامیابی کے واسطے آپ فرماتے ہیں کہ جو کوئی یہ دعا پڑھے گا مقصد میں کامیاب ہوگا[2]: یَا حَیُّ یَا عَلِیْمُ یَا عَزِیْزُ یَا کَرِیْمُ سُبْحَانَكَ یَا کَرِیْمُ تو کارکنی صعب را سلیم بحق اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۔

روزی کشادہ ہونے کے واسطے آپ فرماتے ہیں کہ روزی کشادہ ہونے کے واسطے ہر روز سو بار یہ پڑھے[3]

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

کشف و کرامات آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ آپ کی چند کرامتیں حسبِ ذیل ہیں:

- جب آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے ایک جگہ جو شہر سے کچھ دور تھی، قیام فرمایا۔ یکایک آپ رباط عامرہ سے باہر تشریف لائے اور لوگوں سے بھی جو وہاں موجود تھے باہر آنے کو فرمایا۔ آپ کے باہر تشریف لانے ہی رباط کی چھت گر گئی۔ سب کی جان بچ گئی۔
- آپ کے ایک مرید کے امرود کے باغ دو پیڑ خشک ہو گئے۔ اس نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے اپنے وضو کا پانی اس کو دیا اور فرمایا کہ یہ پانی سوکھے ہوئے درختوں کی جڑوں میں ڈالنا۔ اس نے ایسا ہی کیا سوکھے ہوئے پیڑ سرسبز و شاداب ہو گئے۔
- ایک سال دہلی میں بارش ہوئی۔ چند علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالبِ دعا ہوئے۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ "اے رب! اپنے بندوں پر رحم فرما!" یہ دعا ختم ہوتے ہی خوب بارش شروع ہوئی۔

---

[1] مرقع شریف صہ ۱۹۔ [2] مرقع شریف صہ ۲۱۔ [3] مرقع شریف صہ ۱۵۔

باب ۱۷

مُحِبُّ النَّبِیؐ

حضرت مولانا محمدؒ فخر الدینؒ فخرِ جہاںؒ

محب النبی حضرت مولانا محمد فخر الدین فخرِ جہاں فخر الاولین والآخرین ہیں۔ آپ تلطف زمانہ ہیں، فرد یگانہ ہیں، شہسوار عرصۂ ولایت ہیں، صدر نشین محفل کرامت ہیں۔

خاندانی حالات بواسطہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ آپ کی نسبت نسبی امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔ حضرت مولانا فخر جہاں نے سلسلۂ مدیث میں اپنے کو صدیقی لکھا ہے[1]

والد بزرگوار آپ کے والد بزرگوار کا نام نامی اسم گرامی حضرت نظام الدین ہے۔ آپ کے خاندان کے بزرگ باہر سے تشریف لاکر قصبہ نگراؤں (کاکوری) اودھ میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ آپ کے والد حضرت نظام الدین دہلی آکر حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی سے بیعت ہوئے اور خرقۂ خلافت سے

---

[1] تکملۂ سیر الاولیاء ص۹۵

مشرف ہوئے۔ اپنے پیرو مرشد کے فرمان کے مطابق آپ دکن تشریف لے گئے اور اورنگ آباد میں سکونت اختیار کرکے وہیں رشد و ہدایت فرمانے لگے۔

والدۂ ماجدہ آپ کی والدۂ مکرمہ حضرت سید محمد گیسو دراز کے خاندان سے تھیں[1]

بھائی آپ کے چار بھائی تھے[2] حضرت محمد اسماعیل آپ کے بڑے بھائی تھے اور تین سوتیلے بھائی تھے (۱) غلام معین الدین (۲) غلام بہاؤ الدین (۳) غلام کلیم اللہ۔ یہ تینوں بھائی آپ سے بیعت تھے[3]

بہن آپ کی بہن بھی آپ سے بیعت تھیں۔

ولادتِ باسعادت آپ ۱۱۲۶ھ میں اورنگ آباد میں جلوہ گر ہوئے[4]

نامِ نامی آپ کے والد ماجد نے آپ کی ولادت باسعادت کی خبر اپنے پیرو مرشد حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی کو کی۔ حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی بہت خوش ہوئے اور آپ نے اپنا ملبوسِ خاص آپ کے واسطے بھیجا۔ آپ نے آپ کا نام مولانا محمد فخر الدین رکھا اور فرمایا کہ "یہ میرا فرزند ہے۔"[5]

آپ کے متعلق پیشین گوئی حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی نے آپ کے متعلق فرمایا:

"یہ فرزند شہر شاہجہان آباد کو اپنے نورِ ہدایت سے منور و روشن کرے گا۔"

لقب آپ کا لقب محب النبی ہے۔

آپ کے محب النبی کے لقب سے ممتاز ہونے کی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ جب آپ خواجہ غریب نواز کے دربار میں اجمیر شریف حاضر ہوئے، اس وقت ایک صاحبِ دل بزرگ

---

[1] خلاصۃ الفوائد [2] مناقب فخریہ [3] تکملۂ سیر الاولیا صفحہ ۱۰۱، مناقب فخریہ صفحہ ۵ [4] مناقب فخریہ صفحہ ۲
[5] تکملۂ سیر الاولیا صفحہ ۱۰۵۔

اپنے کسی کام کے واسطے دربارِ غریب نوازؒ میں حاضر تھے۔ ان بزرگ کو خواجہ غریب نوازؒ نے بشارت دی کہ ان کو پہچان لو۔ مطلب بر آری ان سے ہوگی۔ اُن کا نام "محب النبیؐ" ہے۔ ان بزرگ نے آپ کو تلاش کیا اور خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ بیان کیا۔ اس روز سے آپ اس لقب سے مشہور ہوئے۔

دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ عرس کے موقع پر حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے مزار پُرانوار پر حاضر تھے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نے آپ کو لنگر سے کچھ تبرک دیا اور ارشاد فرمایا کہ:

"تم "محب النبیؐ" ہو۔"[1] اس روز سے آپ محب النبیؐ کہلانے لگے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے چند کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ آپ نے "شرح وقایہ" "مشارق الانوار" "نفحات الانس"۔ ایک کتاب علمِ طب میں اور ایک رسالہ تیر اندازی کے فن میں۔ یہ سب کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ آپ نے میاں محمد جان جیو سے اور کتابیں پڑھیں جن میں فصوص الحکم وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے مشہور کتاب "ہدایہ" مولوی عبدالحکیم سے پڑھی جو بہت بڑے عالم تھے اور فقہ میں ماہر تھے۔[2]

بچپن کا ایک واقعہ

آپ کی عمر سات سال کی تھی کہ ایک روز آپ اپنے والد ماجد کے پیر دبا رہے تھے۔ آپ پر غنودگی طاری ہوئی۔ سرورِ دین و دنیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو چن کے پانچ دانے مرحمت فرمائے۔ جب آپ ہوشیار ہوئے، وہ چن کے پانچ دانے آپ نے اپنے ہاتھ میں دیکھے۔ آپ کے والد بزرگوار بھی جاگ گئے۔ آپ کا ہاتھ پکڑ کر انہوں نے

---

[1] تکملۂ سیر الاولیاء، صفحہ ۱۱۲۔ [2] تکملۂ سیر الاولیاء، صفحہ ۱۰۶-۱۰۷۔

فرمایا: "ان دانوں میں ہمارا حصہ بھی ہے۔ آپ نے اور آپ کے والد ماجد نے وہ دانے تناول فرمائے[1]

بیعت وخلافت

آپ صغر سنی میں اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے۔ جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی آپ کے والد ماجد نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

والد ماجد کا وصال

خرقۂ خلافت عطا کرنے کے ایک سال بعد آپ کے والد ماجد نے جانِ شیریں جانِ آفریں کے سپرد فرمائی۔ والد بزرگوار کے وصال کے وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

ریاضت ومجاہدہ

والد بزرگوار کے وصال کے بعد آپ زیادہ وقت عبادات میں گزارتے تھے۔ آپ اپنے حال کی کسی کو خبر نہ دیتے تھے۔ جو لوگ آپ کے قریب تھے اُن کو بھی آپ کی ریاضات، عبادات اور معاہدات کا علم نہ تھا۔ ایک دن آپ کے پیر بھائی اور ہم خرقہ خواجہ کامگار خاں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ حلقۂ ذکر منعقد کریں اور ذکر جہر کرایا کریں۔ آپ مسکرائے اور اُن سے فرمایا کہ وہ آپ کے واسطے دعا کریں کہ خداوند تعالیٰ ان کو ان کاموں کی توفیق دیں۔ انہوں نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے، اُن کو جو دولت ونعمت حاصل ہوئی تھی وہ فوراً سلب ہو گئی۔ اور وہ معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے ان کو معاف فرمایا اور وہ تمام دولت ونعمت جو سلب ہوئی تھی، شہ اور اس کے علاوہ مزید نعمت مرحمت فرمائی[2]

ملازمت

آپ کی خواہش پر نواب نظام الدولہ ناصر جنگ نے آپ کو عہدۂ سپہ سالاری یا نائب بخشی تفویض کیا[3] آپ نے تین سال تک بحسن وخوبی

---

[1] تکملۂ سیر الاولیاء ص ۱۰۵-۱۰۶، مناقب فخریہ ص ۵۔ [2] مناقب فخریہ ص ۸۔ [3] مناقب فخریہ ص ۸۔
[4] مناقب فخریہ ص ۹۔

اپنے فرائض انجام دے کر پھر مستعفی ہو کر اورنگ آباد تشریف لے گئے۔

دہلی میں آمد ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ عبادت میں مشغول تھے۔ آپ نے یہ آواز سُنی۔ ع

بند بگسل باش آزاد اے پسر

یہ سُن کر آپ کو دہلی جانے کا خیال پیدا ہوا۔ آپ اپنے والد ماجد کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوئے۔ جب مراقب ہوئے یہ آواز سُنی ؎

شہ اقلیم فقرم بے خودی تخت روانِ من
نہ چوں فرہاد مزدورم نہ چوں مجنوں زمیندارم

یہ سُن کر آپ نے دہلی جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

آپ ۱۱۶۰ھ میں دہلی میں رونق افروز ہوئے[1]

پاک پٹن شریف میں آمد دہلی تشریف لانے کے چھ ماہ بعد آپ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کے مزار اقدس کی زیارت کے واسطے پاک پٹن حاضر ہوئے۔ پانی پت میں چار راتیں قیام فرمایا۔ حضرت بوعلی قلندر کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔

شادی اور اولاد ایک بیماری کے ازالہ کے واسطے آپ نے حکیموں کا مشورہ قبول فرما کر اورنگ آباد میں شادی کی۔ آپ کے ایک لڑکا ہوا۔ آپ نے ان کا نام غلام قطب الدین رکھا[2]

وفات شریف آپ ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو رات کے آخری حصہ میں اس جہانِ فانی سے رحمت یزدانی کی طرف رحلت فرمائی[3] بوقتِ وفات

---

[1] مناقب فخریہ ص۱۱ [2] تکملہ سیر الاولیاء ص۱۳ [3] مناقب فخریہ ص۵۱-۵۲

آپ کی عمر ۷۳ سال کی تھی۔ آپ کا مزار مہرولی میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

آپ کے خلفاء

آپ کے مشاہیر خلفاء حسبِ ذیل ہیں:
"حضرت خواجہ نور محمد مہاروی، حضرت مولانا میر ضیاء الدین، حضرت مولوی خدا بخش، نواب غازی الدین میر خاں المتخلص بہ نظام، شاہ فتح اللہ، مولوی محمد غوث۔ شاہ روح اللہ، شاہ قمر الدین اور حضرت محمد غوث۔

سیرت پاک

آپ کی ذات والا صفات اوصاف ظاہری و باطنی کی جامع تھی۔ آپ نہایت خلیق و متواضع تھے۔ آپ ہر آنے والے کی تعظیم و تکریم بلا کسی امتیاز کے کرتے تھے۔[1] بیماری میں بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ میں ایثار نفس بدرجۂ اتم تھا۔ عبادت، ریاضت، مجاہدہ اور مراقبہ میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو روپیہ اور چیزیں نذر میں آتی تھیں، سب کو تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپ اپنے واسطے کچھ نہ رکھتے تھے۔ انکساری اس درجہ تھی کہ جب آپ کا خاکروب پیرا دو روز متواتر خانقاہ میں صفائی کے واسطے نہیں آیا، اور جب معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے، آپ بہ نفسِ نفیس اس کو دیکھنے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اس کو کچھ روپیہ دیا اور اس سے معذرت کی کہ اس کی خبر گیری میں اتنی دیر ہوئی۔[2]

علمی ذوق

آپ کے خطوط گنجینۂ معرفت ہیں۔ وہ "رقعاتِ مرشدی" کے نام سے شائع ہو گئے ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف حسبِ ذیل ہیں:
"فخر الحسن۔ عقائد نظامیہ۔ سیرتِ محمدیہ۔ عین الیقین۔"

آپ کی تعلیمات

آپ کی تعلیمات اعلیٰ روحانی مقام کے حاصل کرنے میں امداد اور

---

[1] مناقب فخریہ ص۱۶۱ [2] مناقب فخریہ ص۱۴۰۔

رہنمائی کرتی ہیں۔

مقام سیر انفسی آپ فرماتے ہیں کہ سیر آفاقی میں یعنی عالم کبیر میں عارف محبوب حقیقی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ سیر انفسی میں بھی وہ اس دولت سے مشرف ہوتا ہے۔ یہ کہنا چاہیئے کہ اوّل تو ہر شخص آئینہ ہے اور ذاتِ پاک کا ظہور اس میں بھی ہے۔ مگر دوم یہ کہ انسان "عالمِ صغیر" ہے۔ معنیٰ اور مجلّیٰ آئینہ ہے۔ اس میں جو تجلّیات عارف مشاہدہ کرتا ہے وہ پہلے مشاہدہ سے بہ مدارج فوق ہیں۔ مقام سیر انفسی کا فنائے تام حاصل ہونے پر موقوف ہے۔ سالک کا باطن ماسوا اللہ سے پاک ہو جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی ہستی کا اس پر غلبہ ہوتا ہے تو مقام قربِ نوافل حاصل ہوتا ہے۔[1]

حضور مع اللہ آپ فرماتے ہیں کہ اصل تمام کی حضور مع اللہ کا حاصل ہونا ہے۔ طریقے مختلف ہیں۔ خواہ یہ ذکر جہر سے ہو، یا ذکرِ خفی سے۔ خواہ فکر سے ہو یا مراقبہ یا مرابطہ سے ہو۔[2]

بے خودی آپ فرماتے ہیں کہ بے خودی ایک بڑی نعمت ہے۔ اس کا شکر کرنا ضروری ہے۔ لیکن سالک کو اس پر قناعت نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ اس کو اصلی مقصد اور مدارجِ عالیہ حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھنا چاہیئے۔ بے خودی تو بھنگ اور افیون سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس قسم کی بے خودی محمودہ نہیں ہے بلکہ مذمومہ ہے۔ جب بے خودی حاصل ہو تو ریاضت و مجاہدہ میں زیادہ مصروف ہونا چاہیئے۔[3]

ذکر اور محاسبہ آپ فرماتے ہیں کہ جس قدر بھی ہو سکے ذکر کرنا چاہیئے، لیکن اتنا نہیں کہ جس کا صحت پر بُرا اثر پڑے۔ محاسبہ کرنا بھی ضروری ہے۔[4]

---

[1] رقعاتِ مرشدی ص۳۵۔ [2] رقعاتِ مرشدی ص۵۔ [3] رقعاتِ مرشدی ص۹۳-۹۴۔

[4] رقعاتِ مرشدی ص۹۴-۹۵۔

اقوال

- حضور و غیب کو دل سے دُور کرنا چاہئے۔
- یادِ مولےٰ سب سے اولیٰ ہے۔
- دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔
- سالک کو چاہیئے کہ ضبطِ اوقات کو ہاتھ سے نہ دے۔
- سالک کو فریبِ نفسانی نہ کھانا چاہیئے۔
- انسان مظہرِ جمیع مراتباتِ الٰہیہ و کونیہ ہے۔

اوراد و وظائف

آپ "پاسِ انفاس" اور ذکرِ جلی و خفی کی تلقین فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ مثل نوافل، نماز و تہجد و اشراق اور اوراد مثل درود شریف و تلاوت قرآن مجید کو اپنے اوپر لازم کرنا چاہیئے۔[1]

کشف و کرامات

نواب میر غازی الدین خاں کو مسئلہ وحدت الوجود کے سمجھنے میں سخت تردّد تھا۔ آپ نے مکاشفہ سے ان کا تردّد معلوم فرمایا۔ ایک دن آپ نواب صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی انگلیاں اُن کی اُنگلیوں میں اور دونوں ہتھیلیوں سے دونوں ہتھیلیاں ملائیں۔ پھر مسکرا کر نواب صاحب کی طرف دیکھا۔ نواب صاحب بے ہوش ہوگئے۔ نواب صاحب کہتے ہیں کہ جب ہوش آیا تو تمام جمادات، نباتات اور حیوانات ایک شے نظر آنے لگے ـــــــ اورنگ آباد سے دہلی تشریف لاتے ہوئے راستے میں ایک نابینا بڑھیا آپ کی خدمت میں آئی اور آپ سے عرض کیا کہ اس کی آنکھیں روشن کردیں۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس بڑھیا کی آنکھوں پر پھیرا، اُسی وقت اس بڑھیا کی آنکھوں میں روشنی آگئی۔[2] ـــــــ آپ کے مرید قاضی ابوالرضا مرضِ سل میں مبتلا تھے۔ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ اُن سے بغل گیر ہوئے۔ بغل گیر ہونے کے فوراً بعد ہی قاضی صاحب بالکل اچھے ہوگئے اور اپنے اندر ایسی قوت محسوس کرنے لگے کہ گویا بیماری نہ تھے۔

---

[1] رسالہ عین الیقین صفحہ ۹ [2] فخر الطالبین صفحہ ۲۳-۲۴ مناقب فخریہ صفحہ ۱۰

اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ
السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ
اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ؕ

(پ ۱۱۔ توبہ۔ ۱۴ ع)

مطلب: توبہ کرنے والے عبادت گزار خدا کی حمد و ثنا کرنے والے۔ خدا کی راہ میں سفر کرنے والے۔ رکوع کرنے والے۔ سجدہ کرنے والے۔ لوگوں کو نیک کام کی صلاح دینے والے اور بُرے کام سے منع کرنے والے۔ اللہ نے جو حدیں باندھی ہیں اُن کی نگاہ رکھنے والے۔

حصہ پنجم

باب ۱۸

حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر شہیدؒ

حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر شہید زینتِ زماں ہیں۔ رکن جناں ہیں۔ مقتدائے اہلِ طریقت ہیں۔ رہنمائے اربابِ حقیقت ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کا سلسلۂ نسب بتوسط محمد بن حنفیہ ۲۸ واسطوں سے امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہٗ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد آٹھ سو (۸۰۰) ہجری میں طائف سے ترکستان تشریف لائے۔ جب ہمایوں نے ایران سے واپس آکر ہندوستان کے تخت و تاج کو زینت بخشی۔ اس کے ہمراہ محبوب خاں اور بابا خاں دو بھائی ہندوستان آئے۔ یہ دونوں بھائی اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا سلسلۂ نسب تین واسطوں سے امیر کمال الدین تک پہنچتا ہے۔ آپ کا نسب ۴ واسطوں سے بابا خان تک پہنچتا ہے [1]

---

[1] کلماتِ طیبات (مکتوباتِ حضرت مرزا صاحب) ص ۱۲

نسب نامۂ مادری آپ کا نسب مادری امیر صاحبقران تک پہنچتا ہے۔

والد بزرگوار آپ کے والد ماجد میرزا جان نے اورنگ زیب کی خدمت میں زندگی گزاری۔ آخر عمر میں تارک الدنیا ہو گئے تھے۔ وہ طریقۂ قادریہ کے ایک بزرگ سے مستفید تھے۔

ولادتِ باسعادت آپ کی پیدائش اور کرامت کے متعلق مولانا رومی نے پانچ سو سال قبل تحریر فرمایا تھا[1]

جان دراول مظہر درگاہ شد
جانِ جاناں خود مظہر اللہ شد

آپ نے ۱۱۱۱ھ میں اس عالم کو زینت بخشی[1] آپ کا نام شمس الدین ہے۔

والد ماجد کا انتقال جب آپ کی عمر سولہ سال کی ہوئی، آپ کے والد ماجد نے ۱۱۳۰ھ میں انتقال فرمایا۔

تعلیم و تربیت آپ نے علوم متعارف والد ماجد کی حیات میں پڑھے تھے۔ حدیث کی کتابیں آپ نے شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم مکی کے شاگرد حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے پڑھیں۔ قرآن مجید آپ نے شیخ عبدالخالق شوقی کے شاگرد حافظ عبدالرسول دہلوی سے پڑھا۔

بیس سال کی عمر میں آپ کا دل دنیا سے سرد ہو گیا تھا۔ راہِ فقر میں قدم رکھا۔

بیعت و خلافت آپ حضرت سید السادات سید نور محمد بدایونی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیعت سے مشرف ہوئے اور طریقۂ نقشبندیہ کا خرقۂ خلافت حاصل کر کے معزز و ممتاز ہوئے۔ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر مجاہدات

---

[1] مفتاح التواریخ [2] مکتوبات مرزا صاحب ص ۱۳۔

ریاضات میں مشغول ہوئے۔ اپنے پیرومرشد کے وصال کے بعد نقشبندی سلسلے کے بہت سے بزرگوں سے مستفید و مستفیض ہوئے۔[1]

بعدازاں آپ ایک عرصے تک حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد ستامی کی خدمت بابرکت میں رہ کر ان کے فیوضِ روحانی سے مالامال ہوئے۔ اُن سے۔ اُن سے خرقۂ اجازت طریقۂ قادریہ، سہروردیہ و چشتیہ حاصل کر کے رشد و ہدایت و تربیت طالبانِ خدا میں مشغول ہوئے۔

آخری ایّام آخر عمر میں آپ وظائف و عبادات میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ استغراق زیادہ بڑھ گیا تھا۔ بہت لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ ملا نعیم کو جب آپ نے رخصت کیا، آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اب ہماری اور تمہاری ملاقات ہوتی نظر نہیں آتی۔ ایک روز خداوند تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ کوئی آرزو ئے دل ایسی نہیں کہ جو پوری نہ ہوئی ہو۔ منعم حقیقی نے سلام حقیقی سے مشرف کیا۔ علم وافر بخشا۔ نیک عمل کی توفیق دی۔ استقامت کی کرامت عطا کی۔ لوازم طریقہ میں جو کچھ چاہیئے تھا وہ سب کچھ دیا۔ کشف و تصرف و کرامت سے نوازا۔ صلحا کو کسبِ فیوض کے واسطے بھیجا اور ان کو مقاماتِ عالیہ تک پہنچایا۔ آپ نے شہادتِ ظاہری کی کہ جو قربِ الٰہی میں اونچا درجہ رکھتی ہے، آرزو ظاہر کی۔

وصیّت آپ نے وصیت فرمائی کہ تجہیز و تکفین میں سُنّتِ رسول کی پوری پوری پابندی کی جائے۔ اپنے حلقۂ ارادت والوں کے لئے آپ نے وصیت فرمائی کہ آخر دم تک اتباعِ سُنّت کے پابند رہیں اور مقصودِ حقیقی کو حق تعالیٰ سے غیر اور متبوعِ واجب الاتباع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر نہ جانیں۔ رسوم و عادات

---

[1] مکتوباتِ مرزا صاحب صہ ۱۳۱۔

درویشوں سے واقف رہیں اور دنیا داروں کی صحبت سے اجتناب اور احتراز کریں۔
علوم دینی سے اپنے کو محروم نہ رکھیں۔

وفات شریف بدھ کی رات، ۷ محرم کو نجف خاں کے لشکر کے ایک آدمی نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ تین دن تک خون بہتا رہا۔ ۱۰ محرم ۱۱۹۵ھ کو بعد نماز آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

آپ کے خلیفہ حضرت شاہ عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی احمدی آپ کے ممتاز خلیفہ ہیں۔

سیرتِ مبارک علم و عمل میں، آدابِ شریعت و طریقت میں، فصاحت و بلاغت میں اور ریاضت و مجاہدہ میں اپنی مثال آپ تھے۔
علم ظاہر و سلوکِ باطن میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ قطبِ وقت تھے اور پیر کامل تھے۔

علمی ذوق آپ کے ملفوظات طیبات اور آپ کے مکتوبات سے آپ کے علمی ذوق اور قابلیت کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ آپ کے ملفوظات اور مکتوبات تصوف کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔

شعر و سخن کا ذوق آپ ایک خوش گو شاعر تھے۔ آپ کا کلام عارفانہ ہے جیسا کہ حسبِ ذیل اشعار سے ظاہر ہے:

محمد از تو می خواہم خدا را ۔۔۔ خدایا از تو عشق مصطفےٰ را

غلام شتم و لطف و کرم بہائے من است ۔۔۔ کسے کہ بندہ بخواند مرا خدائے من است
خدا نہ کردہ برہمن زبت کسد فریاد ۔۔۔ تو واقفی کہ چہ از نالہ مدعائے من است

جوش زد مستی و چشم دلبراں مے خانہ شد — مشتِ خاکِ مے پرستاں چرخ زد پیمانہ شد
منظرِ خوش گوئے ماز آغاز و انجامش مپرس — گشت از خوابِ عدم بیدار یا ز افسانہ شد

چوں بچشم در آئینہ عکسِ جمالِ خویش — کردہ ہمہ جہاں تحقیقت مصورم
روشن شود ز روشنیٔ ذاتِ من جہاں — گر پردہ صفاتِ خودم را فرو درم

تعلیمات

آپ کی تعلیمات زندگی کو بہتر و اعلیٰ بنانے کے لئے کافی ہیں۔

نماز کی اہمیت

آپ فرماتے ہیں کہ:

"نماز[1] جامع کیفیات ہے کہ جو تلاوت، تسبیح، درود اور استغفار کے انوار، اذکار سے متضمن ہے۔ صحیح اور اصل ترین حالات نماز میں حاصل ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ اس کے آداب بجا لائے جائیں۔"

رمضان کی فضیلت

آپ فرماتے ہیں کہ:

"رمضان المبارک میں نسبت باطنی کی بہت ترقی ہوتی ہے۔ روزہ میں غیبت اور جھوٹ سے پرہیز کرنا واجب ہے، ورنہ روزہ فاقہ سے زیادہ نہیں ہے۔"

اعمال کی جزا

آپ فرماتے ہیں کہ:

"جو کچھ تکلیف، آزار و اذیت ہم کو لوگوں سے پہنچتی ہے وہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اگر بڑوں سے ادب کے ساتھ اور چھوٹوں

---

[1] کلمات طیبات (ملفوظات مرزا صاحب) ص ۷۲

سے مہر و شفقت کے ساتھ پیش آئیں تو کوئی شخص تمہارے ساتھ بُرائی نہیں کر سکتا۔

فتح الباب طریقۂ مظہریہ میں اوّل اوّل جو بشارت کہ طالب کو عطا فرماتے ہیں وہ یہی فتح الباب کی بشارت ہے۔ اس وقت قلب کو، جو اپنی اہلیت سے غافل ہو گیا تھا۔ اپنی اصل پھر یاد آتی ہے اور اپنے فوق کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ تھوڑی ہی مدت میں وہ نور کا شعلہ جو قلب سے اُٹھنے لگا تھا اب قالب سے ظاہر ہوتا ہے۔

انسان کا دل اصل فطرت میں روشن و منور پیدا ہوا ہے، مگر عام طور پر کثرتِ تعلقات و موانع کے باعث کوئلہ کی مانند سیاہ و بے نور ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اپنے آپ اور اپنی اصل کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ لیکن جب وہ طالب صادق بن کر اور حسنِ عقیدت و ارادت اپنے ہمراہ لے کر کسی کامل شیخ و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو جائے تو وہ مرشد اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کو ذکر کی تلقین کرتا اور اپنی توجہات اس کے حق میں معروف کرتا ہے تو اس کی توجہات کی برکت سے ذکر کا نور اس کے قلب میں پیدا ہو جاتا ہے اور وہ سیاہ کوئلہ اب دہکنے لگتا ہے اور جب ذکر کے نور سے اس کا تمام دل منور ہو جاتا ہے تو اس کے دل سے نور کا ایک شعلہ اٹھتا ہے۔ اس کو طریقۂ مظہریہ میں فتح الباب کے نام سے موسوم کرتے ہیں[1]

نصائح

- طریق ورع و تقویٰ اختیار کرو۔
- زندگی صبر و توکل کے ساتھ گزارو۔
- صحبتِ مشائخ میں سرعت بڑھاؤ۔ کیوں کہ دوستانِ خدا کی دوستی موجبِ قربِ خدا کا ہے۔
- قناعت اختیار کرو۔
- حرص و طمع کو دل سے نکالو۔

---

[1] ہدایت الطالبین ص۸۱۔

- یار و اغیار سے نا اُمید ہو اور ان کا ہونا نہ ہونا برابر سمجھو۔
- کسی کو حقارت سے مت دیکھو۔
- اپنے کو سب سے زیادہ کم تر و قاصر جانو۔
- اپنی طاعت و عبادت پر ناز مت کرو۔
- جتنا ممکن ہو مخالفتِ نفس کرنی چاہیئے، لیکن اس قدر بھی نہیں کہ تنگ ہو جائے اور طاعت میں نشاطِ شوق نہ بڑھے۔

اَوراد و وظائف

آپ کے خاص اوراد و وظائف حسبِ ذیل ہیں:

راحتِ دل کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ دعائے حزب البحر ہر روز پڑھنا چاہیئے۔[1]

برائے دفعِ شر آپ فرماتے ہیں کہ آفات سے محفوظ رہنے کے لئے صبح و شام سورۂ لایلاف پڑھنا چاہیئے۔

دفعِ شر کے لئے فجر کی نماز کے بعد سورۂ لایلاف ایک سو ایک بار پڑھیں، یا گیارہ مرتبہ۔ شروع اور آخر میں پانچ پانچ بار درود پڑھنا ضروری ہے۔

خیر و برکت کے لئے ختم خواجگان اور ختم حضرت مجدد صبح کی نماز کے بعد پابندی سے پڑھنا موجبِ خیر و برکت ہے۔

کرامات نجف خاں جس کے آدمی نے آپ پر حملہ کیا تھا، اسی سال مرگیا۔ تمام توابع و حواشی بھی ختم ہو گئے۔[2]

فخرِ زماں و قطبِ دوراں حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی آپ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے۔

---

[1] ملفوظات مرزا صاحب ص ۹۲۔ [2] انوار العارفین ص ۴۲۵۔

باب ۱۹

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ناصرِ شریعت ہیں اور امام طریقت ہیں۔ عمدۃ الابرار ہیں، قدوۃ الاخیار ہیں۔ آپ وہ منبعِ فیض ہیں کہ جس سے ہندوستان قال اللہ قال الرسول کے انوار کی تجلّیات سے منوّر ہوا۔

خاندانی حالات

آپ کا شجرۂ نسب تینتیس ۳۳ واسطوں سے امیرالمومنین حضرت عمرؓ ابنِ خطاب تک اس طرح پہنچتا ہے کہ ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہہ الدین شہید بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین عرف قاضی قاذن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر عرف قاضی بڈھا بن عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین المفتی عرف قاضی بیران بن شیر ملک بن عطا ملک بن ابوالفتح ملک بن عمر الحاکم بن عادل ملک بن فارزون بن جرجیس بن احمد بن محمد شہریار بن عثمان بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اجمعین[1]

---

[1] قرۃ العیون۔

والد بزرگوار آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم علوم ظاہری و باطنی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ حضرت شاہ سید عبداللہ اکبرآبادی سے بیعت تھے اور ان کے خلیفۂ اعظم بھی تھے۔

ولادت آپ ۴۔ شوال ۱۱۱۴ھ کو اس عالم میں تشریف لائے[1]

نام آپ کا نام احمد ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ بندۂ ضعیف احمد جسے ولی اللہ کہتے ہیں[2]

تعلیم و تربیت جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی۔ آپ کے والد نے آپ کو ایک مکتب میں داخل کیا۔ سات سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید ختم کیا۔ پھر دیگر کتب کے مطالعہ میں مشغول ہوئے۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم پر کافی دھیان دیا۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ اس سے فراغت پا کر آپ علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کے والد ماجد آپ کو پند و نصائح فرما کر علم مجلسی اور آداب محفل سکھایا کرتے تھے[3]۔ آپ کے والد بزرگوار ہی نے آپ کو تصوف کی تعلیم بھی دی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ:

"اور ان ہی سے علوم ظاہرہ اور آداب طریقت سیکھے اور ان سے کرامات دیکھے اور مشکلات پوچھے اور اُن سے اکثر فوائد طریقت کے سنے"[4]

بیعت و خلافت پندرہ سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کو کئی سلسلوں سے اجازت حاصل تھی۔ اس کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں[5]:

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص۵۶۔ [2] فیصلہ وحدت الوجود والشہود ص۲۔ رسالہ در الثمین فی مبشرات النبی الامین ص۲۔ [3] انفاس العارفین۔ [4] قول جمیل فی بیان سواء السبیل ص۱۵۱-۱۵۲۔ [5] قول جمیل فی بیان سواء السبیل ص۱۵۲۔

"اور ہمارے اور بھی سلاسل ہیں جن کے بعض میں بنا برصحبت کے اتصال ہے اور بعض میں بنا بربیعت یا خرقہ پوشی کے"[1]

لیکن آپ کا اصل سلسلہ نقشبندیہ ہے۔ بیعت ہونے کے دو سال بعد آپ کو آپ کے والد نے خلافت عطا فرمائی اور آپ کو ارشادات اور بیعت کی اجازت دے کر اپنا خلیفۂ اعظم بنایا۔ آپ نے حضرت شیخ ابوطاہر مدنی سے بھی خرقہ پایا۔ یہ خرقہ "جمیع خرقہ ہائے صوفیہ کا حاوی" کہلاتا ہے۔

والد کا وصال ابھی آپ کی عمر پورے سترہ سال کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ ان کے وصال کے بعد آپ اُن کی مسندِ رشد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے اور تعلیم و تلقین میں مشغول ہو گئے۔

زیارتِ حرمین شریفین آپ نے ۱۱۴۳ھ میں حج کا فریضہ ادا کیا۔ مدینہ منورہ حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔

آپ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بہت سے علماء اور مشائخین کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ ان متبرک شہروں میں کچھ عرصہ قیام کر کے آپ نے احادیث کی سندیں حاصل کیں۔

واپسی آپ ۱۱۴۵ھ میں دہلی واپس تشریف لائے اور دہلی میں اقامت گزیں ہو کر آپ نے درس و تدریس، رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین میں اپنی زندگی صرف کر دی۔

شادی اور اولاد آپ کی شادی پندرہ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا حال اگلے باب میں درج ہے۔

آپ کے دیگر فرزند مولانا شاہ رفیع الدین، مولانا شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی ہیں۔

وفات شریف آپ کا وصال ۱۹۔ محرم ۱۱۷۶ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار دہلی میں ہے۔

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۵۶۔

سیرت مبارک آپ کا شمار ہندوستان کے علمائے عظام و فضلائے ذوی الاکرام میں ہے۔ آپ کی بزرگی اور عظمت سے کسی کو انکار کی جرأت نہیں ہے۔ آپ افضل ترین علمائے عصر تھے۔ معقول و منقول اور حقائق و معارف میں یکتائے روزگار تھے[1] آپ تمام عمر تلقین اور علوم عقلی و نقلی کے درس دینے میں معروف اور مشغول رہے۔ زندگی میں سادگی انتہا درجہ کی تھی۔

آپ کا علمی ذوق آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں:

لمعات۔ ہمعات۔ قول جمیل فی بیان سوا السبیل۔ انفاس العارفین۔ مکتوب مدنی (اردو ترجمہ الملقب بہ فیصلہ وحدۃ الوجود و الشہود) رسالہ در الثمین فی مبشرات النبی الامین۔ مکتوبات مع مناقب ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری و فضیلت ابن تیمیہ۔ تفسیر قرآن تفہیمات الٰہیہ۔ مکاتیب عربی۔ انتباہ فی اسناد احادیث رسول اللہ صلعم۔ خیر کثیر۔ قول الجلی فی آثار الولی۔ بدور بازغہ فیوض الحرمین۔ تاویل الاحادیث۔ خمسہ رسائل۔ انصاف۔ قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم۔ عقد الجید۔ جہل حدیث مع شرح منظوم الموسوم بہ تسخیر۔

شعر و سخن کا ذوق حسب ذیل اشعار آپ کے شعر و سخن کے ذوق کا آئینہ دار ہیں[2] آپ کا تخلص امین تھا۔

من نہ دانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام — عاشقِ شوریدہ ام یا عشق یا جانانہ ام
مبتلائے حیرتم جاں گو میت یا جانِ جاں — اصطلاحِ شوق بسیار است من دیوانہ ام

---

[1] سیر الاخیار [2] ملفوظات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صفحہ ۱۱۔

میل ہر عنصر بود سوئے مقرّ اصلیش | جذبۂ اصل است سر شورش مستانہ ام
شوقِ موسیٰ در ظہور آورد نارِ طور را | در نہادِ شمع آتش می زند پروانہ ام
اے امینِ پرستیم نام تجدد تہمت است | دولتِ پیشِ از زماں تعمیر شد میخانہ ام

آپ کی تعلیمات

آپ کی تعلیمات علم ظاہر اور علم باطن کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں

آدابِ عالمِ حقانی

آپ فرماتے ہیں کہ[1]:

"میں وصیت کرتا ہوں۔ طالبِ حق کو چند امور کی از انجملہ یہ ہے کہ اغنیاء امراء سے صحبت نہ رکھے، مگر بہ نیت دفع کرنے ظلم کے خلق پر سے یا اُن کو مستعد کرنے کے واسطے خیر پر صحبت نہ اختیار کرے۔ صوفیانِ جاہل کی اور نہ جاہلانِ عبادت شعار کی اور نہ فقیہوں کی جو زاہدِ خشک ہیں اور نہ محدثین ظاہری کی جو فقہ سے عداوت رکھتے ہیں اور نہ اصحابِ معقول اور کلام کی جو منقول کو ذلیل سمجھ کر استدلالِ عقلی میں افراط کرتے ہیں۔"

طالبِ حق کے واسطے ضروری باتیں

آپ فرماتے ہیں کہ[2]:

"طالبِ حق کو چاہئے کہ عالم صوفی ہو۔ دنیا کا تارک ہر دم اللہ کے دھیان میں حالاتِ بلند میں ڈوبا۔ سنتِ مصطفویہ میں راغب۔ حدیث اور آثارِ صحابۂ کرام کا متجسس۔ حدیث اور آثار کی شرح اور بیان کا طلب کرنے والا فقیہانِ محققین کے کلام سے جو حدیث کی طرف مائل ہیں بنظر سے اور اُن اصحاب عقائد کے کلام سے جن کے عقائد ماخوذ ہیں سنت سے۔ جو ناظر ہیں دلیل عقلی میں بطریق عدم لزوم کے

---

[1] قول الجمیل فی بیان سواء السبیل صفحہ ۱۳۶ [2] قول الجمیل فی بیان سواء السبیل صفحہ ۱۴۷

- حوادث کے اسباب میں سے ایک سبب بخت بھی ہے۔
- ہر زمانے میں ایک قرن ہے اور ہر قرن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی قسموں کا ایک علم ہے جو اہلِ قرن کو پہنچتا ہے۔
- بیعت سے مرید کو امر کرنا ہے مشروعات کا اور روکنا اس کو خلافِ شرع سے اور راس کی رہنمائی کی طرف تسکینِ باطنی کے اور دور کرنا بُری عادتوں کا اور حاصل کرنا صفاتِ حمیدہ کا۔

اوراد و وظائف

آپ کے اوراد و وظائف کشودِ کار کی کنجی ہیں۔ خاص خاص حسب ذیل ہیں:

غنائے باطنی وظاہری کے واسطے آپ فرماتے ہیں کہ ہر روز گیارہ سو مرتبہ "یَا مُغْنِیُ" اور چالیس بار "سُوْرَۃُ مُزَّمِّل" پڑھنا چاہیے اور اگر چالیس بار نہ پڑھ سکے تو گیارہ بار پڑھے[1]

فاقے سے بچنے کے واسطے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۃ واقعہ کو ہر رات پڑھے اس کو فاقہ نہیں ہوتا[2]

حاجت پوری ہونے کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کو بارہ سو بار بارہ دن تک پڑھنا چاہیے[3] یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ

حاکم کو مہربان کرنے کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ حاکم کے سامنے جس سے ڈرتا ہو جب جائے تو کہے: کٓھٰیٰعٓصٓ کُفِیْتُ حٰمٓعٓسٓقٓ حُمِیْتُ

داہنے ہاتھ کی ہر انگلی کو بند کرے۔ لفظ اول کے ہر حرف کے تلفظ کے ساتھ اور بائیں ہاتھ کی ہر انگلی کو قبض کرے لفظ ثانی کے ہر حرف کے نزدیک۔ پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کئے جائے، پھر دونوں کو کھول دے[4]

---

[1] [2] [3] [4] قول جمیل فی بیان سواء السبیل ص۱۰۱، ص۱۰۳، ص۱۱۰، ص۱۰۵

- حوادث کے اسباب میں سے ایک سبب بخت بھی ہے۔
- ہر زمانے میں ایک قرن ہے اور ہر قرن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تقسیموں کا ایک علم ہے جو اہلِ قرن کو پہنچتا ہے۔
- بیعت سے مرید کو امر کرنا ہے مشروعات کا اور روکنا اس کو خلافِ شرع سے اور راکس کی رہنمائی کی طرف تسکینِ باطنی کے اور دُور کرنا بُری عادتوں کا اور حاصل کرنا صفاتِ حمیدہ کا۔

اَوراد و وظائف

آپ کے اَوراد و وظائف کشودِ کار کی کنجی ہیں۔ خاص خاص حسب ذیل ہیں:

غنائے باطنی وظاہری کے واسطے آپ فرماتے ہیں کہ ہر روز گیارہ سو مرتبہ "یَا مُغْنِیُ" اور چالیس بار سُورَۃُ مُزَّمِّل" پڑھنا چاہیے اور اگر چالیس بار نہ پڑھ سکے تو گیارہ بار پڑھے[1]

فاقے سے بچنے کے واسطے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۃ واقعہ کو ہر رات پڑھے اس کو فاقہ نہیں ہوتا[2]

حاجت پوری ہونے کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو بارہ سو بار بارہ دن تک پڑھنا چاہیے[3] یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ

حاکم کو مہربان کرنے کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ حاکم کے سامنے جس سے ڈرتا ہو جب جائے تو یہ: کٓھٰیٰعٓصٓ کُفِیْتُ حٰمٓعٓسٓقٓ حُمِیْتُ

داہنے ہاتھ کی ہر انگلی کو بند کرے۔ لفظ اوّل کے ہر حرف کے تلفظ کے ساتھ اور بائیں ہاتھ کی ہر انگلی کو تیعن کرے لفظ ثانی کے ہر حرف کے نزدیک۔ پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کئے جائے، پھر دونوں کو کھول دے[4]

---

[1] [2] [3] [4] قول جمیل فی بیان سواء السبیل ص ۱۰۱ ص ۱۰۳ ص ۱۱۰ ص ۱۰۵

باب ۲۰

حضرت شاہ محمدؐ فرہاد دہلوی

حضرت شاہ محمد فرہاد دہلوی دنیاوی آلائش سے آزاد ہیں۔ آپ قدوۂ اولیائے زماں ہیں۔ زبدۂ سالکاں ہیں۔ مقتدائے اہلِ طریقت ہیں۔ آفتاب سپہر حقیقت ہیں۔

والد ماجد آپ کے والد بزرگوار شاہی دربار سے منسلک تھے۔ امرائے دربار میں ممتاز تھے۔ برہان پور کی صوبے داری اُن کے سپرد تھی۔ صوبے داری کے فرائض آپ برہان پور میں رہ کر انجام دیتے تھے۔

ولادتِ باسعادت آپ دہلی میں پیدا ہوئے۔

نامِ نامی آپ کا نام محمد فرہاد ہے۔

برہان پور میں قیام جب آپ کے والد۔۔۔ برہان پور کے صوبے دار مقرر ہو گئے تو آپ بھی والد ماجد کے سایۂ عاطفت میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے تھے۔

تلاشِ حق حضرت سید دوست محمد بفرمان اپنے پیر و مرشد حضرت سیدنا شاہ امیر ابوالعلاءؒ احراری اکبرآبادی برہان پور میں رہنے لگے تھے اور برہان پور کو اپنے فیضان و

کرامات سے محفوظ و مستور فرما رہے تھے۔ آپ کا شہرہ سُن کر لوگ دُور دُور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے والد ماجد بھی مع آپ کے کبھی کبھی حضرت سید دوست محمد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ابھی آپ کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی۔ شوقِ قدم بوسی اس قدر بڑھا کہ آپ تن تنہا حضرت سید دوست محمد کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہونے لگے۔

روک ٹوک جب آپ کے والد ماجد کو یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ تنِ تنہا حضرت سید دوست محمد کی خدمت میں جاتے ہیں آپ کو وہاں جانے سے روکا لیکن عشق اپنا کام کر چکا تھا۔ بخت بیدار ہونے والا تھا۔ یہ روک ٹوک بے کار ثابت ہوئی۔

التماس آپ کے والد ماجد نے جب یہ دیکھا کہ روک ٹوک کارگر نہ ہوئی تو انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ حضرت سید دوست محمد کی خدمت میں جا کر عرض کریں۔ چنانچہ آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ:[1]

"میرے حضرت یہی ایک لڑکا ہے۔ اگر وہ حضور کے پاس آتا جاتا رہا تو دنیا سے بے کار ہو جائے گا۔"

یہ سُن کر سید دوست محمد نے فرمایا کہ:

"ہم اور تم دونوں مل کر منع کریں کہ وہ یہاں نہ آیا کرے۔"

کوششِ ناتمام آپ کو پھر منع کیا گیا لیکن آپ نے آنا جانا نہ چھوڑا۔ اس تیرِ عشق کا جو آپ کے سینے میں چبھ چکا تھا نکالنا از بس دشوار و محال تھا۔

بارِ دیگر آپ کے والد کے دل کو لگی ہوئی تھی۔ پھر اس بارے میں حضرت سید دوست محمد سے عرض کیا۔ اس مرتبہ حضرت نے کچھ اور ہی جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ:[2]

"تم چاہتے ہو کہ وہ بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو، لیکن خداوند تعالیٰ چاہتا ہے کہ بادشاہ اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو۔"

---

[1] انوار العارفین صفحہ ۱۴۳ [2] انوار العارفین صفحہ ۲۴۳

بیعت و خلافت آخرکار والد ماجد نے پھر آپ کو آنے جانے سے منع نہ کیا۔ کچھ دنوں کے بعد ہی آپ حضرت سید دوست محمدؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

پیرومرشد کی وصیت آپ کے پیرومرشد حضرت سید دوست محمدؒ نے وصال کے قریب آپ کو وصیت فرمائی کہ ان کے بعد برہان پور میں نہ رہیں بلکہ دہلی میں بودوباش اختیار کریں اور وہاں رہ کر مخلوق کو رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین فرمائیں۔

دہلی میں آمد پیرومرشد کی وصیت کے مطابق پیرومرشد کے وصال کے بعد آپ برہان پور سے ترکِ سکونت کر کے دہلی میں رونق افروز ہوئے اور تمام عمر دہلی میں رہ کر راہِ حق دکھلاتے رہے اور مخلوق کی دستگیری فرماتے رہے۔ لوگ آپ کے فیض کا شہرہ سن کر دُور دُور سے آتے تھے اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے تھے۔ نسبت ابوالعلائیہ فرما دیہ سے سینکڑوں کو فیض پہنچا۔ بہت سے صاحبِ دل بزرگ ہوگئے۔

وفات شریف آپ نے ۲۵ جمادی الثانی سنہ ۱۱۲۹ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک دہلی میں واقع ہے۔ آپ کے مزار سے اب بھی فیوض جاری ہیں۔

آپ کے خلفاء حضرت شاہ برہان الدین خدانما اور حضرت شاہ اسداللہ آپ کے ممتاز خلیفہ ہیں۔

سیرت مبارک آپ وحید العصر اور قطب وقت تھے۔ آپ کی توجہ غیبی کا یہ اثر ہوتا تھا کہ لوگ بے خود ہو جاتے تھے۔ آپ کے فیض صحبت و تربیت سے لوگ مقام معرفت تک پہنچ گئے۔ آپ کو شیخ الجن والانس کہا جاتا ہے۔ جن انسانی صورت میں آپ کی مجلسِ سعادت میں حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔ آپ پر نسبتِ استغراقیہ اس درجہ غالب تھی کہ آپ خوراک و پوشاک سے بے خبر رہتے تھے۔ ذکر و فکر میں ہمہ وقت ہمہ تن مشغول و مستغرق رہتے تھے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ آپ مسند پر بیٹھے ہوئے کچھ تلاش کرتے ہوتے تھے۔ لوگ پوچھتے "کیا تلاش کر رہے ہیں؟" آپ فرماتے "فرماد یہاں بیٹھا تھا، کہاں گیا؟" غرض آپ کے اوصاف بشری صفاتِ ملکی میں تبدیل ہو گئے تھے۔

باب ۲۱

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مجمع فیضِ سبحانی ہیں اور منبع علوم روحانی ہیں۔ آپ دُرِ دریائے معرفت ہیں اور گوہرِ کانِ حقیقت ہیں۔

خاندان آپ کے خاندان اور والد بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ذکر پچھلے باب میں آچکا ہے۔ یہاں یہ کہنا کافی ہوگا کہ آپ کا خاندان علم حدیث اور فقہ کے لئے مشہور تھا[1]

ولادت آپ کی ولادت ۱۱۵۹ھ میں ہوئی۔

نام آپ کا نام عبدالعزیز ہے۔ آپ کا تاریخی نام غلام حلیم تھا۔

تعلیم و تربیت آپ کی تعلیم آپ کے والد ماجد کی آغوش میں ہوئی۔ آپ نے اپنے والد سے جمیع علوم ظاہری و باطنی پڑھے۔

بیعت و خلافت آپ کو اپنے والد بزرگوار کا مرید اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کا طریقِ سلوک اپنے والد سے موسوم تھا۔ اس طریقے کو نزدیک ترین خداشناسی کا راستہ کہا جاتا ہے۔ آپ کے والد حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں[1]:

ترجمہ: "البتہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے زمانے کے لوگوں

---

[1] انفاس

پر بہت بڑا احسان کیا۔ کیوں کہ مجھ کو وہ طریقۂ سلوک عطا فرمایا جو دوسرے طریقوں سے بہت نزدیک ہے اور وہ پانچ فضیلتوں سے مرکب ہے۔
اوّل ایمانِ حقیقی۔ دوئم قربِ نوافل۔ سوم قربِ وجوب۔ چہارم قربِ فرائض۔ پنجم قربِ ملائک۔
جو شخص اس طریقے کے حصول کا ارادہ کرے گا، خداوندِ کریم اس کو ضرور عطا فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو الہام فرمایا ہے کہ ہم نے تجھ کو اس طریقے کا امام مقرر کیا اور تجھ کو آسمانوں کی بلندی پر پہنچا دیا اور آج سے کل طریقِ حصول قربِ حقیقت بجز اس طریقے کے بند کر دیئے گئے اور وہ طریقہ صرف تیری محبت اور اتباع کا ہے۔ پس جو شخص کہ تجھ سے دشمنی رکھے گا اس سے برکتیں آسمان و زمین کی مسدود کر دی گئیں، یعنی تیرے دشمن جمیع برکاتِ حسنہ سے محروم کر دیئے گئے۔"[1]

والد کا انتقال آپ کی عمر جب سولہ سال کی ہوئی، آپ کے والد ماجد نے سنہ ۱۱۷۶ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا اور آپ اپنے والد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ بظاہر آپ اپنے والد کی رہنمائی سے محروم ہو گئے، لیکن باطنی طور پر آپ اپنے والد ماجد کے فیوضِ روحانی سے مستفید اور مستفیض ہوتے رہے۔ اپنے والد کی مسندِ ہدایت پر بیٹھ کر رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین فرمانے لگے۔

درس و تدریس آپ ساری عمر روایت حدیث کی ہدایات میں مشغول رہے۔ درس و تدریس آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ حدیثِ نبویؐ کا پودا جو آپ کے والد ماجد نے ہندوستان میں لگایا تھا، آپ نے اس کو پروان چڑھایا۔ آپ نے درس و تدریس، افتاء، فصلِ خصومات، تذکیر و وعظ اور تعلیم و تربیت میں عمر گزاری۔ آپ کے بہت شاگرد تھے۔ آپ سے سندِ تلمیذ فیوضِ ظاہری و باطنی باعثِ فخر سمجھی جاتی تھی۔ بہت لوگ آپ کے لمعاتِ فیض

---

[1] رسالہ تفہیمات الٰہیہ

اور برکاتِ حسنہ سے منور و مستفید و مستفیض ہوئے۔ آپ کے بہت سے شاگردوں کا شمار بڑے علماء و فضلاء و فقیہہ و محدثین میں ہوتا ہے۔

آپ کے شاگرد

حسب ذیل مشہور علماء و فضلاء و محدثین کو آپ کے شاگرد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آپ کے بھائی مولانا شاہ رفیع الدین صاحب — آپ کے نواسے شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی۔ مفتی صدرالدین صاحب دہلوی۔ مولانا رشید الدین خاں دہلوی۔ حضرت شاہ غلام علی شاہ۔ آپ کے داماد مولوی عبدالحئی۔ آپ کے حقیقی بھتیجے مولوی محمد اسمٰعیل شہید۔ مولانا میر محبوب علی دہلوی اور مولانا حسن علی لکھنوی۔

شادی اور اولاد

آپ کے کوئی لڑکا نہیں تھا۔ آپ کی تین لڑکیاں آپ کی حیات میں فوت ہوگئیں۔ آپ کی بڑی لڑکی کی شادی عیسیٰ سے ہوئی۔ دوسری لڑکی کا نکاح شیخ محمد افضل بن شیخ احمد سے ہوا۔ تیسری لڑکی کی شادی مولوی عبدالحئی سے ہوئی۔

آخری ایام

آپ بیمار ہوئے اور کافی کم زور ہوگئے۔ آپ ہفتہ میں دو بار وعظ فرماتے تھے۔ اس بیماری میں جب آپ کے وعظ کا دن آیا۔ آپ کی ہدایت کے موافق دو آدمی آپ کو پکڑے رہے۔ اور جب وعظ آپ نے شروع کر دیا وہ دونوں آدمی الگ ہوگئے۔ آپ وعظ کہتے رہے۔ اس روز آپ اس آیۂ شریفہ پر وعظ فرما رہے تھے[1]

"ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ"

اس فرمان کے مطابق آپ نے اپنے تمام اسباب کے حصے کئے۔

اس مصرع کو "من نیز حاضری شوم تصویر جاناں دربغل" بدل کر اس طرح پڑھا

"من نیز حاضری شوم تفسیر قرآں در بغل"

وصیت

آپ کرتہ دھوتر کا اور پائجامہ گاڑھے کا پہنتے تھے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ "میرا کفن مثل میری زندگی کے پوشش کے ہو؟" نمازِ جنازہ کے متعلق آپ نے وصیت فرمائی کہ شہر سے باہر ہو۔ بادشاہ کو جنازہ کے ساتھ رہنے

---

[1] کمالات عزیزی صفحہ ۱۹۱۔

سے منع کیا جائے۔[1]

وفات آپ نے شوال ۱۲۳۹ھ کو عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ خلق کا بے حد ہجوم تھا۔ پچپن۵۵ بار آپ کے جنازے کی نماز پڑھی گئی۔ آپ کا مزار پُرانوار آپ کے والد ماجد کے مزار کے قریب دہلی (مہندیاں) میں ہے۔ آپ کے مزار سے فیوض و برکات جاری ہیں۔

سیرتِ پاک آپ علوم ظاہری و باطنی میں بے نظیر تھے۔ فضل و ہنر میں بے عدیل تھے۔ لطف و کرم میں بے مثال تھے۔ علم و عمل میں بے مثیل تھے۔ آپ کو خاتم المفسرین اور امام المحدثین کہا جاتا ہے۔ آپ صرف ایک صاحبِ دل بزرگ ہی نہ تھے بلکہ آپ ایک بلند پایہ محدث و مفسر و فقیہہ تھے۔ آپ کو مرجع علماء و مشائخین ہونے کا فخر حاصل تھا۔ آپ کو فنونِ عقلیہ و نقلیہ اور علوم متداولہ اور غیر متداولہ پر انتہائی عبور تھا۔ آپ کثرتِ تحفظ علم تعبیر رؤیا۔ وعظ۔ انشاء۔ نجوم۔ تحقیقاتِ نفائسِ علوم مذاکرہ و مباحثہ میں ممتاز مشہور تھے۔ آپ عالم باعمل تھے۔ آپ صاحبِ تقویٰ، صاحبِ فہم و ذکا، صاحبِ فراست، صاحبِ دیانت، صاحبِ امانت اور صاحبِ ولایت تھے۔

علمی ذوق آپ کی تصانیف بہت مشہور ہیں۔ مشہور تصانیف حسبِ ذیل ہیں:
عجالہ نافعہ اصول حدیث۔ بستان المحدثین۔ مجموعہ خمسہ رسائل۔ شرح میزان المنطق۔ رسالہ فضائلِ خلفاء اربعہ المعروف بہ عزیز الاقتباس فی فضائل بناء الناس۔ رسالہ تحفہ اثنا عشری۔ تفسیر فتح العزیز۔ رسالہ غناء۔ رسالہ بیع کنیزان۔ رسالہ وسیلۂ نجات۔ رسالہ تفضیل۔ رسالہ اصولِ مذہب ابی حنفیہ۔ رسالہ معاد جسمانی۔

آپ کے فتوے مشہور ہیں۔ آپ کے مکتوبات مختلف مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔

شعروسخن کا ذوق آپ کو شعر و سخن کا بھی ذوق تھا جیسا کہ آپ کے حسبِ ذیل شعر سے ظاہر ہے۔[2]

---

[1] کمالاتِ عزیزی ص۱۹۱ [2] ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص۱۱۳

گر بگلشن بگذری گل بر رخت مفتوں شود
ور نمائی قامت خود سرو را موزوں شود

کامیابی است دانا را نہ با نام و نشاں
جذبہ لیلیٰ ندارد بید اگر مجنوں شود

مردِ مفلس را جہاں یک سرِ محلِ آفت است
شیشہ چوں خالی است گر بادش رسد ناموزوں شود

آپ کی رباعی جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے[1]

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرْ — مِنْ وَّجْھِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ — بَعْدَ اَزْ خُدَا بزرگ توئی قِصَّہ مختصر

آپ کی تعلیمات

آپ کی تعلیمات فیض رساں ہونے کے علاوہ معمولاتِ دینی و فیوض و برکات گوناگوں سے خالی نہیں ہیں۔

اولیاء کی قسمیں

آپ نے فرمایا کہ[2]: اولیا چار قسم کے ہوتے ہیں: بعض مستغرق ہوتے ہیں۔ بعض اہلِ حدیث ہوتے ہیں جیسے قطب، اور غوث وغیرہ۔ بعض اہلِ تجرید اور اہلِ تفرید کہلاتے ہیں۔"

توجہ کی قسمیں

آپ نے فرمایا کہ[3]: "توجہ چار قسم کی ہوتی ہے: اوّل انعکاسی ــــ دوسری القائی ــــ تیسری جذبی ــــ چوتھی قسم یہ ہے کہ توجہ دینے والے کے تمام اوصاف طالب میں سرایت کر جائیں۔ یہاں تک کہ صورتِ ظاہری بھی ایک ہو جاوے۔"

بزرگوں کی قسمیں

آپ نے فرمایا کہ[4]: "بزرگ چار قسم کے ہوتے ہیں: اوّل سالک مجذوب کہ ابتداءِ زمانہ میں تو خود کوشش کی اور آخر میں کشش ہوئی۔ یہ سب سے بہترین ہیں۔ دوسرے مجذوب سالک

---

[1] کمالاتِ عزیزی ص۱۹ [2] [3] [4] ملفوظاتِ شاہ عبدالعزیز ص۹، ص۱۱، ص۲۲۔

کہ اولاً جذب سے سرفراز ہوتے پھر سلوک اختیار فرمایا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے تشریف لے گئے۔ تجلی باری نصیب ہوئی۔ تیسرے سالک بحت مشرف بجذب نہیں ہوتے ہیں۔ چوتھے مجذوب محض کہ تجلی باری کی وجہ سے ان کی عقل سلب ہو گئی ہے۔"

خلافِ شرع افعال کا اثر

آپ نے فرمایا کہ[1]: "بے شک خلافِ شرع افعال سے تکدر ضرور حاصل ہوتا ہے اور بعض افعال خلافِ شرع کا تو یہ اثر ہے کہ جو نسبت طالب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہوتی ہے، بالکل قطع کر دیتے ہیں۔ جیسے مکر، دغابازی، فریب، نخوت، تکبر، خودنمائی، طلبِ دنیا، طلبِ جاہ وغیرہ۔ بعض سے صرف یہ ہوتا ہے کہ اگر سہواً کبھی کوئی گناہِ صغیرہ ہو گیا تو دل پر بجائے نورانیت کے ایک قسم کی ظلمت اور تاریکی معلوم ہونے لگتی ہے۔"

پختہ عالم کی تعریف

آپ نے فرمایا کہ[2]: "پختہ عالم وہ ہے کہ جس کو چار چیزوں میں ملکہ ہو (۱) درس و تدریس (۲) مطالعۂ کتب (۳) تحریر و تقریر (۴) مناظرہ۔"

قرآن شریف کی تلاوت کے آداب

آپ نے فرمایا کہ[3]: "تلاوتِ قرآن شریف میں تہذیب اور رُو بہ قبلہ ہونا اور حروف کو بخوبی ادا کرنا اور مد و شد کو نہ چھوڑنا اور مقامِ وقف میں ٹھہر جانا۔ یہ آدابِ ظاہری ہیں اور آدابِ باطنی یہ کہ مبتدی کو چاہئے کہ یہ تصور کرے کہ گویا روبرو خداوند عالم کے پڑھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ بجائے اُستاد کے بیٹھ کر سُن رہا ہے اور منتہی کو چاہئے کہ یہ تصور کرے کہ یہ کلام زبانِ خدا سے بلا واسطہ سُن رہا ہوں۔۔۔۔"

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۱۲ [2] فتاویٰ عزیزیہ مجموعہ رسالہ شاہ عبدالعزیز [3] رسالہ فیض عام ص ۱۲

مناظرہ

ایک پادری مسٹر مشاف کے ساتھ آپ کی خدمت میں آئے۔ یہ شرط ٹھہری کہ اگر پادری ہار گیا تو وہ دو ہزار روپے آپ کو دے گا اور اگر آپ ہار گئے تو آپ کی طرف سے دو ہزار روپے مسٹر مشف پادری کو دئے جائیں گے۔

پادری کا سوال: تمہارے پیغمبر حبیب اللہ ہیں۔ تمہارے پیغمبر نے بوقتِ قتل امام حسین فریاد نہ کی۔ حالاں کہ حبیب کا محبوب زیادہ تر محبوب ہوتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ضرور توجہ فرماتا۔

آپ کا جواب: پیغمبر صاحبؐ واسطے فریاد کے جو تشریف لے گئے پردۂ غیب سے آواز آئی: ہاں تمہارے نواسے پر قوم نے ظلم و ستم کیا اور شہید کیا۔ لیکن ہم کو اس وقت اپنے بیٹے عیسیٰ کے صلیب پر چڑھنے کا رنج تازہ ہو گیا۔ پس ہمارے پیغمبر صاحب خاموش رہے۔

اس جواب سے پادری لاجواب ہو گیا اور دو ہزار روپے بابت شرط آپ کو پیش کئے۔[1]

آپ کے فتوے

مسئلہ: طوائفوں یعنی کسبی عورتوں کے جنازہ کی نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟

جواب: جو مرد اُن کے آشنا ہیں، اُن کے جنازے کی نماز پڑھتے ہیں تو ان کے جنازہ کی نماز بھی پڑھنا چاہیے۔[2]

ایک سوداگر نے دہلی سے روانہ ہوتے وقت اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم اپنے باپ کے گھر جاؤ گی تو میری طرف سے تم کو طلاق ہے۔" جب سوداگر اپنے گھر واپس آیا تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی اپنے باپ کے گھر گئی تھی۔ اس نے علماء سے فتویٰ طلب کیا۔ علماء نے فتویٰ دیا کہ طلاق ہو گئی۔ جب وہ شخص آپ کے پاس آیا تو آپ نے یہ فتویٰ دیا کہ: "جب باپ اس عورت کا مر گیا، تب وہ گئی۔ اس صورت میں وہ گھر اس کے باپ کا نہ رہا بلکہ وہ گھر عورت کا ہو گیا۔ پس وہ اپنے گھر گئی نہ کہ باپ کے۔"

سب علماء نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا۔[3]

---

[1] کمالاتِ عزیزی ص۱۲ [2] فتاویٰ العزیزیہ ص۵ [3] کمالاتِ عزیزی ص۶۲، [4] کمالاتِ عزیزی ص۱۲۹

اقوال

- اللہ کے ذکر سے قلب کو اطمینان ہوتا ہے۔
- استعداد کے لئے محبت شرط ہے۔
- سلوک اجتہادات کسبی کا نام ہے۔
- جذب محض عنایت خداوندی ہے۔
- ہر دین میں پانچ حالات کی رعایت واجب ہے۔ عقل کی حفاظت، نفس کی حفاظت دین کی حفاظت، نسب کی حفاظت، مال کی حفاظت۔
- عبادت کا وجود بدون احسان کے ایسا سمجھنا چاہئے کہ جیسے رُوح بے بدن کے۔
- انسان میں ہمدردی ہونا چاہئے، خاص کر قریب کے تعلقات میں وفاداری کا برتاؤ ضروری ہے۔

اوراد و وظائف

آپ فرماتے ہیں کہ فراغت رزق کے واسطے چاشت کے وقت چار رکعت نماز پڑھے اور پھر سجدہ میں جا کر ایک سو چار مرتبہ یَا وَهَّابُ پڑھے۔ اگر فرصت نہ ہو تو پچاس مرتبہ پڑھے[1]

آپ فرماتے ہیں کہ ان آیتوں کے وسیلے سے جو دعا کرے قبول ہو[2]

(۱) لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ. فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ ط

(۲) رَبِّ إِنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ط

(۳) وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ط

(۴) قَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

(۵) رَبِّ إِنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ۔

---

[1] فتاویٰ العزیزیہ ص ۳۹۰ تا ۳۹۱ [2] فتاویٰ العزیزیہ ص ۳۹۲

آپ فرماتے ہیں کہ تسخیرِ حکام کے واسطے یہ دعا سترہ بار پڑھ کر ان کی طرف دم کرے۔

یَارَحْمٰنُ کُلَّ شَیْءٍ وَّ رَاحِمَہٗ یَارَحْمٰنُ

اور اپنے مکان میں حاکم کے مکان کی طرف رُخ کر کے دو سو بار یہ پڑھے اور دعا کرے[1]

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ

کشف و کرامات آپ جب جمعہ کے واسطے جامع مسجد جاتے، عمامہ آنکھوں تک باندھتے تھے۔ ایک شخص مسمی نصیح الدین نے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے اپنی ٹوپی اس کے سر پر رکھ دی۔ وہ بے ہوش ہوگیا۔ اُس نے بتایا کہ جامع مسجد میں پانچ چھ ہزار آدمیوں میں صرف سو سوا سو آدمیوں کی شکل آدمی کی تھی باقی کوئی بندر، کوئی ریچھ کوئی کسی اور جانور کی شکل میں تھا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ یہی سبب ہے کس کی طرف دیکھیں[2]

کرنل اسکز آپ سے عقیدت رکھتا تھا۔ اس کے اولاد نہیں تھی۔ اُس نے آپ سے دُعا کی درخواست کی۔ آپ نے اُس کے واسطے دعا فرمائی اور یہ خوش خبری دی کہ لڑکا ہوگا۔ آپ نے اس کو ہدایت فرمائی کہ جب لڑکا ہو تو اس کا نام یوسف رکھنا۔ جب لڑکا پیدا ہوا کرنل نے اس کا نام جوزف اسکز رکھا۔ جوزف اور یوسف ایک ہی بات ہے صرف زبان کا فرق ہے[3]

---

[1] فتاویٰ العزیز صد ۳۔

[2] [3] کمالاتِ عزیزی صد ۱۸۱، صد ۱۸۱۔

باب ۲۲

حضرت شاہ محمدؐ آفاق دہلوی

حضرت شاہ محمد آفاق شہرۂ آفاق ہیں۔ آپ قطبِ زماں تھے۔ فخرِ زماں ہوز میں ہیں۔ غواص دریائے دین ہیں۔ محرم اسرار ہیں۔ مخزن الخواہش ہیں۔

ولادتِ باسعادت حضرت حضرت جانِ جاناں مظہر شہید کی دعا سے پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۱۱۶۰ھ میں واقع ہوئی۔

نامِ نامی آپ کا نامِ نامی محمد آفاق ہے۔

بیعت اور خلافت آپ حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقش بندی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور مریدی سے مشرف ہونے کے کچھ عرصے بعد آپ خرقۂ خلافت سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ ریاضات و مجاہدات کے بعد درجۂ کمال کو پہنچے۔

شجرۂ بیعت محمد آفاق مرید حضرت خواجہ ضیاء اللہ وہ مرید خواجہ محمد زبیر وہ مرید خواجہ حجۃ اللہ محمد نقش بند ثانی وہ مرید خواجہ محمد معصوم وہ مرید حضرت مجدد تا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم [1]

---

[1] ضیاء القلوب ص ۱۳۰

سیر و سیاحت آپ افغانستان تشریف لے گئے۔ وہاں لوگوں نے آپ سے بہت فیض پایا۔ بہت لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ شاہ افغانستان زماں شاہ آپ کا مرید، معتقد اور منقاد تھا۔

آپ کی بزرگی آپ کی برگزیدگی اور بزرگی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت شاہ غلام علی اپنے بعض مریدوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ یہ مرید آپ کی خدمتِ بابرکت میں بعد تعلیم و تکمیل حاضر ہوتے تھے، لیکن ان کی تکمیل اسی وقت پوری سمجھی جاتی تھی کہ جب آپ اُن کو مکمل پاتے۔

وفات شریف آپ ۸ محرم ۱۲۵۱ھ کو جوارِ رحمت میں پیوست ہوئے[1] آپ کا مزار فیض آثار دہلی میں حاجت روائے خلق ہے اور مشہور ہے۔

آپ کے خلفاء حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی اور حضرت مولانا نصیرالدین آپ کے ممتاز خلفاء ہیں۔

سیرتِ پاک آپ صاحبِ جذب تھے۔ ہمہ وقت مستغرق رہتے تھے۔ نسبتِ عشق آپ پر غالب تھی۔ آپ جامع شریعت و طریقت تھے۔ اسرارِ حقیقت سے واقف تھے۔ آپ مرشد کامل تھے۔ فقر، توکل، قناعت، زہد و ورع، عبادات، ریاضات، مجاہدات اور تقوے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ آپ شیخِ وقت تھے[2]

تعلیمات سلسلۂ مجددیہ جس کے آپ ایک ممتاز بزرگ ہیں۔ ذکر نفی و اثبات اور ذکر اسم ذات پر کافی زور دیتا ہے۔ حضرت مجدد نے کشف سے یہ بات دریافت کی کہ انسان دس لطائف سے مرکب ہے۔ پانچ لطائف عالم امر کے ہیں اور پانچ لطائف عالم خلق کے ہیں۔ قلب، روح، سری، اخفی اور خفی عالم امر کے لطائف ہیں اور نفس و عناصرِ اربعہ عالم خلق کے لطائف ہیں۔

---

[1] مسالک السالکین جلد دوم ص۴۲۱ [2] انساب الطاہرین۔

عالمِ امر کا ہر ایک لطیفہ ایک پیغمبر کے زیرِ قدم واقع ہے۔ لطیفۂ قلب حضرت آدم علیہ السلام کے زیرِ قدم واقع ہے۔ لطیفۂ سِر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم واقع ہے۔ لطیفۂ خفی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم واقع ہے اور لطیفۂ اخفیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ قدم واقع ہے۔

اس کے بعد تین طریقے مقرر کئے۔ پہلا طریقہ ذکر، دوسرا طریقہ مراقبات اور تیسرا طریقہ توجّہ مرشد۔ یہ اصل اصول ہے۔

ذکر دو قسم کا ہے۔ ذکر اسم ذات اور ذکر نفی و اثبات۔

پہلا مراقبہ مراقبۂ احدیت ہے۔ دوسرا مراقبہ فنائے ذات۔ اس کو مراقبۂ معیت بھی کہتے ہیں۔ پھر دائرۂ ولایتِ صغریٰ کا مراقبہ ہے۔ پھر دائرۂ کبریٰ کا مراقبہ ہے بعد ازاں دائرۂ ولایتِ علیا کا مراقبہ ہے۔ پھر دائرۂ کمالاتِ رسالت کا پھر دائرۂ کمالاتِ اولوالعزم، پھر دائرۂ حقیقتِ صلوٰۃ پھر دائرۂ معبودیت صرف پھر دائرۂ حقیقتِ ابراہیمی، پھر دائرۂ حقیقتِ موسوی پھر دائرۂ حقیقتِ محمدی پھر دائرۂ حقیقتِ احمدی پھر دائرۂ حب صرف پھر دائرۂ لاتعین۔

توجّہ مرشد سے یہ مراد ہے کہ مرشد اپنے دل کو طالب کے دل کے مقابل کرے اور اس امر کی ہمت صرف کرے کہ ذکر کے انوار جو اس کے دل میں ہیں وہ طالب کے دل میں جلوہ گر ہوں۔

آپ نے تصورِ شیخ پر بہت زور دیا ہے۔ آپ ذکرِ شش جہت کرتے تھے یعنی لطیفۂ عالم۔ اس کے بعد نفی اثبات بحبس دم باعدد طاق یعنی ایک دم میں اکیس بار پہنچاتے تھے[1]۔ آپ کی توجّہ کے چار طریقے تھے: نظری، لسانی، قلبی اور روحی۔

اقوال

آپ کے بعض اقوال حسبِ ذیل ہیں:

ہم سب عزیز و اقربا، دوست و آشناؤں کو چاہتے ہیں کہ کچھ ہو جائیں لیکن کوئی نہیں

---

[1] مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۱۷۹

ہوتا، جس کو خدا چاہتا ہے ہوجاتا ہے۔

• ایک توجہ میں سب مقامات طے ہو سکتے ہیں، لیکن مرید میں استعداد ہونی چاہیے۔

• غوث ہو یا قطب جو خلاف شرع کرے کچھ بھی نہیں۔

اوراد و وظائف

آپ حسب ذیل درود شریف پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

آپ روزانہ دس ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کلمۂ طیبہ روزانہ پچاس ہزار مرتبہ پڑھتے تھے۔ نماز ظہر کے بعد حزب البحر پڑھنا آپ کا معمول تھا۔[1]

کشف و کرامات

حافظ اشرف صاحب شاعر نہ تھے۔ ایک روز آپ نے اپنی ٹوپی اُن کے سر پر رکھ دی۔ اُسی روز سے وہ ایک اچھے شاعر ہو گئے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دہلی سے اپنی والدہ کو پانچ روپے بھیجنا چاہتے تھے۔ آپ نے اُن سے روپے لے لئے اور فرمایا کہ بھیج دئے جائیں گے۔ بعد ازاں آپ نے حضرت مولانا سے فرمایا کہ اُن کے روپے اُن کی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔ کچھ دنوں کے بعد جب حضرت مولانا صاحب والدہ سے ملنے گئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ اُسی رات کو آپ نے دروازے پہ پکار کر وہ روپے آپ کی والدہ کو دئے، اور اُن کے بیٹے کی خیریت سے اُن کو مطلع فرمایا۔

---

[1] مسالک السالکین جلد دوم صفحہ ۱۶۹

باب ۲۳

حضرت شاہ ابوسعید دہلوی

حضرت شاہ ابوسعید جگر گوشۂ اولیاء ہیں۔ آپ مخزنِ اسرارِ الٰہی ہیں۔ معدنِ انوارِ لامتناہی ہیں۔

خاندانی حالات آپ کا نسب نامہ پدری حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی تک اس طرح پہنچتا ہے:[1]

ابوسعید بن شیخ صفی القدر بن شیخ عزیز القدر بن شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ سیف الدین بن شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی الملقب بہ مجدد الف ثانی رح۔

والدِ بزرگوار آپ کے والد ماجد کا نام شیخ صفی القدر ہے۔

ولادت آپ ۲ ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ کو مصطفیٰ آباد عرف رام پور میں پیدا ہوئے۔

نام آپ کا نام ابوسعید ہے۔

---

[1] ہدایت الطالبین ص

تعلیم و تربیت

دس سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ قاری نسیم سے قرأت حاصل کی۔ علومِ عقلیہ و نقلیہ میں کمال حاصل کیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز سے حدیث کی سند حاصل کی۔

بیعت و خلافت

تعلیم سے فارغ ہو کر خدا طلبی کا راستہ اختیار کیا۔ اوّل اپنے والد ماجد کی صحبت میں رہ کر استفادہ حاصل کیا۔ پھر والد بزرگوار کی اجازت سے حضرت شاہ درگاہی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ چند ہی روز میں حضرت شاہ درگاہی نے آپ کو اجازت و خلافت عطا کر کے رخصت فرمایا[1]

پھر آپ رام پور سے دہلی تشریف لائے۔ ایک خط حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی خدمت میں ارسال فرمایا۔ حضرت قاضی صاحب نے آپ کے خط کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی سے بہتر کوئی اور درویش نظر نہیں آتا۔

اس خط کے ملنے کے بعد آپ حضرت شاہ غلام علی کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔ بیعت کا اشتیاق ظاہر کیا۔ آپ کی درخواست قبول ہوئی۔ حضرت شاہ غلام علی نے اپنے حلقۂ ارادت میں آپ کو داخل کر کے سرفراز کیا۔ آپ کے پہلے پیر حضرت شاہ درگاہی اس وقت زندہ تھے۔ آپ اُن کا ویسا ہی ادب و احترام کرتے تھے، جیسا کہ پہلے کرتے تھے۔

شجرۂ بیعت

آپ کا شجرۂ طریقت حضرت شیخ احمد سرہندی تک اس طرح پہنچتا ہے۔

ابوسعید وہ مرید حضرت شاہ غلام علی وہ مرید حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں وہ مرید حضرت نور محمد بدایونی وہ مرید حضرت سیف الدین وہ مرید حضرت محمد معصوم وہ مرید حضرت شیخ احمد سرہندیؒ[2]

منصبِ قیومیت

آپ فرماتے ہیں کہ[3]:

"الحمدللہ! ایک مدت دراز کے بعد سن ایک ہزار دو سو تینتیس (۱۲۳۳)

---

[1] انوار العارفین ص ۲۹۷ [2] ہدایت الطالبین ص ۱ [3] ہدایت الطالبین ص ۹۵

ماہ جمادی الاوّل کی پندرھویں کو حضرت پیر دستگیر نے بندہ کو قیومیت کی
بشارت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ چونکہ مجھ کو الہام ہوا ہے، اسی واسطے
میں نے تجھ کو یہ خوش خبری دی ہے۔"

آپ کو لکھنؤ سے طلب فرمایا۔ ایک مکتوب میں آپ کو تحریر فرمایا:[1]

"میں دیکھ رہا ہوں کہ اس عالی شان خاندان کے مقامات کا آخری منصب
تمہارے متعلق کیا گیا ہے اور اس سے قبل اپنی سابق بیماری میں میں نے
دیکھا تھا کہ تم میری چارپائی پر بیٹھے ہو اور منصبِ قیومیت تم کو عطا کیا گیا
ہے۔ ان توجہاتِ عجیبہ غریبہ کے قابل تمہارے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا۔
لہٰذا اس خط کو دیکھتے ہی تن تنہا اس طرف روانہ ہو جاؤ اور برخوردار
احمد سعید کو اپنی جگہ چھوڑ آؤ۔"

ایک دوسرے مکتوب میں آپ کو تحریر فرمایا کہ:[2]

"غیب سے القا ہو رہا ہے کہ ابوسعید کو طلب کرنا چاہیے اور حضرت
مجدد رضی اللہ تعالیٰ کی روحِ مبارک بھی اس پر باعث ہے اور میں نے
دیکھا ہے کہ تم کو میں نے اپنی دائیں ران پر بٹھایا ہے اور وہ منصب جس
کے آثار عنقریب تم پر وارد ہوں گے، تمہارے سپرد کیا ہے۔ حضرت
شاہ عبدالعزیز صاحب اور شہر کے اکثر رؤسا آپ کے اخلاقِ حسنہ اور
مسکنت طبع اور شکستہ حالی و سادگیٔ مزاج اور امانت داری اور ذکر و شغل
اور تحمل و صبر پر اعتماد کر کے آپ کے بلوانے کو بلا شرکتِ اعدے صحیح و
درست سمجھ رہے ہیں اور مجھ کو بھی الہام ہوا ہے کہ اس کام کی قابلیت صرف

---

[1] ہدایت الطالبین صفحہ ۹۶،۹۷ [2] ہدایت الطالبین صفحہ ۹۹-۱۰۱

آپ ہی میں ہے۔ یہاں رہو اور طریقہ شریفہ کو رواج دو اور روزگار و معاش کی تدبیر بحوالہ خدا کرو۔

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل

خدائے تعالیٰ کا وعدہ کافی ہے۔

بفرمانِ پیرو مرشد آپ دہلی آکر پیر و مرشد کی جگہ بیٹھے اور رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔

پند و نصائح

آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو حسبِ ذیل نصیحتیں فرمائیں:

- اپنی باطنی نسبت کو ہمیشہ محفوظ رکھنا۔
- حضور و توجہ میں مشغول رہنا۔
- جملہ اوقات و حالات میں یادداشت کو نہ چھوڑنا۔
- تمام اعمال میں حضرت حبیب رب العالمین کے سنن کی مطابعت کرنا۔
- اپنے تمام اوقات کو نوافل و عبادات کے ساتھ گزارنا اور کمال تعدیل ارکان کے ساتھ ادائے نماز کرنا اور دوسرے اوراد و اذکار و تلاوتِ کلام مجید و درود و استغفار و تفویض امور بحضرتِ کردگار سبحانہٗ سے معمور رکھنا۔
- طریقہ کے سلوک سے مقصود اخلاق کی آراستگی اور جناب الٰہی میں ہمیشہ متوجہ رہنا ہے تاکہ شکستگی و نیازمندی اور اخلاص ہر وقت موجود رہے۔ اس کا ظاہر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا پابند اور باطن ماسوائے حق سے روگرداں اور جنابِ کبریائی سبحانہٗ کی طرف متوجہ رہے۔
- غیب سے جو کچھ آمد ہو اپنی اور اپنے متعلقین کی ضرورتوں پر صرف کریں اور باقی ماندہ فقراء پر تقسیم فرمادیں۔

وفات شریف

آپ ۱۲۴۹ھ میں حرمین شریف کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ زیارت حرمین شریف سے مشرف ہو کر آپ دہلی روانہ ہوئے۔ ۲۲ رمض

کو ٹونک میں رونق افروز ہوئے۔ بیماری کی وجہ سے وہیں قیام فرمایا۔ عید الفطر کے روز ظہر و عصر کے درمیان سنہ ۱۲۵۰ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ ٹونک میں تجہیز و تکفین کی گئی۔ چالیس روز کے بعد آپ کا تابوت دہلی لایا گیا اور نعشِ مبارک کو نکال کر دفن کیا گیا۔

خلیفہ آپ کے فرزندِ اکبر حضرت شاہ احمد سعید آپ کے خلیفۂ اکبر اور سجادہ نشین ہیں۔

سیرتِ مبارک آپ سختی و تلخی سے دل برداشتہ نہ ہوتے تھے۔ فقر و فاقہ پر فخر کرتے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے احکام کی پابندی سختی سے کرتے تھے۔ ایک بلند پایہ عالم تھے اور صاحبِ کرامت درویش تھے۔

علمی ذوق آپ کی کتاب ہدایت الطالبین آپ کی علمی یادگار ہے۔

تعلیمات طالب آپ کی تعلیمات سے کافی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اسم الظاہر و اسم الباطن کے درمیان فرق۔

آپ فرماتے ہیں[1]: اسم الظاہر اور اسم الباطن کے درمیان یہ فرق ہے کہ اسم الظاہر کی سیر میں ذات کا لحاظ کرنے کے بغیر ہی صفاتی تجلیات وارد ہوتی ہیں اور اسم الباطن کی سیر میں گو اسماء صفات کی بھی تجلیات میسر آتی ہیں، مگر کبھی ذاتِ تعالت و تقدست بھی مشاہدہ میں آ ہی جاتی ہے۔"

کمالاتِ نبوت کا فیض آپ فرماتے ہیں[2]: "پیر دستگیر نے اسی سال کے ذیقعد مہینے میں اپنے غلام کے عنصرِ خاک پر توجہ فرمائی اور کمالاتِ نبوت کا فیض (یعنی تجلی ذاتی دائمی) میرے اس لطیفہ پر وارد فرمایا۔ اس مقام کے علوم و معارف بس یہی ہیں کہ تمام علوم و معارف مفقود ہو جائیں اور باطن کے تمام حالات ہی بے شناخت ہو جائیں اور اس مقام میں بے رنگی اور بے کیفی حاصل الوقت

---

[1] ہدایت الطالبین صفحہ ۵۳ - [2] ہدایت الطالبین صفحہ ۹۱-۹۲

ہو جاتی ہے اور ایمانیت اور عقائد میں بھی ہر طرح کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔
اور استدلالی علم بدیہی ہو جاتا ہے اور اس مقام کے معارف انبیاء کرام
کی شریعتیں ہیں۔ اس مقام میں باطن کی وسعت اور فراخی اس قدر بڑھ
جاتی ہے کہ تمام ولایت (عام اس سے کہ ولایتِ صغریٰ ہو یا ولایتِ کبریٰ
یا ولایتِ علیا) کی وسعت و فراخی اس نسبت کے پہلو میں محض ناچیز اور
تنگی ہی تنگی ہے اور کچھ بھی نہیں۔"

دائرۂ حقیقتِ صلوٰۃ آپ فرماتے ہیں کہ:[1] "اس دائرہ میں بیچوں
حضرت ذات کی کمال وسعت مشاہدہ میں آئی۔
اس مقام کی وسعت اور بلندی کا کیا حال بیان کرے۔ مگر اس قدر تو
ضرور جان لو کہ حقیقتِ قرآن مجید اس کا ایک جزو ہے اور دوسرا جزو
حقیقت کعبہ ہے۔ اس مقام کے واردات و کیفیات کی کیا وصف
بیان کرے۔ اس مقام میں حضرت بیچوں کی کمال وسعت کا مراقبہ کرتے
ہیں۔ جس سالک نے اس مقدس حقیقت سے کچھ بھی خط حاصل کیا ہے
وہ گویا ادائے نماز کے وقت عالمِ دنیا سے نکل کر عالمِ آخرت میں داخل
ہو جاتا ہے اور رویتِ اُخروی کے مشابہ حالت حاصل کر لیتا ہے۔ تکبیر
تحریمہ کے وقت دونوں جہان سے ہاتھ اُٹھا، اور دونوں جہان پسِ
پشت ڈال کر اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا ہوا حضرت سلطان ذی شان جل شانہ
کے دربار میں حاضر ہوتا ہے اور بارگاہ جل جلالہ کی عظمت و کبریائی کی
ہیبت کے آگے اپنے آپ کو ذلیل و ناچیز خیال کر کے محبوبِ حقیقی
پر قربان ہوئے جاتا ہے اور قرأت کے موہوب وجود سے جو اس مرتبہ

---

[1] ہدایت الطالبین صفحہ ۸۰۔

کے لائق ہے، موجود ہو کر حضرت حق سبحانہ کے ساتھ متکلم اور اس جناب سے مخاطب ہوتا ہے۔ اس کی زبان گویا موسوی شجرہ بن جاتی ہے۔

جب رکوع کرتا ہے اور غایت درجے کا خشوع بھی تو بالضرور زیادہ قرب کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے۔

اور تسبیح کرنے کے وقت ایک اور خاص کیفیت سے مشرف ہو جاتا ہے پھر اب تو خواہ مخواہ حمد و ثنا کرتا ہوا قومہ کرتا ہے اور دربار حضرت حق کے حضور میں برابر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔

اور قومہ کرنے میں میرے فہم ناقص میں یہ راز ہے کہ چونکہ اب ادائے سجود کا ارادہ کرتا ہے تو قیام سے سجدہ کی طرف جانے میں رکوع سے سجود کی جانب جانے کی نسبت تذلل اور انکسار زیادہ ہے۔

اور ادائے سجود کے وقت ایک خاص قرب جو حاصل ہوتا ہے اس کا کیا بیان کیا جائے۔ اس کے ادراک میں تو عقل بھی عاجز و قاصر ہے معلوم ہوتا ہے کہ ساری نماز کا خلاصہ سجدہ ہی سجدہ ہے۔

اور چونکہ قرب سجود سے خیال ہوا تھا کہ عنقا (مطلوب حقیقی) دام میں آ پھنسا۔ لہٰذا اللہ اکبر کہتا ہوا جلسہ میں بیٹھ گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ میں اس کی کما حقہٗ عبادت کر سکوں اور کما ینبغی اس کا قرب حاصل کر لوں۔

اور اسی سابق جرم کی جلسہ میں معافی مانگتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ

پھر اور زیادہ قرب طلب کرنے کے واسطے دوبارہ سجدہ کرتا ہے۔ ازاں بعد تشہد میں بیٹھ کر اس نعمت قرب کے احسان و انعام پر باری تعالیٰ کی

جناب میں شکر و تحیات بجا لاتا ہے۔

اور کلمہ شہادت کی وجہ یہ ہے کہ یہ سارا قرب وغیرہ کا معاملہ توحید و رسالت کی تصدیق و اقرار کے بغیر ناممکن ہے۔

پھر درود شریف اس واسطے پڑھتا ہے کہ یہ تمام نعمتیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل حاصل ہوتی ہیں۔

اور ابراہیمی درود شریف اس وجہ سے اختیار کیا گیا ہے کہ اثنائے نماز کے وقت محبوب حقیقی کے ساتھ خلوت میسر آتی ہے اور خاص ہم نشینی اور بالخصوصیت مصاحبت (منصب خلوت) تو صرف حضرت خلیل علیٰ نبیینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا حصہ ہے۔ گویا درود شریف کی برکت کی باعث اسی ندیمی و ہم نشینی کو طلب کرتا ہے۔

اقوال

- رخصت پر عمل کرنا آدمی کو بشریت کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔
- عزیمت پر عمل کرنا ملکیت کے ساتھ مناسبت پیدا کرتا ہے۔
- جب حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ کی عنایت بے غایت کسی بندے کے شاملِ حال ہو جاتی ہے تو اس کو اپنے دوستوں میں سے کسی ایک دوست کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔
- جو شخص اپنے حالات ادراک وجدانی کے ساتھ بھی دریافت نہیں کر سکتا اس کو مقامات کی بشارت دینا اور خوش خبری سنانا گویا طریقۂ فقراء کو بدنام کرنا اور اس کی نسبت بدگمانی پھیلانا ہے۔

کرامت آپ کے وصال کے چالیس روز کے بعد تابوت ٹونک سے دہلی لایا گیا۔ جب تابوت کھولا گیا تو معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل دیا گیا ہے۔ کسی قسم کی کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی۔ روئی جو نیچے رکھی ہوئی تھی اس میں سے نہایت اچھی خوشبو آ رہی تھی[1]

---

[1] [illegible]